مجلس ذکر

منعقدہ ۲۳؍جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۷؍دسمبر ۱۹۵۶ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا ومرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

ایمان کامل کی علامت

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ اما بعد۔ عرض یہ ہے کہ ذکر جہر کا مقصد یہ ہے کہ تمام خیالات ایک جگہ بند ہو جائیں ۔ نہ ذکر زیادہ بلند آواز سے کرنا چاہیئے اور نہ بہت آہستہ ۔ بعض نووارد آ جاتے ہیں جن کو اس بات کا علم نہیں ہوتا ۔ اس لئے وہ بہت زیادہ بلند آواز سے ذکر کرنے لگتے ہیں ۔ تربیت یافتہ احباب کا فرض ہے کہ ان کو روک دیا کریں۔ اور آہستہ سے کان میں ان سے کہہ دیں کہ اتنا زور نہ لگائیں ۔ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ بلند آواز سے ذکر کر رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بہرے کو تو نہیں سنا رہے ۔

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ مجلس ان احباب کے لئے ہے ۔ جن کی اصلاح باطن کی خدمت میرے دونوں مربیوں کی دعا کی برکت سے اللہ تعالےٰ نے اس گنہگار کے ذمہ ڈال دی ہے ۔ جیسے کوئی بھی ماں آخر اپنے بچوں کی پرورش کرتی ہے ۔ گنہگار ہونے کے باوجود مجھے یہ خدمت سرانجام دینی ہی پڑتی ہے ۔ جبتک میرے دونوں مربی زندہ رہے تو میں جن کو بیعت ہوتی تھی ان کے پاس بھیج دیا کرتا تھا ۔ سورج کے مقابلہ میں ایک ٹمٹماتے چراغ کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے ۔ میں جو کچھ عرض کیا کرتا ہوں اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ میں پاکباز ہوں اور آپ گنہگار ہیں ۔ ممکن ہے کہ میں آپ سب سے زیادہ گنہگار ہوں دعا کریں کہ میرے بزرگوں کی دعا کی برکت سے اللہ تعالےٰ نے یہ جو نعمت عطا فرمائی ہے ۔ اس کو قائم رکھے اور وہ میری مغفرۃ فرمائے آمین ۔ میں اپنے آپ کو ایسے شخص سے بھی اچھا نہیں سمجھتا جو بظاہر شریعت کا مخالف ہے میں جو کچھ عرض کیا کرتا ہوں وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے عرض کیا کرتا ہوں ۔ اگر آپ کی اصلاح باطن ہو گئی تو آپ کے اعمال صالحہ کی برکت سے میری بھی نجات ہو جائے گی ۔ منبر پر اور درس پر میری کچھ اور حیثیت ہوتی ہے ۔ وہاں میں جو کچھ عرض کیا کرتا ہوں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت کو پیش نظر رکھ کر عرض کیا کرتا ہوں ۔ یہاں میری حیثیت کچھ اور ہے ۔ یہاں میں جو کچھ عرض کیا کرتا ہوں وہ ان احباب کی رہنمائی کے لئے ہوتا ہے ۔ جن کا اس گنہگار سے بیعت کا تعلق ہے ۔ یہ مجلس انہیں احباب کے لئے منعقد کی جاتی ہے ۔ دوسرے احباب بھی آ جاتے ہیں ۔ ہم کسی کو روکتے نہیں ۔ اللہ کا نام ہی لیتے ہیں ۔ جس کا دل چاہے شریک ہو جائے ۔

یہ تو تمہید ہی تھی ۔ آج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِہٖ (رواہ فی شرح السنۃ)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (پورا) مومن نہیں ہو سکتا ۔ جبتک کہ اسکی خواہشات اس چیز کے تابع نہ ہو جائیں ۔ جس کو میں (خدا کی طرف) سے لایا ہوں)

بعض شراح حدیث اس ارشاد نبوی کے ماتحت ایمان مطلق کی نفی کرتے ہیں اور بعض ایمان کامل کی ۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (سورہ آل عمران رکوع ۴ پ ۳)

ترجمہ:۔ (ان سے) فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو تاکہ تم سے اللہ محبت کرے)

حضورؐ کے ارشاد میں بھی اور اس آیت میں بھی اتباع کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے تبعا اور اتباع ایک ہی چیز ہے ۔

اتباع کی دو قسمیں ہیں ۔ ۱۔ ایک اتباع بطیب خاطر اور خوشی سے ہوتا ہے ۔ اس اتباع کی وجہ سے طبیعت میں سرور پیدا ہوتا ہے جو شریعت میں آئے اس کے خلاف دل میں خیال بھی نہ آنے پائے ۔ یہ نعمت سب سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ کو اللہ تعالےٰ نے عطا فرمائی ۔ ایک دفعہ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ میں کچھ ترش کلامی ہو گئی تو حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو ڈانٹا کہ جب تم سب نے میری تکذیب کی تو اس نے میری تصدیق کی ۔ تم اس کو بھی نہیں چھوڑتے ۔ صدیق اکبرؓ کو حضورؐ کے کسی ارشاد پر کبھی شک ہی نہیں ہوا اسی لئے تو وہ صدیق ہیں ۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضورؐ کو جسمانی معراج نصیب ہوا ۔ آپؐ اس جسد اطہر سمیت عرش معلّٰی تک تشریف لے گئے ۔ صبح کو جب آپؐ نے واقعہ معراج کا ذکر فرمایا تو ایک کافر نے صدیق اکبرؓ سے کہا کہ آج تمہارے یار نے نیا دعوےٰ کیا ہے صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ اگر حضورؐ نے فرمایا ہے تو بالکل ٹھیک فرمایا ۔ "اگر" اس لئے فرمایا کہ راوی کافر ہے ۔ قریش میں بڑے بڑے آدمی موجود تھے ۔ سب نے واقعہ معراج کے متعلق شک و شبہ کا اظہار کیا ۔ اسی لئے تو انہوں نے قریش کے قافلوں اور بیت المقدس کے متعلق آپؐ سے سوالات پوچھنے شروع کر دیئے ۔ لیکن صدیق اکبرؓ کو کبھی شک ہی نہیں ہوا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بیت المقدس کی عمارت کے متعلق جب کفار نے مجھ سے سوالات کئے تو میں حیران تھا کہ ان کو کیا جواب دوں اللہ تعالےٰ نے عمارت کو میرے سامنے کھڑا کر دیا ۔ میں دیکھ کر ان کے سوالات کا جواب دیتا جاتا تھا ۔ معراج کا واقعہ بظاہر کتنا بعید از قیاس ہے ۔ لیکن صدیق اکبرؓ کو کبھی شک نہیں ہوا ۔ سب سے پہلے یہ شرف صدیق اکبرؓ کو نصیب ہوا ۔ اللہ تعالیٰ

قادر ہے۔ وہ چاہے تو سب کو یہ نعمت عطا کر سکتا ہے۔ ایک عاشق اپنے معشوق کا پورا پورا اتباع کرتا ہے۔ ماں عاشق اور بچہ معشوق ہوتا ہے۔ بچہ جب روٹھ جاتا ہے تو ماں ایک چیز لا کر دیتی ہے۔ وہ اٹھا کر پھینک دیتا ہے تو دوسری لا کر دیتی ہے غرضیکہ وہ ہر ممکن کوشش کرتی ہے۔ اس کو راضی کرنے کی۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح راضی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

۲۔ جبر سے اتباع کرنا۔ ایک دن آدھی رات کو میں سویا ہوا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دروازہ کھولا تو معلوم ہوا کہ ایک نوجوان اور دو اور آدمی ایک مقدمہ لے کر آئے ہیں۔ لڑکا اور اس کی والدہ جمعہ میں ہاتھ اٹھا گئے تھے کہ ہم شادی کے موقعہ پر باجے نہیں بجائیں گے۔ وہ دونوں اس پر قائم ہیں۔ لڑکی والے مصر ہیں کہ باجا ضرور آئے۔ دونوں نے کہا کہ لڑکے کے دادا کی خواہش ہے کہ میں ان کو باجا بجانے کی اجازت دے دوں۔ لاہوری اکثر نکاح پہلے کر لیتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ نکاح ہو چکا ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ ہاں۔ میں نے پھر ان سے کہا کہ لڑکی والوں کو کہلا بھیجو کہ ابھی رہنے دو۔

جب باجوں کی نفی کروگے تو لڑکی لے جائیں گے۔ لڑکی والوں اور لڑکے کے دادا نے بجبر شریعت کا اتباع کیا۔ لڑکے اور اس کی والدہ نے بطیب خاطر کیا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کو یہ چیز حاصل تھی کہ انھوں نے اپنی خواہشات نفسانی کو شریعت کے تابع کر رکھا تھا

حضرت حنظلہؓ ایک مخلص صحابی تھے۔ ان کا واقعہ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے

عَنْ حَنْظَلَۃَ بْنِ الرَّبِیْعِ الْاُسَیْدِیْ قَالَ لَقِیَنِیْ اَبُوْ بَکْرٍ فَقَالَ کَیْفَ اَنْتَ یَا حَنْظَلَۃُ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَۃُ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَا تَقُوْلُ قُلْتُ نَکُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُذَکِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّۃِ کَاَنَّا رَأْیُ عَیْنٍ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّیْعَاتِ نَسِیْنَا کَثِیْرًا قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ فَوَاللّٰہِ اِنَّا لَنَلْقٰی مِثْلَ ھٰذَا فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَاَبُوْ بَکْرٍ حَتّٰی دَخَلْنَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَۃُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَاکَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَکُوْنُ عِنْدَکَ تُذَکِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّۃِ کَاَنَّا رَأْیُ عَیْنٍ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِکَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّیْعَاتِ نَسِیْنَا کَثِیْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰی مَا تَکُوْنُوْنَ عِنْدِیْ وَفِی الذِّکْرِ لَصَافَحَتْکُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ عَلٰی فُرُشِکُمْ وَفِیْ طُرُقِکُمْ وَلٰکِنْ یَا حَنْظَلَۃُ سَاعَۃً وَّسَاعَۃً ثَلٰثَ مَرَّاتٍ (رواہ مسلم)

(ترجمہ)۔ حضرت حنظلہ بن الربیع الاسیدی سے روایت ہے۔ کہا مجھ سے حضرت صدیقؓ ملے۔ پس انہوں نے فرمایا۔ اسے حنظلہ تیرا کیا حال ہے؟ میں نے کہا حنظلہ منافق ہو گیا۔ ابوبکرؓ نے کہا پاک ہے اللہ حنظلہ کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے کہا جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور آپؐ ہم کو نصیحت کرتے ہیں اور دوزخ و جنت کا ذکر فرماتے ہیں تو ہم کو ایسا محسوس ہوتا ہے۔ گویا دوزخ و جنت کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب ہم آپؐ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں اور بی بی بچوں اور زمینوں اور باغوں کے مشاغل میں گھر جاتے ہیں تو ان باتوں سے ہم بہت سی بھول جاتے ہیں۔ ابوبکرؓ نے کہا خدا کی قسم ہماری بھی یہی حالت ہے۔ پس میں اور ابوبکرؓ دونوں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ حنظلہ منافق ہو گیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا اس کا کیا سبب ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ جب ہم آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ہم کو نصیحت فرماتے اور ہمارے سامنے دوزخ و جنت کا ذکر کرتے ہیں تو ہم ایسا محسوس کرتے ہیں۔ گویا دوزخ و جنت کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب آپ کے پاس سے چلے جاتے اور بیوی بچوں زمینوں اور باغوں کے جھگڑوں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو ہم (نصیحت کی) بہت سی باتوں کو بھول جاتے ہیں (یہ سنکر) آپؐ نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم ہمیشہ اس حال میں رہو۔ جس حال میں کہ میرے پاس رہتے ہو اور خدا کی یاد میں لگے رہو تو البتہ تم سے فرشتے مصافحہ کریں۔ تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں پر لیکن حنظلہ یہ ایک ساعت ہے اور ایک ساعت۔ تین بار آپ نے یہ الفاظ فرمائے یعنی ایک ساعت حضور قلب کی ہوتی ہے اور ایک ساعت غفلت و مشاغل دنیا کی اور یہ حالت نفاق کی نہیں ہے۔

ہم سب یہاں اصلاح حال کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ یا رسول اللہؐ کی طرف سے جو حکم آئے اُس کو بلا چون و چرا ماننے کی ہم کو اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمائے یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ دل کتاب و سنت کے تابع ہو جائے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اگر ساری دنیا کے بادشاہ۔ وزراء۔ عقلاء اور سائینسدان اکٹھے ہو کر یہ کہیں کہ تمہارے قرآن میں فلاں فقرہ غلط ہے تو اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ایسا ایمان عطا فرمائے کہ ہم ان سب کو یہ کہہ سکیں کہ تم سب جھوٹے ہو۔ ہمارا اللہ تعالےٰ سچا ہے۔ اگرچہ ہم میں اتنی قابلیت نہیں کہ ہم تم کو سمجھا سکیں۔ اس طرح ایمان بچ سکتا ہے۔ ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے ادھر مرزا صاحب اور ادھر منکر حدیث کھڑے ہیں۔

دین کا منبع کتاب و سنت ہیں۔ اسی لئے حضور نے فرمایا

عَنْ مَالِکِ بْنِ اَنَسٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّۃَ رَسُوْلِہٖ (رواہ فی الموطا)

ترجمہ۔ حضرت بن انس رضؓ سے بطریق مرسل روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان کو مضبوط پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہوگے۔ (وہ دو چیزیں ہیں) اللہ تعالےٰ کی کتاب (قرآن مجید) اور (اس کے رسول کی سنت۔

مَا جِئْتُ بِہٖ میں قرآن مجید اور احادیث دونوں چیزیں آتی ہیں

اب تک جو کچھ میں نے عرض کیا۔ وہ تو علمی نکتہ نگاہ سے عرض کیا ہے۔ اب عملی

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

مجلس ذکر صفحہ ۸ سے آگے

لحاظ سے عرض کرتا ہوں علم اور چیز ہے اور عمل اور چیز۔ مدارس عربیہ میں طلباء دین سمجھ کر آتے ہیں۔ دیندار بن کر نہیں آتے۔ دانستن اور چیز ہے اور داشتن اور چیز۔ دار داشتن سے ہے دیندار کے معنی دین را داشتن۔ دیندار بننے اور عملی رنگ پیدا کرنے کے لئے کسی باعمل اور باخدا کی صحبت کی ضرورت ہے ہے میوہ زمیوہ رنگ گیرد اللہ والوں کی صحبت عالم کو نصیب نہ ہو تو اس کے اندر بھی وہی روحانی امراض ہونگے جو ایک بی اے اور جاہل میں ہوں گے۔ مربی کی صحبت میں ان امراض سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ میرے دو مربی ہیں۔ شجرہ میں دائیں طرف والے حضرت دین پوری اللہ تعالے کے جمال اکمل کے مظہر تھے۔ اور بائیں طرف والے حضرت امروٹی رح اللہ تعالٰی کے جلال اتم کے مظہر تھے۔ حضرت امروٹی رح کا ایک خادم تھا۔ جس کا نام تھا حاجی اللہ وسایا۔ وہ بالکل جاہل تھا۔ اس کا کام تھا مہمانوں کو لنگر سے روٹی لا دینا اور خالی برتن لنگر میں پہنچا دینا۔ حضرت امروٹی رح کی صحبت میں اس کی اصلاح باطن ہو چکی تھی۔ ایک دن ایک شخص نے حضرت رح سے شکایت کی کہ حضرت! دارالحفاظ کے لڑکے کھجوریں توڑ کر کھاتے ہیں حضرت رح نے حاجی اللہ وسایا سے فرمایا۔ اللہ وسایا! ان بدمعاشوں کو پکڑ کر لاؤ تو ان کو سزا دوں۔ وہ بے ساختہ کہتا ہے کہ حضرت! سب سے بڑا بدمعاش تو میں ہوں۔ اس نے حضرت رح کی طبیعت کا رخ پھیر دیا اور حضرت رح خاموش ہو گئے۔ یہ ہے اہل اللہ کی صحبت کا اثر۔ اہل اللہ کی نسل آ رہی ہے۔ ان کی صحبت میں رنگ چڑھ جاتا ہے۔ اس کے لئے عقیدت۔ ادب۔ اطاعت کی ضرورت ہے جو اس طرح ان کی صحبت میں رہے وہ جھولیاں بھر کر لے گئے جو ان سے خالی رہے وہ محروم ہی رہے۔ ع

تہیدستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

حضرت دین پوری رح کا ایک خادم بہت بڑا زمیندار تھا۔ وہ نواب بہاولپور کا دور قریب سے رشتہ دار بھی تھا۔ اس کا نام تھا محمد فاضل خاں۔ حضرت رح کے پاس محمد فاضل خاں کے ایک ہمسایہ نے آکر شکایت کی کہ محمد فاضل خاں نے میری زمین دبالی ہے اس سے واپس دلا دیجئے۔ حضرت رح نے محمد فاضل خاں کو بلایا تاکہ اس کا فیصلہ کیا جائے۔ اس نے جواب میں لکھا کہ حضرت! زمین میری نہیں آپ کی ہے مجھے آنے کی ضرورت نہیں۔ جتنی مانگتا ہے دے دیجئے۔ یہ ہے صحبت کا اثر۔ زمیندار چپہ چپہ زمین کے لیے لڑتے اور مرتے ہیں۔ حضرت رح نے جتنی زمین وہ مانگتا تھا دے دی۔ پھر جن لوگوں نے اس کی موت دیکھی ہے۔ ان کا کہنا ہے۔ کہ اللہ تعالے دشمن کو بھی ایسی موت سے پناہ دے

حضرت امروٹی رح کے ایک خادم نے لنگر کے لیے ان کو کچھ زمین دے دی۔ اس کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء نے حضرت رح سے زمین کا مطالبہ کیا۔ حضرت رح اندر سے دستاویز لائے اور اس کو جلا کر فرمایا۔ جاؤ لے جاؤ۔ میرا یہی قبضہ تھا۔ ایسوں کی صحبت میں رہے اور رنگ نہ چڑھے یہ نہیں ہو سکتا۔ علمی طور پر علماء اور عملی طور پر صوفیاء حامل دین ہیں۔ بعض حضرات جامع بھی ہوتے ہیں۔ جیسے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی۔ وہ ظاہر کے فاضل اجل اور باطن کے کامل اکمل ہیں۔ ان سے پہلے حضرت مولانا انور شاہ رح جامع تھے۔ ان سے پہلے حضرت شیخ الہند رح جامع تھے۔ ان سے پہلے بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم رح جامع تھے۔

اے پنجابیو! تم اندھے ہو تم کیا جانو کہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کیا ہیں حضرت دین پوری رح نے کبھی ایک تقریر نہیں فرمائی۔ مگر ان کی صحبت میں رہنے والوں کو جو معرفت ملے وہ بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔ مولوی حبیب اللہ کے نانا مولانا ابو محمد احمد رح حضرت گنگوہی رح سے بیعت تھے ان سے سب اذکار سیکھے تھے اور اس کے بعد ترک کر دیئے تھے۔ وہ ایک دفعہ دین پور شریف گئے۔ ان کا کہنا ہے کہ بیر نالہ کے پاس ہی پہنچا تھا کہ سب لطائف کھل گئے۔

اللہ تعالے مجھے اور آپ کو اس رنگ کا رنگین بنائے اور میری اور آپ کی شرح صدر ہو جائے۔ تاکہ دین کے کسی معاملہ میں شک نہ رہنے پائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

مجلس ذکر

منعقدہ یکم جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۳ر جنوری سنہ ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰنا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

تلقین محاسبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ حلقۂ ذکر ان احباب کے لئے منعقد ہوتا ہے۔ جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنی اصلاح باطن کا شوق عطا فرما رکھا ہے۔ اگر یہاں اصلاح باطن نہ ہوئی تو مرنے کے بعد قبر جہنم کا گڑھا بن جائے گی۔ باطنی امراض کا ذکر قرآن مجید اور احادیث میں آتا ہے۔ علوم دینیہ کے فارغ التحصیل کو ان امراض سے عبور ہوجاتا ہے۔ تنبہ نہیں ہوتا۔ تنبہ ہادی کی صحبت میں ہوتا ہے پھر انسان کے اندر بصیرت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس طرح جسمانی بیماریاں کئی قسم کی ہیں۔ مثلاً بخار۔ درد سر۔ کی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ مریض طبیب حاذق کے پاس جاتا ہے تو وہ بتلاتا ہے کہ یہ فلاں قسم کا بخار ہے۔ مریض کو پتہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح روحانی بیماریاں بھی کئی قسم کی ہیں۔ اہل علم کو ان امراض کا علم تو ہوتا ہے۔ مگر علم کے باوجود عملی طور پر اصلاح نہیں ہوتی۔ اہل علم کو اہل اللہ کی صحبت میں اصلاح کی توفیق ہوتی ہے۔ میں اسی کٹھیالی سے ڈھل کر نکلا ہوں۔ مجھے بھی ان امراض باطنی سے پہلے واقفیت نہ تھی۔ قرآن مجید اور احادیث میں ان سے عبور کر چکا تھا اللہ تعالےٰ میرے دونوں مربیوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ ان کی صحبت نصیب ہوئی تو انہوں نے تنبہ فرمایا یہ ایک مستقل فن ہے۔ اللہ کے قلب کے ساتھ عقیدت ادب اور اطاعت کی تین تاروں کے ذریعہ تعلق قائم ہو جائے تو ان کی صحبت میں امراض روحانی سے شفا ہو جاتی ہے۔ ان تاروں کے بغیر رحمۃ للعلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں رہنے والے مسجد نبوی میں نمازیں پڑھنے والے دنیا سے محروم ہی گئے۔ ان بدبختوں کے حق میں ارشاد باری ملاحظہ ہو۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (سورۃ التوبہ رکوع ۱۰ پ ۱۰)

ترجمہ :- تو ان کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ۔ اگر تو ان کے لئے ستر دفعہ بھی بخشش مانگے گا تو بھی اللہ انھیں ہرگز نہیں بخشے گا۔

تعلیم جدید والے تو اس معاملہ میں بالکل کورے ہیں۔ ادھر امراض روحانی سے عبور بھی نہیں ہوتا۔ ان کے ہاں ان امراض کی تلاش ایسی ہے۔ جیسے کوئی کیکر پر چڑھ کر بیر تلاش کرے۔ علوم دینیہ پڑھنے والوں کو ان امراض کا فقط علم ہی حاصل ہوتا ہے۔ میں نے بھی تفسیر جلالین پڑھی تھی۔ مگر ان امراض سے تنبہ تب ہوا۔ جب اللہ تعالےٰ نے ہادی کی صحبت نصیب فرمائی۔ دعا کیجئے میں آپ کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ انانیت سے مجھے بچائے۔ حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اللہ کا نام سکھانے کی سند دی ہوئی ہے۔ جس کو میں نے شیشہ میں جڑوا کر رکھا ہوا ہے۔ وہ اکثر سند نہیں دیا کرتے تھے۔ ان کی زندگی میں جن کو استطاعت ہوتی تھی۔ میں ان کو ان کے ہاں بھجوایا کرتا تھا۔ چوہدری خدا بخش صاحب نکھوڈیر کے ایک بڑے زمیندار ہیں۔ اب بھی زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سلامت رکھے۔ ان کو میں نے حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھیجا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے ہاتھ مجھے لکھ کر ارشاد فرمایا کہ بیٹا میں نے ان کو اللہ کا نام اتنا بتلا دیا ہے آگے تم بتلا دینا۔ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ میں ان کے لئے ان کا شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتا۔ ان میں سے ایک نعمتِ صالح اولاد ہے۔ مولوی حبیب اللہ میرا بڑا لڑکا ابھی پڑھتا تھا کہ اس نے حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط لکھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے عالم باعمل بنائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ اگر میری زندگی رہی تو میں تمہاری تربیت کروں گا۔ ورنہ اپنے والد سے اپنی تربیت کرانا۔ میں نے یہ خط بھی شیشہ میں جڑوا کر رکھا ہوا ہے۔

میری آج کی تقریر کا عنوان ہے تلقین محاسبہ۔

یہاں روحانی اور جسمانی نظام متوازی چل رہے ہیں۔ جسمانی امراض میں بیمار طبیب سے علاج کرواتا ہے تو اس کے بعد اپنا محاسبہ کرتا ہے کہ علاج شروع کرنے سے پہلے کیا حالت تھی [illegible] کیا حالت ہے۔ مثلاً پہلے رات کو نیند بالکل نہیں آتی تھی۔ اب دو گھنٹہ نیند آ جاتی ہے۔ پہلے کھانے کو دل نہیں کرتا تھا اگر کھا لیتا تو ہضم نہیں ہوتا تھا۔ اب بھوک بھی لگتی ہے اور یخنی اور ایک دو کپ چائے پی لیتا ہے۔ طبیب کہے یا نہ کہے مریض کو پتہ چلتا ہے کہ طبیعت رو بصحت ہے یا نہیں۔ روحانی امراض میں بھی محاسبہ کیا کیجئے۔ کہ جب اللہ اللہ نہیں سیکھا تھا۔ تو کیا حالت تھی اور اب کیا حالت ہے۔ مثلاً پہلے اگر بدی سے محبت تھی اور نیکوں سے نفرت تھی۔ اور اب بدی سے نفرت اور نیکوں سے محبت ہے تو سمجھئے کہ روحانی صحت رو باصلاح ہے۔ پہلے تخلیہ میں بیٹھنا شاق گزرتا تھا۔ اب تنہائی میں لذت آتی ہے اور دل چاہتا ہے۔ کہ ہمارے پاس کوئی نہ آئے۔ اگر آئے تو

دل چاہتا ہے کہ جلدی اُٹھ کر چلا جائے شرافت کی وجہ سے زبان سے نہیں کہتے مگر دل یہی چاہتا ہے کہ جلدی چلا جائے تقسیم سے پہلے بعض لوگ امرتسر بیساکھی اور میلہ مویشیاں دیکھنے جایا کرتے تھے۔ اب بھی دور دور لوگ میلے دیکھنے جاتے ہیں۔ بعض ننڈیوں کا مجرا دیکھنے کے لئے جاتے ہیں۔ اب اگر میلوں کا شوق نہیں رہا اور اللہ اللہ کرنے والی جماعت میں شامل ہونے کا شوق ہے تو سمجھئے روحانی صحت بحال ہو رہی ہے۔ پہلے حلال حرام کی تمیز نہ تھی۔ اب احساس پیدا ہو گیا ہے۔ مشتبہ مال کھایا اور نماز میں لذت نہ آئی تو پتہ چلتا ہے کہ یہ مشتبہ مال کا اثر ہے۔

نفس کو ملامت کرنے کے لیے ایک سائن بورڈ بنا لیجئے۔ اس میں تمام وہ گناہ درج ہوں جو عمر بھر میں کئے تھے نفس کو سمجھایا کیجئے کہ اگر تیرے یہ گناہ لوگوں کو معلوم ہو جائیں تو کوئی تیرے منہ پر تھوکنا بھی پسند نہ کرے۔ اب تو بڑا پاکباز بنتا ہے۔ میں نے بھی سائن بورڈ بنا رکھا ہے۔ یہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ وہ اپنی لغزشوں کو معافی ملنے کے بعد بھی فراموش نہیں فرماتے۔

آدمؑ سے بہشت میں ایک درخت کا پھل کھانے سے جو غلطی ہوئی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے اس کی معافی بھی دے دی۔ قرآن [illegible] میں اس کے متعلق اعلان ہے

فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (سورۃ البقرہ رکوع ۴۔ پ۱)

ترجمہ:۔ پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات حاصل کئے۔ پھر اس کی توبہ قبول فرمائی۔

لیکن پھر بھی قیامت کے دن وہ اس غلطی کو یاد کرکے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر شفاعت کبریٰ کرنے سے انکار فرمائیں گے اسی طرح نوح علیہ السلام بھی نافرمان بیٹے کے متعلق اپنی درخواست کو یاد کرکے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونے سے انکار فرمائیں گے۔ حالانکہ وہ لغزش معاف بھی ہو چکی ہے۔ اس طرح عُجب۔ کبر۔ حسد وغیرہ روحانی امراض سے شفا ہو جائے گی۔ ہر نیکی کو اللہ تعالےٰ کا فضل سمجھنے کی توفیق ہے تو سمجھئے مرض عُجب نکل گیا ہے جو محاسبہ کرتا ہے آہستہ آہستہ اس کی اصلاح بھی ہو جاتی ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ کے نام سے اللہ والوں سے

[illegible] اور اللہ اللہ کرنے والی جماعت سے محبت ہے تو سمجھئے اصلاح باطن ہو رہی ہے اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنا محاسبہ کرنے اور دنیا سے خالق اور مخلوق دونوں سے تعلق درست کرکے چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

ران ستر میں شامل ہے

حضرت جرہد بن خویلد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ ران (بھی) ستر میں شامل ہے۔ (یعنی اس کا کھولنا جائز نہیں) سنن ابی داؤد

ران کا حصہ چھپانا ضروری ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہدایت فرمائی کہ اے علی ! اپنی ران نہ کھولو اور کسی زندہ یا مردہ آدمی کی ران کی طرف نظر نہ کرو۔ سنن ابی داؤد

مجلس ذکر الٰہی

مورخہ ۸ر جمادی الاخریٰ ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۰ر جنوری ۱۹۵۷ء

قرآن مجید سے مستفید ہونے کیلئے خوفِ خدا کی ضرورت ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

امابعد میں پہلے آپ سے عرض کیا کرتا ہوں کہ ہم یہاں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہماری یہ غرض پوری فرما دے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ ہم اس کے احکام پر عمل کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ ہمیں بھٹکنے سے بچائے آمین یا الٰہ العالمین۔ کئی اللہ تعالیٰ کے بندے نام تو اسلام کا لیتے ہیں۔ لیکن راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے راستے کی طرف آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا الآیہ (سورہ العنکبوت رکوع ۷ پ ۲۱)

ترجمہ۔ اور جنہوں نے ہمارے لئے کوشش کی ہم انہیں ضرور اپنی راہیں دکھا دیں گے۔

یہ اعلان باری تعالیٰ صاف ظاہر کرتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے یا اس کو راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی ضرور بالضرور رہنمائی فرماتے ہیں۔ اس آیت میں زور دار کلمہ یہ ہے لَنَهْدِيَنَّهُمْ کہ ہم ضرور بالضرور ان کی رہنمائی فرمائیں گے۔ یہاں جمع ہونے میں ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کا پروگرام قرآن مجید کی شکل میں نازل فرما دیا ہے۔ اس پروگرام یعنی قرآن مجید پر عمل وہم و گمان کی بنا پر نہ ہو بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ہو۔

مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر پورا بھروسہ ہے کہ میرے احباب نے اس پروگرام پر عمل کرنے کے لئے جتنا قدم اٹھایا ہوگا اللہ تعالیٰ نے اتنی ہی ان کو اسی طرف رہنمائی فرمائی ہوگی۔ جو اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر نہیں آئے۔ وہ نام تو اسلام کا لیتے ہیں مگر کام اور ہیں ان کو راہ راست اور کام درست نہیں نظر آتا ہے۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ راضی اس سے سب راضی۔ جس سے اللہ تعالیٰ ناراض۔ اس سے سب ناراض۔ اس کی تفصیل حدیث شریف میں آئی ہے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ فَقَالَ إِنِّيْ أُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ قَالَ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ ثُمَّ يُنَادِيْ فِي السَّمَاءِ فَيَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْأَرْضِ وَإِذَا أَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ فَيَقُوْلُ إِنِّيْ أُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضْهُ قَالَ فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيْلُ ثُمَّ يُنَادِيْ فِيْ أَهْلِ السَّمَاءِ إِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضُوْهُ قَالَ فَيُبْغِضُوْنَهُ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِي الْأَرْضِ (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خداوند تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ پھر جبرئیل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور آسمان میں اعلان کر دیتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت رکھتا ہے۔ تم بھی اس سے محبت کرو۔ اور آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر اس بندہ کے لئے زمین میں بھی قبولیت رکھی جاتی ہے۔ اور خداوند تعالیٰ جب کسی بندہ سے بغض رکھتا ہے۔ تو جبرئیل کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے بغض رکھتا ہوں۔ تو بھی اس سے بغض رکھ۔ جبرئیل بھی اس سے بغض رکھتے اور آسمان میں اعلان کر دیتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ فلاں شخص سے بغض رکھتا ہے۔ تم بھی اس سے بغض رکھو۔ اور آسمان والے بھی اس سے بغض رکھتے ہیں اور پھر اس کے لئے زمین میں بھی بغض رکھا جاتا ہے۔

میری آج کی تقریر کا عنوان ہے۔ "قرآن سے مستفید ہونے کے لئے خوف خدا کی ضرورت" ہے۔ یہ مضمون قرآن مجید کی اس آیت سے لیا ہے۔

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ (سورہ قٓ۔ رکوع ۳ پ ۲۶)

ترجمہ۔ پھر آپ قرآن سے اس کو نصیحت کیجئے جو میرے ڈراوے سے ڈرتا ہو۔

دنیا میں تعمیل احکام محبت یا خوف کی بنا پر کی جاتی ہے۔ ماں محبت کی بنا پر بچے کے ہر حکم کی تعمیل کرتی ہے۔ بچہ جو چیز مانگتا ہے ماں اس کو مہیا کر دینے کی کوشش کرتی ہے۔ کبھی آپ نے یہ تماشا بھی دیکھا ہوگا کہ بچہ اماں اماں کہتا جاتا ہے اور ماں بھی جی کہتی رہتی ہے اور یہ تماشا بعض اوقات پندرہ بیس منٹ تک ہوتا رہتا ہے۔ ماں یہ نہیں کہتی کہ کیوں دماغ کھا رہے ہو۔ یہ محبت کا تقاضا ہے جس کو ماں پورا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعض ایسے بندے بھی ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب سمجھ کر اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ یہ انبیاء علیہم السلام اور اونچے درجے کے اولیاء کرام ہوتے ہیں۔ بعض اولیاء کرام فرماتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں نہ دوزخ کا ڈر ہے اور نہ جنت کی طمع ہے۔ ہمیں تو تیری رضا مطلوب ہے تو جہاں رکھے ہم راضی ہیں۔ [illegible] سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ میں ڈال دے۔ یہ محبت کی بنا پر ہوتا ہے

عامۃ الناس خوف سے اللہ تعالےٰ کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ وہبی طور پر احکام الٰہی کی تعمیل کی توفیق مل جائے تو یہ اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہے۔ ورنہ کسبًا یہ ملکہ پیدا کرانا پڑتا ہے۔ اللہ کے پاک نام کی برکت سے دنیا کی واہ واہ کا خیال دل سے نکل جاتا ہے۔ اس کے لئے صحبت کی ضرورت ہے اور اولیاء کرام کا شجرہ اسی لئے ہوتا ہے۔ سندھ میں ایک بزرگ تھے۔ اس وقت میری عمر ۱۰/۱۱ سال کی تھی اور ان کی ۷۰ سال کی۔ بعد میں جب میں نے ان کے حالات سنے تو معلوم ہوا کہ اولیاء کرام میں سے تھے۔ ان کے ایک خادم کے ذمہ ایک ہندو کا قرضہ تھا اس نے ان سے سفارش کے لئے عرض کی یہ بزرگ ہندو کے پاس تشریف لے گئے اور سفارش فرمائی۔ مگر ہندو نہ مانا۔ اس سے ان کو تکلیف ہوئی۔ انہوں نے کھانا نہیں کھایا۔ آپ نے نہیں کھایا تو جماعت نے بھی نہیں کھایا۔ سب نے نہیں کھایا تو سواری کے گھوڑوں نے چارہ نہیں کھایا پھر جب راضی نامہ ہوا تو شیخ نے کھایا تو سب جماعت نے کھایا۔ پھر گھوڑوں نے بھی چارہ کھایا۔ یہ ہے صحبت کا اثر۔ میرے حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کے سندھ میں چار خلیفہ تھے۔ ان میں سے تین انتقال فرما گئے ہیں۔ ایک اعلیٰ حضرت ہالیجو والے زندہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو سلامت رکھے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا عکس سب سے زیادہ حضرت مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ پر تھا۔ وہ یہاں بھی تشریف لائے تھے اور آپ میں سے اکثر احباب نے ان کی زیارت بھی کی ہوگی۔ ان کو حضرت رح سے عشق تھا۔ ساری عمر گھر بار چھوڑ کر حضرت رح ہی کی خدمت میں رہے۔ کبھی کبھی چند دن کے لئے گھر جاتے اور پھر حضرت رح کی خدمت میں واپس آ جاتے انہوں نے ایک دفعہ مجھ سے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ وہ اور حضرت رح گھوڑیوں پر رات کے وقت سفر کر رہے تھے۔ وہ ادب کے خیال سے حضرت رح سے آگے گھوڑی نہیں بڑھاتے تھے۔ جب صبح صادق کا وقت قریب آیا تو میں نے اپنی گھوڑی کو حضرت رح کی گھوڑی سے تیز چلایا تاکہ صبح کی نماز پانی پر پہنچ کر پڑھیں۔ جب میری گھوڑی حضرت کی گھوڑی سے زیادہ دو قدم نکل جاتی تو دونوں ہنہناتیں۔ حضرت رح نے یہ دیکھ کر فرمایا عبدالعزیز تمہیں پتہ ہے کیا ہو رہا ہے

پھر خود ہی فرمایا کہ دونوں سواروں کے آپس کے تعلق کا عکس گھوڑیوں پر بھی پڑ رہا ہے اور وہ بھی ایک دوسرے کی جدائی کو برداشت نہیں کرتیں۔ اہل اللہ کی صحبت کا یہ اثر ہوتا ہے کہ بے ساختہ طبائع میں انس پیدا ہو جاتا ہے اور شیخ کی طرح طالب بھی طیب خاطر سے متبع شریعت ہو جاتا ہے۔

خوف خدا ہو تو شریعت کا اتباع کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ سورۃ الانعام رکوع ۶ پ ۷ کی ایک آیت سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے

وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ

ترجمہ۔ اور اس قرآن کے ذریعہ سے ان لوگوں کو ڈرا جنہیں اس کا ڈر ہے کہ وہ اپنے رب کے سامنے جمع کئے جائیں گے۔ اس طرح پر کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار اور سفارش کرنے والا نہ ہوگا۔ تاکہ وہ پرہیزگار ہو جائیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (سورہ النزعت رکوع ۲ - پ ۳۰)

ترجمہ۔ اور لیکن جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا۔ اور اس نے اپنے نفس کو بری خواہش سے روکا۔ سو بے شک اس کا ٹھکانہ بہشت ہی ہے۔

خوف خدا سے ایمان اور ایمان سے اسلام پیدا ہوتا ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اسلام کی ماں ایمان ہے اور ایمان کی ماں خوف خدا ہے۔

اللہ والوں کی صحبت میں حرصیں مر جاتی ہیں۔ صحبت نصیب نہ ہو تو سب کچھ ریا کے لئے کرتے ہیں۔ ریا شرک ہے۔ گھونٹ کر کوئی نہیں پلاتا۔ صحبت میں آہستہ آہستہ رنگ چڑھ جاتا ہے بعض کپڑے ایک دفعہ دھونے سے صاف ہو جاتے ہیں۔ بعض کو کئی بار بھٹی چڑھانا پڑتا ہے۔ پھر صاف ہوتے ہیں۔ اسی طرح طالب کی اپنی استعداد باطنی کے مطابق صحبت کی مدت ہوتی ہے کامل بعض کو پانچ منٹ حجرہ میں بٹھا کر مجاز بنا دیتے ہیں۔ بعض کچھ دنوں بعد اور بعض کو برسوں کی مدت میں بھی کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ایسا خوف عطا فرمائے کہ کوئی قدم بھی اللہ تعالےٰ کی مرضی کے خلاف اٹھنے نہ پائے اور خوف خدا کی برکت سے ہر طرح کی نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العلمین۔

مجلسِ ذکر

منعقدہ جمعرات مورخہ ۱۵ جمادی الاخری ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:-

صحت جسمانی کی طرح صحت روحانی کا بگڑنا اور سنبھلنا مرتے دم تک رہتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد آج کی معروضات کا عنوان ہے صحت جسمانی کی طرح صحت روحانی کا بگڑنا اور سنبھلنا۔ مرتے دم تک رہتا ہے۔ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ شائد ہی کوئی ایسا شخص ہو۔ جس کو کوئی عارضہ نہ ہو۔ کسی کو نزلہ کی شکایت ہے۔ کسی کو زکام ہے۔ کسی کے سر میں درد ہے کسی کو بخار۔ اور کسی کو پیٹ میں درد کی شکایت ہے۔ غرض یہ کہ ہر شخص کو کوئی نہ کوئی عارضہ لگا رہتا ہے۔ گویا صحت جسمانی بگڑتی اور سنبھلتی رہتی ہے۔ بعینہٖ اسی طرح صحت روحانی بھی بگڑتی اور سنبھلتی رہتی ہے۔ ایک حدیث میں اس کا ذکر آتا ہے

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ بَنِیْ آدَمَ خَطَّاءٌ خَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ (رواہ الترمذی وابن ماجہ) دارمی

(ترجمہ) انسؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ سب انسان (انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنٰی ہیں)۔ خطا کار ہیں اور اچھے خطا کار وہ ہیں۔ جو (گناہ کے بعد) توبہ کرنے والے ہیں۔

اور سنئے

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَاِنْ عَادَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً (رواہ الترمذی وابوداؤد)

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے بخشش مانگی۔ اس نے (گناہ پر) اصرار نہیں کیا۔ اگرچہ وہ ایک دن میں ستر دفعہ اس گناہ کو کرے

اللہ تعالٰے اپنے پرہیزگار بندوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی بیان فرماتے ہیں:-

وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ○

(ترجمہ اور اپنے کئے پہ وہ اڑتے نہیں اور وہ جانتے ہیں)

اللہ تعالٰے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منشاء نہیں ہے کہ انسان سے گناہ سرزد ہی نہ ہوں بلکہ ان کا یہ منشاء ہے کہ اگر گناہ ہو جائے تو پھر اس پر ضد نہ کرے اور فوراً توبہ کرکے اپنا معاملہ اللہ تعالٰے سے صاف کرلے

توبہ کی قبولیت کے لئے تین شرطیں ہیں۔ ۱۔ جو گناہ ہو چکا اس پر ندامت اور پشیمانی۔ ۲۔ آئندہ اس گناہ کے نہ کرنے کا مصمم ارادہ۔ ۳۔ اس گناہ سے فوری دستبرداری

اگر ایک شخص دن میں ستر مرتبہ ان شرائط کو پورا کرکے توبہ کرے گا۔ تو ہر بار اس کی توبہ قبول ہو جائے گی اور ہر دفعہ اس کا گناہ معاف ہو جائے گا۔

مثلاً ایک شخص اس کے پاس آیا۔ اور اس نے کسی دوسرے شخص کی غیبت کی۔ اس نے بھی اس کے متعلق کچھ کہہ دیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد طبیعت میں ندامت ہوئی کہ خواہ مخواہ نامۂ اعمال سیاہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد دوسرا شخص آ گیا اور اس نے کسی اور کا گلہ شکوہ شروع کر دیا۔ اس نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملا دی۔ اس کے جانے کے بعد پھر ندامت ہوئی۔ اس طرح اگر انسان ایک دن میں ستّر مرتبہ بھی غلطی کرتا رہے اور توبہ کرتا رہے تو اللہ تعالٰے اس کو معاف فرماتے رہیں گے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام نے غیبت کے متعلق دریافت کیا کہ اگر وہ عیب اس شخص میں موجود ہو تو بھی غیبت ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ تبھی تو غیبت ہے۔ اگر وہ عیب اس میں نہ ہو تو یہ اس پر بہتان ہے۔

روحانی صحت کے بگڑنے کے یہ معنی ہیں کہ گناہ ہوا اور خدا کو ناراض کر بیٹھے۔ سنبھلنے کے یہ معنی ہیں کہ گناہ کا احساس ہوا اور توبہ کرلی اس طرح اللہ تعالیٰ کو پھر راضی کر لیا۔ اس دور میں جس میں ہم جا رہے ہیں۔ شاید ہی کسی کی جسمانی صحت درست ہو۔ بد دیانتی عام ہے۔ ہر چیز میں کھوٹ ملایا جاتا ہے۔ پرسوں ہی اخبار میں آیا تھا کہ باغبانپورہ میں دو شخص پکڑے گئے جو دودھ پتھری پیس کر آٹے میں ملا رہے تھے۔ آٹا خالص نہیں ملتا دودھ خالص نہیں ملتا۔ مرچ ہلدی نمک وغیرہ کوئی چیز خالص نہیں ملتی۔ جب خورد و نوش کی چیزوں میں اینٹیں اور پتھر ملائی جائیں گی تو اس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ شاید ہی کسی شخص کی جسمانی صحت درست ہو۔ چپہ چپہ پر حکیموں اور ڈاکٹروں کی دکانیں اس مسجد کے پاس ہی ایک طرف حکیم ظفراللہ صاحب ہیں تو ان کے ساتھ ڈاکٹر ظفرالحق صاحب ہیں۔ دوسری طرف حکیم محمد احمد صاحب ہیں تو پاس ہی ڈاکٹر اکرام الدین صاحب ہیں اسی طرح صحت روحانی بھی شائد ہی کسی کی درست ہو۔ اس کا سبب یہی بددیانتی ہے۔ حرام کھانے سے اول تو عبادت کی توفیق ہی سلب ہو جاتی ہے۔ اگر کرے گا تو قبول نہ ہوگی۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اگر پیالہ میں کتا منہ ڈال دے اور اس میں آپ کسی مسلمان کو دودھ ڈال کر

باقی صفحہ ۱۸ پر

بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۸ سے آگے:-

ہیں۔ اگر اس کو اس کا پتہ ہے۔ تو وہ ہرگز نہ پیئے گا۔ ظرف پلید ہو اور مضروب پاک تو آپ قبول نہیں کرتے دودھ مضروب ہے اور وہ پاک ہے۔ پیالہ ظرف ہے اور وہ ناپاک ہے۔ اللہ تعالیٰ حرام خور کی دعا کو کس طرح قبول فرمائے دعا کے کلمات تو پاک ہیں۔ مگر جس ظرف (زبان) سے ادا ہو رہے ہیں۔ وہ ناپاک ہے۔ اس لیئے اللہ تعالےٰ دعا قبول نہیں فرماتے اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملاحظہ ہو

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّباً (الحدیث) (رواہ مسلم)

ترجمہ:- ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ نہیں قبول کرتا مگر پاک چیز کو۔

صحت روحانی گناہوں سے بگڑتی ہے۔ اطبائے یونان جب اپنی ادویات کی فہرست شائع کرتے ہیں تو اس کے ٹائیٹل پیج پر لکھا کرتے ہیں لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ (ہر مرض کی دوا (موجود) ہے) جس طرح امراض جسمانی میں موت کے سوا ہر مرض کا علاج ہے۔ اسی طرح صحت روحانی بگڑ جائے تو اس کا بھی علاج ہے۔ بشرطیکہ مسخ نہ ہو گیا ہو۔ مسخ ہونا یہ روحانی موت ہے۔ جسمانی امراض کے معالج اطبا اور ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہیں۔ روحانی امراض کے معالج اولیاء کرام ہوتے ہیں۔ بادشاہوں کے ساتھ ہر وقت ڈاکٹر رہتے ہیں۔ بڑے آدمیوں کے فیملی ڈاکٹر ہوتے ہیں۔ وہ ہر چیز اس کے مشورہ سے کھاتے ہیں اس لیئے ان کی جسمانی صحت ٹھیک رہتی ہے۔ اسی طرح شیخ کامل کی صحبت میں روحانی صحت کے بگاڑ کا پتہ لگتا ہے۔

میرے دادا پیر اور آپ کے پڑدادا پیر حافظ محمد صدیق صاحب رح بھرچونڈی شریف کے ہاں دنیا داروں اور تربیت یافتہ جماعت کے نذرانے علیحدہ رکھے جاتے تھے تربیت یافتہ جماعت کے نذرانے تھوڑے ہوتے تھے۔ یہ اللہ اللہ کرنے والی جماعت کو کھلاتے تھے۔ ان کو جو کچھ کھانے کو ملتا تھا اس کو وہ تارے پلاؤ کہا کرتے تھے۔ یعنی وہ بھات اتنا پتلا ہوتا تھا۔ کہ رات کو اس میں سے ستارے نظر آتے تھے۔ دنیا داروں کے نذرانے جمع رہتے تھے۔ ان کو اس میں سے کھلاتے تھے۔ ان کو چاولوں پر شکر اور گھی ڈال کر بھی دیا جاتا تھا۔ لانگری کو حکم تھا۔ کہ انگلیوں کو اگر کھانڈ لگی ہوئی ہو تو وہ اُن کو دھو ڈالے۔ چاٹنے کی اجازت نہ تھی۔ جماعت کے کسی آدمی کو ان کا بچا ہوا کھانا بھی کھانے کی اجازت نہ تھی۔ وہ بھنگیوں کو دیا جاتا تھا۔ حضرت دین پوری رح کے ہاں بھی یہی حال تھا دس سیر چاول میں ایک من پانی ڈالا جاتا تھا۔ پھر اس میں نمک بھی نہ ہوتا تھا۔ وہ بھی صرف ایک پیالہ ملتا تھا۔ ایک پیالہ پینے کے دو تین گھنٹہ بعد پیشاب آیا اور طبیعت بالکل صاف ہو گئی۔ اٹھ کر تہجد شروع کر دی۔

شیخ کامل روحانی ڈاکٹر ہوتا ہے۔ روحانیت میں بھی قبض اور بسط ہوتی ہے۔ شیخ کامل کے سامنے آنے سے ہی بعض اوقات قبض دور ہو جاتی ہے اور طبیعت میں انشراح پیدا ہو جاتا ہے۔ قبض یہ ہے کہ عبادت میں لذت نہیں رہتی۔ جب یہ حالت دور ہو جائے۔ اور عبادت میں لذت آنے لگے تو اس کو بسط کہتے ہیں۔ صحت روحانی کے بگڑنے کے کئی سبب ہوتے ہیں۔ مثلاً حرام کھانا کسی پر بیجا تشدد اور ظلم وغیرہ۔ شیخ کامل امراض روحانی کی تشخیص بھی کرتے ہیں اور وہ بگڑی ہوئی روحانی صحت کو درست کرنے کا طریقہ بھی بتلاتے ہیں۔

میرے پاس بعض احباب اپنی مخصوصی تربیت کے لیئے آتے ہیں۔ ان کو میں بازار کا گھی۔ گوشت اور گوجروں کا دودھ چھڑوا دیا کرتا ہوں۔ بلکہ ان کو کہا کرتا ہوں کہ ہر وقت باوضو رہو اور روٹی خود پکا کر کھاؤ۔ آٹا میں لا دوں گا ایک دفعہ ایک مولوی صاحب رمضان شریف میں آئے تھے۔ میں نے ان کو ایک شہد کی بوتل دے دی اور کہا کہ اس سے ہی روٹی کھایئے۔ انھوں نے سارا رمضان اسی سے روٹی کھائی۔ ایک دن میرا دل چاہا کہ آج ان کو خربوزہ کھلائیں۔ میں خود خربوزہ لینے کے لیئے بازار گیا۔ اکثر دکانوں پر خربوزے گندے تھے۔ آپ گندے ان کو کہتے ہیں جو بظاہر گلے سڑے ہوں۔ میں ان کو گندہ کہتا ہوں۔ جو روحانی لحاظ سے گلے سڑے ہوں۔ بلآخر ایک دکان سے ایک خربوزہ مل گیا جو میں نے لا کر ان کو دے دیا۔ بد دیانتی حرام خوری اور ظلم و تشدد کے باعث بے دینی عام ہے۔ روحانی صحت بگڑ جائے تو توبہ کرنے سے سنبھل جاتی ہے۔ اس کے متعلق حضورؐ فرماتے ہیں

عن بلال بن یسار بن زید مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال حدثنی ابی عن جدی انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من قال استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ غفرلہ وان کان قد فر من الزحف۔ (رواہ الترمذی و ابوداؤد)

ترجمہ:- بلال بن یسار بن زید کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے۔ اور ان سے بیان کیا ان کے والد نے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ کہے بخش دیئے جاتے ہیں اس کے گناہ اگرچہ وہ بھاگا ہو جہاد سے

حضورؐ کو روحانی صحت کے بگڑنے کا علم تھا۔ اس لیئے اس حدیث میں اس کا علاج بیان فرما دیا۔ دوسرا ارشاد ملاحظہ ہو۔

عن عبد اللہ ابن مسعود رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ (رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ:- عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گناہ سے توبہ کرنے والا شخص ایسا پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ جیسا کبھی اس نے گناہ ہی نہیں کیا۔

جس پر ہر وقت ڈاکٹر مسلط ہوا اس کی جسمانی صحت عموماً نہیں بگڑتی۔ روحانی صحت میں بھی یہی ہوتا ہے۔ جو شیخ کامل کی صحبت میں رہتے ہیں جو وہ کھلائیں وہ کھائیں۔ جن چیزوں سے منع کریں ان سے پرہیز کریں۔ ان کی روحانی صحت نہیں بگڑتی۔ حضرت دین پوری رح کے بعض خدام ان سے دور نہیں جاتے تھے۔ کیونکہ دور جانے سے ان کی روحانی صحت بگڑ جاتی تھی۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنی روحانی صحت کے درست رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اگر کبھی بگڑ جائے تو توبہ و استغفار سے اس کو بحال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ گناہوں پر اصرار سے بچائے۔ آمین یا الہ العالمین

مجلس ذکر

منعقدہ جمعرات مورخہ ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۴ جنوری ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

امراض روحانی کا علاج

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفےٰ — اما بعد میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ اس اجتماع کا مقصد یہ ہے کہ میں احباب کو ان کی ذمہ داری کی طرف توجہ دلاؤں۔ طالب اور شیخ دونوں کے ذمہ کچھ فرض عائد ہوتا ہے۔ میں اپنی ذمہ داری کو اچھی طرح سمجھتا ہوں اور اس سے سبکدوش ہونے کے لئے احباب کی رہنمائی کے لئے کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ یہ میرے فرائض عینیہ میں سے ہے آپ کا فرض ہے کہ جو کچھ میں عرض کروں اس کو لوح دل پر لکھ کر لے جائیں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ طالب عقیدت ادب اور اطاعت کی تین تاروں سے شیخ کامل سے وابستہ ہو تو اس کو فائدہ ہوتا ہے۔ ان میں سے اگر ایک تار بھی کٹ جائے تو طالب کی تربیت کا سلسلہ رک جاتا ہے۔

انسان دو چیزوں کا مجموعہ ہے۔ ا۔ روح ۲۔ جسم۔ دونوں کی بیماریاں الگ الگ ہیں جس طرح بعض جسمانی بیماریاں مہلک ہوتی ہیں۔ مثلاً تپ دق۔ اسی طرح بعض روحانی بیماریاں بھی مہلک ہوتی ہیں۔ جسمانی بیماریوں کے معالج اطبا اور ڈاکٹر اور روحانی بیماریوں کے معالج انبیاء علیہم ہوتے ہیں۔ ان کے بعد ان کے دروازے کے غلام معالج ہوتے ہیں۔ عام طور پر روحانی بیماریوں کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ ہادی کی صحبت میں آنے کے بعد ان کا احساس ہوتا ہے۔ اگر ان سے شفایاب ہو کر دنیا سے نہ گئے تو یہ روحانی بیماریاں قبر میں بھی تڑپائیں گی۔ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہے۔ اس دن بھی یہ ساتھ ہونگی۔ اور اس کے بعد جہنم میں بھی ساتھ جائیں گی اگر ایمان بچ رہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جہنم سے نکل کر جنت میں پہنچ جائیں گے۔ ایسی خطرناک بیماریوں کا احساس بہت کم ہے۔ جسمانی بیماریاں مرنے کے بعد فوراً ختم ہو جاتی ہیں۔ رات کو تپ دق کا مریض ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ صبح دم نکل گیا۔ ساری تکلیف ختم ہو گئی۔ ان کا تو اتنا احساس ہے۔ کہ ایک منٹ کے لئے بھی مریض کو بلا علاج نہیں رہنے دیا جاتا۔ ان کے معالج بھی بے شمار ہیں۔ ہمارے سامنے سو قدم کے اندر اندر دو ڈاکٹر اور دو حکیم ہیں۔ لیکن افسوس صد افسوس روحانی امراض کا عام طور پر احساس تک نہیں ہے۔ ان کا تذکرہ تو کتاب و سنت میں آتا ہے۔ اہل علم حضرات مدارس عربیہ میں ان سے اس طرح عبور کر جاتے ہیں۔ جس طرح مسافر خیبر میل میں رات کو راوی۔ چناب۔ جہلم۔ اٹک سب دریاؤں کو عبور کہ جاتا ہے۔ اور پتہ بھی نہیں لگتا کہ کب دریا گزر گئے۔ عامۃ الناس اور انگریزی دانوں کو تو روحانی بیماریوں کا علم بھی نہیں ہوتا

آج میں تین روحانی بیماریوں کا علاج عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وہ تین بیماریاں یہ ہیں۔ ا۔ عجب۔ ۲۔ کبر۔ ۳۔ حسد۔ ان کے علاوہ اور بہت سی روحانی بیماریاں ہیں۔ میں مبالغہ نہیں کرتا اور نہ ہی غصہ سے کہتا ہوں۔ یہ واقعہ ہے۔ کہ یہ بیماریاں مہلک ہیں۔ مگر ان کا احساس نہیں ہے۔ مرنے کے بعد احساس ہوگا۔

عُجب ۔ ہر نعمت خدا داد ہوتی ہے ہمارا حق نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں ایک نعمت عطا فرمائی ہے۔ عُجب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شُکل کی بجائے اسے اپنی محنت کا نتیجہ سمجھا جائے۔ مثلاً ایک شخص کے لڑکے پر کیس بن گیا۔ وہ لائلپور کا رہنے والا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے لڑکا بری ہو گیا۔ اگر وہ بے دین ہے۔ اور تربیت یافتہ نہیں ہے تو وہ یہی کہے گا کہ ہم نے چھ ماہ بہت دوڑ دھوپ کی لاہور کا قابل ترین بیرسٹر مقدمہ کی پیروی کے لئے کیا۔ روپیہ پانی کی طرح بہایا لائلپور اور لاہور ایک کر دیا۔ اگر دن کو لائلپور میں تھے تو رات لاہور میں بسر کرتے تھے۔ تب جا کر لڑکا بری ہوا۔ خدا کا نام بھی درمیان میں نہیں آیا یہ عُجب ہے۔ حالانکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا نتیجہ ہے۔ روپیہ بھی اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ اگر کنگال ہوتے تو کہاں سے خرچ کرتے۔ صحت بھی اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ اگر بیمار ہوتے تو دوڑ دھوپ کس طرح کرتے۔ بیرسٹر کے دماغ میں عقل کس نے ڈالی۔ اگر پاگل ہوتا تو کس طرح مقدمہ کی پیروی کرتا۔

عُجب میں شرک کی بو آتی ہے یہ مہلک روحانی بیماری ہے۔ تربیت یافتہ ہر کامیابی کو اللہ تعالےٰ کا فضل بتلائے گا۔ ہمارا کچھ بھی نہیں ہے۔ عُجب کا علاج یہ ہے کہ اپنی محنت و سعی کو نظر انداز کر دیا جائے اور اپنی ہر کامیابی کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھا جائے۔ قارون مرض عُجب کا مریض تھا۔

إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ٥ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ط إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ٥ (سورہ القصص رکوع ۸ پ ۲۰)

جب اس سے اس کی قوم نے کہا اترا مت۔ بے شک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے۔ اس سے آخرت کا گھر حاصل کر اور اپنا حصہ دنیا میں سے نہ بھول اور بھلائی کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے اور ملک میں فساد

کا خواہاں نہ ہو ۔ بے شک اللہ
فساد کرنے والوں کو پسند
نہیں کرتا ۔

اللہ والے تو اس کو اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ کرتے ہیں ۔ مگر وہ بے ایمان جواب دیتا ہے

اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ

ترجمہ ۔ (کہا) یہ تو مجھے ایک ہنر سے ملا ہے جو میرے پاس ہے

نتیجہ کیا نکلا ۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ الآیہ

اللہ تعالےٰ نے قارون کو مع اس کے خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا ۔

تاکہ اس کی ملعون دولت کسی بندۂ خدا کے پیٹ میں نہ جانے پائے ۔

کبر ۔ کبر یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اعلےٰ اور دوسروں کو ذلیل سمجھے ہر شخص میں یہ بیماری ہوتی ہے ۔ اِلّا ماشاء اللہ ۔ عالم ہو کر اپنے آپ کو جاہل سے کمتر سمجھے ۔ یہ رنگ اللہ والوں کی صحبت میں پیدا ہوتا ہے ۔ ابھی چند دن ہوئے میں واہ فیکٹری میں گیا تھا ۔ وہاں علمائے کرام کے سامنے میں نے یہ بات کہی ۔ وہ مان گئے کہ عالم اپنے آپ کو اعلےٰ اور جاہل کو اپنے سے ادنےٰ سمجھتے ہیں یہی کبر ہے ۔

فرعون مرض کبر میں مبتلا تھا ۔

وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِيْنٌ ۝ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ (سورہ الزخرف رکوع ۵ پ ۲۵)

ترجمہ ۔ اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کر کے کہہ دیا ۔ اے میری قوم کیا میرے لئے مصر کی بادشاہت نہیں اور کیا یہ نہریں میرے (محل کے) نیچے سے نہیں بہہ رہی ہیں ۔ پھر تم کیا نہیں دیکھتے کیا میں اس سے بہتر نہیں ہوں جو ذلیل ہے اور صاف بات بھی نہیں کہہ سکتا ۔

وہ بے ایمان موسیٰ علیہ السلام کو نعوذ باللہ ذلیل کہتا ۔ اور اپنے آپ کو ان سے بہتر سمجھتا ہے ۔ حالانکہ 50 کروڑ فرعون بھی جمع کئے جائیں ۔ تو موسیٰ علیہ السلام کے جوتے کے تلے کے ایک ذرہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتے موسیٰؑ پیغمبر خدا ہیں اس وجہ سے ان کے وجود پر خدا کی رحمت کی بارش ہوتی ہے ۔ ان کا جوتا جو ان کے وجود سے لگا ہوا ہے اس پر بھی خدا کی رحمت جوتے کے تلے کے ذرات پر بھی خدا کی رحمت ۔ فرعون کے تاج پر بھی لعنت ۔ اس کے تخت پر بھی لعنت ۔

اب میں مرض کبر کا علاج کرتا ہوں ہر شخص کوئی نہ کوئی ایسا گناہ کرتا ہے جس کو یا یہ جانتا ہے یا خدا جانتا ہے ایسے گناہوں کا سائن بورڈ بنا لیا جائے ۔ نفس کی گردن غرور کو توڑنے کے لئے اس کو ڈانٹا جائے کہ تو یہ ہے ۔ یہ تو اللہ تعالےٰ ستاری سے کام لے رہے ہیں کہ تیرے عیب چھپا رکھے ہیں ۔ اور خوبیاں ظاہر کر دی ہیں ۔ تو بڑا پاکباز بنتا ہے ۔ اگر تیرے یہ گناہ لوگوں پر ظاہر ہو جائیں تو کوئی تیرے منہ پر بھی نہ تھوکے ۔

اولیاء کرام کی بے شمار قسمیں ہیں ۔ ان میں سے ایک قسم ان حضرات کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کشش کرتے ہیں اور ان کا وجود عذاب الٰہی کو روکے رکھتا ہے ۔ لاہور میں اگر اس قسم کے اولیاء کرام نہ ہوں تو لاہور بھی کوئٹہ کی طرح تباہ ہو جاتا ۔ اس قسم کے حضرات پبلک پلیٹ فارم پر آ کر کام نہیں کرتے ۔ اگر لاہوریوں کو ان کا علم ہو جائے تو یہ ان کے منہ پر نہ تھوکیں لیکن ایسے ایک بندۂ خدا کے جوتے پر لاہور کے شرابی ۔ زانی اور ڈانس کھیلنے والے قربان کر دیئے جائیں تو ان کے جوتے کا حق ادا نہ ہو ۔ اسی قسم کے حضرات کے لئے کسی نے کہا ہے ؎

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

تیسری روحانی بیماری کا علاج پھر کبھی عرض کروں گا ۔ وقت ختم ہو گیا ہے ۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو امراض روحانی سے شفایاب ہو کر دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے

آمین یا الہ العالمین

مجلس ذکر

منعقدہ ۲۹ جمادی الاخری سنہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۳۱ جنوری سنہ ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

حسد اور ریاء کا علاج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

اما بعد میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں۔ کہ اس اجتماع کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائیں اور جن امراض روحانی کی وجہ سے اللہ تعالےٰ ناراض ہوتے ہیں۔ ان سے شفایاب ہو کر ہم دنیا سے جائیں ان امراض کا عام طور پر انسانوں کو پتہ بھی نہیں ہوتا۔ جب تک ہادی نہ تبلائے۔ جو احباب یہاں آتے ہیں۔ ان کو ان سے مطلع کرنا اور ان کا علاج بتلانا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ گزشتہ جمعرات میں نے عجب اور کبر کے متعلق عرض کیا تھا۔ آج حسد اور ریاء کے متعلق عرض کروں گا۔ یہ دونوں مہلک روحانی بیماریاں ہیں۔ سو فیصدی انسان ان میں مبتلا ہیں۔ بلکہ ہزار میں سے ہزار اور شائد ایک لاکھ میں سے ایک لاکھ ان امراض روحانی کا شکار ہیں لیکن ان کا احساس نہیں ہے۔ پتہ تب چلے گا۔ جب قبر میں جائیں گے۔ لیکن ع

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
سدا دور دوراں دکھاتا نہیں

اس وقت کچھ نہیں بن سکے گا۔ اللہ کے بہت اس جہان میں اللہ والوں کی صحبت نصیب ہو جائے تو پھر ان امراض کا پتہ لگ جاتا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت کے بغیر اہل علم ان سے عبور تو کر جاتے ہیں مگر ان سے بچنے کی عموماً توفیق نہیں ہوتی میں اسی گٹھیالی سے ڈھل کر نکلا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ مدارس عربیہ میں جلالین شریف پڑھائی جاتی ہے۔ مگر اس کو پڑھنے سے اصلاح حال نہیں ہوتی۔ میرا ایک ایک رونگٹا اپنے دونوں مربیوں کا شکر گزار ہے۔ جن کی صحبت میں امراض روحانی کی اللہ تعالےٰ نے سمجھ عطا فرمائی۔ سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں۔ جس نے ان کی صحبت میں پہنچایا۔ ان حضرات کے جوتوں کی خاک کو سرمہ بنا کر آنکھوں میں ڈالا۔ تو امراض روحانی کی سمجھ آئی۔ حسد کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: (ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ حسد سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اس لئے کہ حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے (یعنی نیکیوں کو فناہ کر دیتا ہے) جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے)

رات کو طویل عریض اور عمیق لکڑی کو آگ میں ڈال دیجئے۔ صبح کو جل کر سب راکھ ہو گی۔ نہ طول رہے گا نہ عرض اور نہ عمق۔ حسد اس طرح نیکیوں کو جلا دیتا ہے۔ لیکن بڑے بڑے سیٹھ بڑے بڑے نواب۔ بڑے بڑے عہدیدار بڑے بڑے چوہدری۔ سب کو ان باتوں کا پتہ ہی نہیں۔ اللہ والوں کی صحبت میں ان باتوں کا رنگ چڑھتا ہے۔ حاجی اللہ دوایا مرحوم حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خادم تھا۔ بالکل جاہل مطلق تھا۔ اس کا کام یہ تھا۔ کہ مہمانوں کو لنگر سے روٹی لا کر دینا اور خالی برتن لنگر میں پہنچانا۔ لیکن حضرتؒ کی صحبت میں اس کی ہستی فنا ہو چکی تھی۔

حسد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کسی کو کوئی نعمت عطا فرمائے اور یہ کہے کہ اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے مثلاً کسی کو اللہ نے بیٹا عطا فرمایا۔ حاسد یہ چاہتا ہے کہ اس کا مر جائے اور اس کو مل جائے۔ حاسد دراصل خدا سے ٹکراتا ہے۔ وہ خدا پر اعتراض کرتا ہے کہ یہ نعمت فلاں شخص کو کیوں دی مجھے کیوں نہیں دی۔ حسد حرام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بالکل ٹھیک ہے اب اس کا علاج عرض کرتا ہوں۔ نفس کو یہ سمجھایا کیجئے کہ اگر وہ چیز مجھ کو مل جاتی تو ممکن ہے وہ میرے لئے گمراہی کا موجب بنتی۔ قرآن مجید میں موسیٰؑ اور خضرؑ کے قصہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے۔ خضرؑ جب ایک بچہ کو قتل کر ڈالتے ہیں تو موسیٰؑ اعتراض کرتے ہیں۔

أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ (سورۃ الکہف رکوع ۱۰ پ۱۵)

ترجمہ:۔ کیا تو نے ایک بے گناہ کو ناحق مار ڈالا۔

خضرؑ اس کی حکمت یہ بیان کرتے ہیں۔

فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَا أَنْ يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا (سورۃ الکہف رکوع ۱۰ پ۱۶)

ترجمہ:۔ پس اس کے ماں باپ ایماندار تھے سو ہم ڈرے کہ انہیں بھی سرکشی اور کفر میں مبتلا نہ کرے)

اگر ہم امیر ہوتے تو ہم بھی گلبرگ میں کوٹھی بنا کر رہتے اور مسجد میں نہ آتے۔ مجھے تو اپنے نفس پر اعتماد نہیں ہے۔ اگر میں امیر کے گھر پیدا ہوتا۔ تو میں بھی داڑھی روز منڈواتا۔ وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي ۚ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ الاٰیۃ۔ (سورۃ یوسف رکوع ۷ پ۱۳)۔

(اور میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتا۔ بے شک نفس تو برائی سکھاتا ہے)

اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ اس نے غریب کے گھر پیدا کیا۔ علم دین حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ والوں کی صحبت میں پہنچا کر عمل کی توفیق عطا فرما۔ میں ایک ہی دفعہ گلبرگ گیا ہوں ایک دوست لے گئے تھے۔ وہ نیک آدمی ہیں انہوں نے مجھے بتلایا کہ وہ تقریباً ۳۰ ہزار روپیہ سالانہ ٹیکس ادا کرتے ہیں اور ایک پائی رشوت کبھی نہیں لی۔ وہاں ایک بوڑھے آدمی نے بتلایا کہ رات کو دس بجے کے بعد آکر دیکھئے یہاں جو کچھ ہوتا ہے۔ کوٹھیوں کی اینٹوں سے بو آتی ہے۔ لیکن ان کے دل کے اندھوں کو احساس ہی نہیں۔

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ (سورۃ الحج رکوع ۶ پ۱۷)

ترجمہ:۔ (پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں۔ بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں)

آپ کہتے ہیں بینا سارے اندھا کوئی
میں کہتا ہوں۔ اندھے سارے بینا کوئی۔
دس ہزار میں ایک بھی بینا نہیں ہے۔
۵۰ ہزار میں ایک بھی بینا نہیں ہے۔ اب
میں ریاء کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ قَالَ الرِّيَاءُ
(رواہ احمد)

ترجمہ:۔ محمود بن لبید کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس چیز سے میں تمہارے لئے بہت ڈرتا ہوں۔ وہ شرک اصغر ہے (چھوٹا شرک)۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ شرک اصغر کیا ہے۔ فرمایا ریاء۔

جو کام نیکی کا اللہ کے لئے کرنا چاہیئے تھا۔ وہ غیر اللہ کے دکھلاوے کے لئے کیا جائے تو یہ ریاء ہے۔ سندھی میں ایک ضرب المثل ہے کہ اندھی پیستی گئی اور کتیا چاٹتی گئی۔ اسی طرح اگر احساس نہ ہو تو شیطان نماز، روزہ، نماز تہجد، درود شریف غرضیکہ ہر نیکی کے کام میں ریاء لاتا ہے۔ تاکہ یہ سب کام اکارت جائیں۔ مثلاً ایک شخص تہجد کے لئے مسجد میں آیا۔ مسجد کا دروازہ بند تھا۔ جب امام صاحب نے دروازہ کھولا تو شیطان دل میں خیال لائے گا کہ امام صاحب کہیں گے کہ بہت ہی نیک آدمی ہے ہزار میں سے ہزار ہی مرائی ہوتے ہیں۔ شیطان لعین نیکی کو نہیں بچنے دے گا۔ جب تک کہ آپ وسواسی آدمی کی طرح ہر وقت چوکنا نہ رہیں گے۔

ریاء کا علاج یہ ہے کہ ہر وقت خدا کو حاضر ناظر سمجھا جائے۔ میں بیعت کے وقت پہلا سبق یہ دیا کرتا ہوں کہ خیال میں زبان پر اور دل میں فقط اللہ تعالےٰ کا تصور ہو نہ زمین رہے نہ آسمان رہے۔ نہ انسان رہے اور نہ شیطان اور دل پر اللہ ہو کی ضرب لگائی جائے جو اس طرح اپنی تربیت کرائے گا وہ شیطان کے حملہ سے بچ جائے گا اس قسم کے تربیت یافتہ حضرات کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۚ
(سورۃ الاعراف۔ رکوع ۲۴ پ ۹)

ترجمہ:۔ (بے شک جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں۔ جب انہیں کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں۔ پھر اچانک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں)

مثلاً آپ تقریر کر رہے تھے اور ایک شخص آیا۔ شیطان دل میں خیال لائے گا۔ کہ یہ شخص کہے گا کہ آج تو تقریر بڑی معنی خیز موزوں اور دلچسپ ہے یہ شیطان کا حملہ ہے۔ مجھ پر بھی شیطان حملہ کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل اور اپنے دونوں مربیوں کی دعا سے میں اس کے حملہ سے بچتا ہوں۔ اگر تربیت یافتہ ہے تو مقرر کو دونوں طرف کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ ایک طرف تقریر کو بھی جاری رکھنا ہے اور دوسری طرف شیطان کے منہ میں بھی باگ ڈالنی ہے۔ اگر تربیت یافتہ نہیں تو شیطان کے حملہ کو نہ سمجھ سکے گا۔ اگر سمجھا نہیں تو بچاؤ کیا کرے گا۔ زہر کے اثر کو زائل کرنے کے لئے تریاق کا استعمال سیکھنا پڑتا ہے۔ جو کچھ میں عرض کیا کرتا ہوں۔ یہ ایک سبق ہوتا ہے۔ اس کو بچایا کیجئے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو حسد اور ریاء سے اپنے آپ کو بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

ستر کے کسی حصے کو دوسروں کے سامنے کھولنا جائز نہیں

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ مرد دوسرے مرد کے ستر کی طرف اور عورت دوسری عورت کے ستر کی طرف نظر نہ کرے۔ صحیح مسلم

مجلسِ ذکر

منعقدہ ۶ رجب المرجب ۱۳۷۶ھ مطابق ۷ فروری ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا **احمد علی صاحب** مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد۔ اس سے پہلے ذکر کی دو مجالس میں مہلک روحانی امراض اور ان کا علاج عرض کر چکا ہوں (ملاحظہ ہو "خدام الدین" مورخہ یکم فروری اور ۸ فروری ۱۹۵۷ء) ادارہ

یہ مبالغہ نہیں واقعہ ہے کہ سو فی صدی۔ ہزار میں سے ہزار۔ بلکہ دس ہزار میں سے دس ہزار کو ان امراض کا احساس بھی نہیں ہے۔ ان امراض کا ذکر کتاب و سنت میں تو آتا ہے۔ مگر مدارس عربیہ میں بھی ان کا احساس نہیں دلایا جاتا اہل علم ان سے عبور کر جاتے ہیں۔ ان کا احساس قبر میں جانے کے بعد ہوگا۔ اگرچہ ہم سب سر تا پا گنہگار ہیں۔ لیکن یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ وہ آپ کو اپنے دروازہ پر لے آتا ہے اور مجھے سامنے بٹھا کر کچھ عرض کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

آج کی تقریر کا عنوان ہے :۔

احتساب الامراض الروحانیۃ المھلکۃ

(خطرناک روحانی بیماریوں کی جانچ پڑتال)

ہر مجلس میں کوئی نہ کوئی صاحب نئے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی اطلاع کے لئے میں گزشتہ مجالس کی معروضات کا خلاصہ عرض کرتا ہوں۔

ایک مجلس میں میں نے عُجب اور کبر اور دوسری میں حسد اور ریا کے متعلق عرض کیا تھا۔

عُجب اس کا فارسی ترجمہ ہے خودپسندی عُجب یہ ہے کہ کام تو اللہ کے فضل سے سرانجام پائے اور انسان اس کو اپنی محنت و سعی کا نتیجہ سمجھے۔ عُجب میں شرک کی بو آتی ہے۔ قارون مرض عُجب کا مریض تھا۔ اللہ والے اس کو سمجھاتے ہیں۔ وہ ہر فقرہ میں اللہ کا ذکر فرماتے ہیں۔

اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ الآیہ (سورہ القصص رکوع ۸ پ ۲۰)

ترجمہ:۔ جب اس سے اس کی قوم نے کہا۔ اِترا مت۔ بے شک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے۔ اس سے آخرت کا گھر حاصل کر اور اپنا حصہ دنیا میں سے نہ بھول۔ اور بھلائی کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے۔ اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ کہا یہ تو مجھے ایک ہنر سے ملا ہے۔ جو میرے پاس ہے۔

اللہ تعالےٰ کو اس بے ایمان پر اتنا غصہ آیا کہ اس کو اور اس کی ساری دولت کو زمین میں دھنسا دیا۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ۔ **ترجمہ** پھر ہم نے اُسے اور اُس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔

عُجب کا علاج یہ ہے کہ انسان سمجھے کہ جو کچھ مجھے ملا ہے اس میں میرا کہاں تک دخل ہے۔ آنکھوں میں بینائی، زبان میں قوت گویائی۔ دماغ میں عقل ہاتھوں میں پکڑنے کی قوت اور پاؤں میں چلنے کی طاقت کس نے دی ہے؟ کیا ہم نے یہ سب چیزیں خرید کر لی ہیں؟ یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کے فضلوں کا نتیجہ ہے۔ ہمارا ہے ہی کیا۔ ہم تو لاشئے ہیں۔ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ واں بھچراں والے اعلےٰ درجہ کے مواحد۔ عالم بے بدل اور ولی اللہ تھے ہل خود چلاتے۔ فصل کی کٹائی خود کرتے اور جب کسی کو خط تحریر فرماتے تو اپنے آپ کو لاشئی لکھتے۔ عربی دان ہی لاشئے کا زور سمجھ سکتے ہیں۔ انگریزی دان نہیں سمجھ سکتے۔ وہ جب زندہ تھے تو مجھے کوئی پوچھتا کہ کوئی اللہ کا بندہ بتلایئے جس سے خدا یاد کرنا سیکھیں تو میں ان کا پتہ دیا کرتا تھا۔ ان کے بعد اب پنجاب میں ان کے پایہ کا کوئی نہیں ہے۔

کِبر کبر یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اعلےٰ اور دوسروں کو ذلیل سمجھے اس کا علاج میں نے یہ عرض کیا تھا کہ ہر شخص اپنے گناہوں کا ایک سائن بورڈ بنالے۔ اور نفس کو یہ کہے کہ اگر تیرے یہ گناہ لوگوں کو معلوم ہو جائیں تو کوئی تیرے منہ پر بھی نہ تھوکے یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ وہ ستاری سے کام لے رہا ہے۔ اگرچہ وہ گناہ توبہ سے معاف ہو گئے ہیں۔ لیکن پھر بھی یاد رہنے چاہئیں۔ کہ ہوئے کیوں؟ جس طرح ایک نوجوان نے غصہ میں باپ کو ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہوش آئی تو باپ کے پاؤں پر گر کر گڑگڑا کر معافی مانگی اور باپ نے معاف بھی کر دیا۔ لیکن اگر مسخ نہیں ہو گیا تو جب یہ واقعہ یاد آئے گا تو سر شرم کے مارے جھک جائے گا۔

حسد حسد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کسی کو کوئی نعمت عطا فرمائے اور یہ کہے کہ اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے۔ بعض عورتیں جادو کرواتی ہیں کہ دوسری عورت کا بیٹا مر جائے اور اس کے ہاں ہو جائے۔ جادو برحق ہے۔ لیکن اس کا سیکھنا سکھانا گناہ ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ دل کو یوں سمجھایا جائے کہ اگر فلاں چیز مجھ کو مل جاتی تو ممکن ہے میرا ایمان سلامت نہ رہتا

(باقی صفحہ ۳ کالم ۳ پر)

تنہائی میں بھی حیا کے تقاضوں کی رعایت ضروری ہے

معاویہ بن حیدہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ: اپنی شرم گاہ محفوظ رکھو (کسی کے سامنے نہ کھولو) سوائے اپنی بیوی اور (شرعی) باندی کے۔ میں نے عرض کیا کہ: حضرت! کیا فرماتے ہیں اس حالت کے ابرے میں جب آدمی بالکل تنہائی میں ہو؟ (کوئی دوسرا آدمی دیکھنے والا نہ ہو) آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ سزاوار ہے اور اس کا زیادہ حق ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔ جامع ترمذی

بے پردہ عورت کو شیاطین اپنی بری نظروں کا نشانہ بناتے ہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ: عورت گویا ستر ہے (یعنی جس طرح ستر کو چھپا رہنا چاہیے، اسی طرح عورت کو گر میں پردے میں رہنا چاہئے) جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیاطین اس کو تاکتے اور اپنی نظروں کا نشانہ بناتے ہیں۔ جامع ترمذی

بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۷ سے آگے:۔

ریاء اللہ تعالےٰ کے سوا دوسروں سے نیکی پر واہ واہ کرانا یہ ریا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ہر وقت خدا کو حاضر ناظر سمجھا جائے۔ زبان پہ اللہ ھُو کا ذکر ہو۔ خیال میں فقط اللہ تعالیٰ کا تصوّر ہو۔ نہ زمین رہے نہ آسمان رہے۔ نہ انسان رہے اور نہ شیطان رہے دل پر اَللّٰہ ھُو کی ضربیں لگائی جائیں یہ سبق اگر پک جائے تو ریا نہیں رہتی

آج میں ایک نئی چیز عرض کرنا چاہتا ہوں۔ روزانہ یا دوسرے تیسرے روز اپنا امتحان لیا کیجئے کہ عُجب۔ کبر۔ حسد اور ریاء ہے یا نہیں اس کو مراقبہ کہتے ہیں۔ ایک دفعہ مراقبہ کرنے سے کام نہ چلے گا۔ میں نے پہلے ایک مجلس میں عرض کیا تھا کہ روحانی صحت بنتی اور بگڑتی رہتی ہے۔ اس لئے بار بار مراقبہ کی ضرورت ہے۔ اگر ان امراض روحانی میں مبتلا ہے تو توبہ کرے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرما دی ہے تو اس کا شکر ادا کرے۔ توبہ کے بعد بھی ڈر ہے کہ شیطان پھر کسی روحانی بیماری میں مبتلا نہ کر دے۔ اس لئے ہر وقت چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔ جیسے بعض لوگ ہر وقت تھرما میٹر ساتھ رکھتے ہیں کہ کہیں بخار تو نہیں ہو گیا۔ ادھر بھی ہر وقت تھرما میٹر ساتھ رکھنے کی ضرورت ہے۔ کہ کہیں روحانی صحت بگڑ تو نہیں گئی۔ یہی احتساب ہے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ہر وقت صحت روحانی کی جانچ پڑتال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اگر کسی وقت بگڑ جائے تو فوراً توبہ کے ذریعے اس کو بحال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین الٰہ العالمین۔

مجلسِ ذکر

منعقدہ ۱۳- رجب ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۴- فروری ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد

شحّ نفس (خود غرضی) کا علاج

مَیں پہلے بھی عرض کیا کرتا ہوں۔ چونکہ ہر حلقۂ ذکر میں بعض احباب نئے ہوتے ہیں۔ اس لئے آج پھر عرض کرتا ہوں کہ یہ اجتماع اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہم کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس کی رضاء ہمارا مقصود مطلوب اور محبوب ہو جائے۔ تاکہ ہم دُنیا سے رخصت ہونے سے پہلے امراض روحانی سے شفایاب ہو جائیں اگر امراضِ روحانی سے اس جہان میں شفا نہ ہوئی تو قبر جہنّم کا گڑھا بن جائیگی۔

اس قسم کی مجالس کے سوا امراضِ روحانی کی اطلاع کوئی نہیں دے سکتا۔ یہ اور بات ہے کہ گاہے بگاہے ضمناً کوئی کچھ کہہ دے۔ جیسے امراضِ جسمانی کے متعلق ڈاکٹر اور اطبّا ہی وثوق سے کچھ بیان کر سکتے ہیں لیکن بعض بیماریوں کے نسخے دوسروں کو بھی یاد ہوتے ہیں۔ جتنی جسمانی بیماریاں ہیں ڈاکٹروں اور اطبّا کو ان کا علم ہوتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اساتذہ کے ہاں مدت تک ان کی تعلیم حاصل کی ہے۔ یہی حال روحانی بیماریوں کا ہے۔ ہماری اکثریت جاہلوں کی ہے۔ ان کے علاوہ اسکولوں اور کالجوں کے تعلیم یافتہ بھی ان امراض سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ ان سے اُوپر ہمارے علمائے کرام ہیں یہ مبالغہ نہ ہوگا اگر مَیں یہ کہوں کہ علمائے کرام میں بھی اکثر ایسے ہوتے ہیں جنہیں ان امراضِ روحانی کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ امراضِ روحانی کے ماہر اولیائے کرام ہوتے ہیں۔

تصوّف شریعت کا جزو ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

(هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ الآیہ۔ سورہ الجمعۃ رکوع ۱ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے۔ اور انہیں پاک کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے)

طہارت ظاہری پاکیزگی اور تزکیہ باطن کی پاکیزگی کا نام ہے

علمائے کرام تعلیم کتاب اور صوفیائے عظام تزکیۂ نفس کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ دونوں خادمِ دین ہیں۔ مَیں تو شروع سے چلتا ہوں۔ قرآن مجید کے کاتب۔ ائمہ یا حفاظ مکاتب۔ علماء اور ان سب کے اُوپر صوفیائے عظام کا درجہ ہے۔ ہم سب کے ممنون احسان ہیں کہ ان کی برکت سے قرآن مجید کے نقوش۔ معانی و مطالب۔ اس کا قال۔ اس کا حال ہم تک پہنچے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

یہ یاد رکھئے کہ رنگ فروش اور ہوتے ہیں اور رنگ ساز اور۔ علمائے کرام رنگ فروش ہیں اور صوفیائے عظام رنگ ساز ہیں۔ اور رنگ ہے قرآن۔

(صِبْغَةَ اللَّهِ ۖ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً الآیہ۔ سورہ البقرہ رکوع ۱۶ پ ۱۔

ترجمہ۔ اللہ کا رنگ۔ اور اللہ کے رنگ سے اور کس کا رنگ بہتر ہے)

جس پر قرآن کا رنگ چڑھ جائے۔ وہ سوہنا ہو جاتا ہے۔ سوہنا کے معنی سیرت کا سوہنا۔ جیسے کسی نے کہا ہے ؎

سیرت کے ہم غلام ہیں صورت ہوئی تو کیا
سرخ و سفید مٹی کی مورت ہُوئی تو کیا

آج کل رنگ یہاں بنتا ہے لیکن ہمارے پاکستانی ہر معاملہ میں بد دیانتی کرتے ہیں اس لئے یہاں کا بنا ہُوا رنگ اچھا نہیں ہوتا پہلے ولایت سے رنگ آیا کرتا تھا۔ والی کا ملک ولایت کہلاتا ہے۔ چونکہ ہز میجسٹی لندن میں رہتے ہیں اس لئے ان کی قیامگاہ ولایت کہلاتی ہے۔ ہمارا والی اللہ تعالےٰ ہے

(ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا الآیہ۔ (سورہ محمدؐ رکوع ۱ پارہ ۲۶)

ترجمہ۔ یہ اس لئے کہ اللہ ان کا حامی ہے۔ جو ایمان لائے)

اللہ تعالےٰ عرش معلّٰے پر ہیں۔

(اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ۖ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ۔ الآیہ۔

سورہ الرعد رکوع ۱ پارہ ۱۳

ترجمہ۔ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر بلند کیا جنہیں تم دیکھ رہے ہو اور پھر عرش پر قائم ہُوا۔

قرآن مجید کے متعلق فرماتے ہیں

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ۝ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ

سورہ البروج پ ۳۰)

ترجمہ۔ بلکہ قرآن ہے بڑی شان والا۔ لوح محفوظ میں لکھا ہُوا ہے۔ قرآن مجید اس ولایت سے آیا ہُوا رنگ ہے۔

مدارس عربیہ میں علمائے کرام اس سے عبور کر آتے ہیں۔ اس کا ان پر رنگ نہیں چڑھتا۔ جلالین شریف کا ایک گھنٹہ میں ایک پارہ پڑھایا جا سکتا ہے۔ مَیں خود پڑھایا کرتا ہوں۔ جلالین شریف پڑھائی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں غور و تدبّر نہیں کرایا جاتا۔ صبح کے درس میں قرآن مجید پڑھایا کرتا ہوں۔ درس میں پہلی دفعہ قرآن مجید اٹھارہ سال میں ختم ہُوا تھا۔ کتب حدیث شریف کے بھی روزانہ ۴۰-۵۰ بلکہ ۶۰ ورقے پڑھائے جا سکتے ہیں اس طرح علمائے کرام کتاب و سُنّت سے عبور کر جاتے ہیں۔ جیسے مسافر رات کو خیبر میل میں راوی۔ چناب۔ جہلم اور اٹک سب دریا عبور کر جاتا ہے اور اس کو کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ کہ کب اور کس وقت یہ دریا گزر گئے۔

امراض روحانی کا تذکرہ کتاب و سُنّت میں آتا ہے۔ لیکن جیسے مَیں عرض کر گیا ہوں ان کا احساس علمائے کرام کو بھی نہیں ہوتا۔ امراض روحانی بے انتہا ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک مہلک ہے۔ اگر ان کو ساتھ لے کر قبر میں داخل ہُوئے تو قبر جہنّم کا گڑھا بن جائیگی۔ علمائے کرام ۱۴ منطق کی کتابیں پڑھ کر آتے ہیں۔ کیا کوئی عالم ایسا ہے جو ایک جاہل کو اپنے سے اچھا سمجھے؟ یہی غمط الناس ہے۔ پچھلے دنوں جب میں واہ چھاؤنی گیا تھا تو وہاں مَیں نے نوجوان علماء کے سامنے یہی بات کہی تھی۔ حضرت مولانا حافظ سلطان محمود صاحب بھی پاس ہی تشریف فرما تھے۔ وہ فرمانے لگے۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ان امراض روحانی سے شفایاب ہو کر دُنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

(باقی صفحہ ۷ اپر)

(بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۷ سے آگے)

اس سے قبل میں چار امراض روحانی عُجب۔ کبر۔ حسد اور ریاء کے متعلق عرض کر چکا ہوں آج پانچویں بیماری شحِ نفس کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس کا ترجمہ ہے خود غرضی۔ قرآن مجید میں اس سے پاک ہونے پر اللہ تعالےٰ نے فلاح کو موقوف رکھا ہے۔ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ سورہ الحشر رکوع ۱ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا جائے پس وہی لوگ کامیاب ہیں

اللہ تعالےٰ کا حکم ہو یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کا اتباع ہو۔ ہر موقعہ پر خود غرضی آڑے آتی ہے۔ اگر ہم نے نمازِ عشاء اس لئے نہیں پڑھی کہ نیند آ رہی تھی۔ تو ہم نے اللہ تعالےٰ کے حکم کے مقابلہ میں نیند کو ترجیح دی۔ یہی خود غرضی ہے۔ اگر وکیل صاحب یا زمیندار نے روزہ اس لئے نہیں رکھا کہ گرمی کے موسم میں وکیل صاحب کو عدالت اور زمیندار کو کھیت میں کام کرنا پڑتا ہے اور روزہ رکھ کر کام نہیں ہو سکے گا۔ تو یہ بھی خود غرضی ہے۔ زکوٰۃ کے ادا کرنے میں بھی خود غرضی آڑے آتی ہے۔ بہنوں کو حصّہ دینے میں بھی خود غرضی آڑے آتی ہے۔

فلاح کے معنی ہیں عذابِ قبر۔ عذابِ دوزخ اور اللہ تعالےٰ کے غضب اور ناراضگی سے بچنا۔

پنجاب میں "پر" سے کفر شروع ہوتا ہے۔ عام طور پر مرد اور عورتیں کہتی ہیں کہ مولوی صاحب کہتے تو ٹھیک ہیں۔ "پر" اسیں دُنیادار ہوئے۔ کتوں بینیاں ہوئیاں کتے دینیاں ہوئیاں۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو کتاب و سُنّت کے اتباع اور خلق خدا کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الٰہ العالمین۔

اب اس کا علاج عرض کرتا ہوں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ اعلان کروایا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

سورہ الانعام رکوع ۲۰ پارہ ۸

ترجمہ۔ کہہ دو بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے۔ جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا اور اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔

اصل میں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نصب العین ہے۔ آپ کو چونکہ ہمارے لئے نمونہ بنایا گیا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ الآیہ

سورہ الاحزاب رکوع ۱۳ پارہ ۲۱

ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے + اس لئے ہر مسلمان کا بھی یہی نصب العین ہونا چاہئے۔ اللہ تعالےٰ ہی نے ہم کو سب کچھ دیا ہے۔ اس لئے سب کچھ اسی کے حوالہ کر دیا جائے۔ اور اپنی کوئی غرض درمیان میں آڑے نہ آئے ؂

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

لڑکا یا لڑکی بیاہی جائے یا نہ ہم نے خدا کی مخالفت نہیں کرنی۔ آپ کہتے ہیں کہ دانہ دانہ پہ مہر ہے۔ مَیں کہا کرتا ہوں کہ بندے بندے پر مہر ہے۔ جو لڑکی ہماری قسمت میں ہے۔ وہ کسی دوسرے کے ہاں نہیں جا سکتی۔

من کان للہ کان اللہ لہ۔ جو اللہ تعالےٰ کا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کے سب کام سنوار دیتا ہے۔

ان باتوں کو حال بنانے کے لئے اللہ والوں کی صحبت کی ضرورت ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ الآیہ۔ سورہ الکہف رکوع ۴ پارہ ۱۵

ترجمہ۔ اور تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اسی کی رضامندی چاہتے ہیں۔ اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا۔ کہ تو دُنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے۔

باتوں سے رنگ نہیں چڑھتا صحبت
میں رنگ چڑھتا ہے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو شحِ نفس سے بچائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلس ذکر

نجات تزکیہ پر موقوف ہے

۲۱ر فروری ۱۹۵۷ء کی شام کو میں لاہور میں موجود نہیں تھا۔ لیکن حافظ مولوی حمید اللہ سلمہٗ سے کہہ گیا تھا کہ جمعرات کی مجلس ذکر کا عنوان قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ہوگا اور اس کے متعلق اگر ہو سکے تو چند جملے کہہ دینا۔ اب اسی آیت کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔

(قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی) سورۃ الاعلیٰ۔ پارہ ۳۰ ترجمہ:۔ تحقیق نجات پائی اس شخص نے جو پاک ہو گیا یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے ہر چیز کے حاصل کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی سبب اور ذریعہ ضرور تجویز فرمایا ہے۔ علیٰ ھذا القیاس قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ کے عذاب سے بچنے کے لئے بھی اللہ تعالےٰ نے کچھ ذرائع اور اسباب تجویز فرمائے ہیں

اُن ذرائع کا ترجمان قرآن مجید ہے

قرآن مجید کی تعلیم کا حاصل یہ ہے کہ انسان کا تعلق اپنے خالق سے بھی ٹھیک رہے اور اس کی مخلوقات سے بھی ٹھیک ہو۔ جب دونوں طرف انسان کے تعلقات درست ہو جائیں تب انسان کو اللہ جل شانہٗ کی رضا کا تمغہ ملتا ہے اور اس کا ٹھکانہ آخرت میں بہشت تجویز کر دیا جاتا ہے

تعلق بالخالق اور بالمخلوق درست کرنے کا ذریعہ

فقط قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید میں تعلق بالخالق اور تعلق بالمخلوق درست کرنے کے لئے ایک جامع قانون موجود ہے۔ اس قانون الٰہی پر صحیح معنی میں فقط وہی شخص عمل کر سکتا ہے۔ جس کا تزکیہ نفس ہو جائے۔ تزکیہ نفس کے سوا انسان کا تعلق نہ خالق سے صحیح رہ سکتا ہے اور نہ مخلوق سے اس لئے اللہ جل شانہٗ نے انسان کی فلاح یعنی نجات دارین کو تزکیہ پر موقوف کر دیا ہے۔ قد افلح من تزکّٰی والا ارشاد اسی چیز کی اطلاع دے رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے تعلق درست رکھنے کے لئے تزکیہ کے عنوانات

تزکیہ کے سلسلہ میں چھ چیزیں ایسی ہیں کہ جب تک انسان کا اُن چیزوں سے تزکیہ نہ ہو یعنی اُن آلائشوں سے انسان کا دل جب تک پاک نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ کا تعلق اس سے درست ہو ہی نہیں سکتا اور وہ چھ چیزیں ہیں۔

(۱) شرک (۲) کفر (۳) نفاق اعتقادی۔ (۴) ریا (۵) سمعہ (۶) عجب

اور انسانوں کے ساتھ تعلقات درست رکھنے کے لئے دو چیزوں سے بچنا ضروری ہے ایک ان میں سے کبر ہے اور دوسرا حسد ہے۔ ان تمام امراض روحانی مذکورہ بالا کا ذکر وقتاً فوقتاً مجلس ذکر میں آتا رہا ہے۔ اس لئے ان امراض کے متعلق تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔

ناقابلِ عفو

امراض مذکورہ بالا جن سے پاک ہونے پر ہی عذاب الٰہی سے انسان بچ سکتا ہے۔ اُن میں سے بعض ایسی روحانی بیماریاں بھی ہیں کہ اگر انسان ان سے دنیا میں شفایاب ہو کر قبر میں داخل نہ ہوا تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہے گا۔ اور کبھی اُسے دوزخ سے رہائی نصیب نہ ہوگی۔

ان میں سے پانچ یہ ہیں۔ (۱) شرک (۲) کفر (۳) نفاق اعتقادی (۴) ریاء (۵) اور سمعہ ان میں سے تین تو بالکل واضح ہیں۔ جن کے متعلق بالتفصیل قرآن مجید میں ذکر آچکا ہے۔ اور ریاء کے متعلق سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے

اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمُ الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ قَالَ اَلرِّیَاءُ۔ ترجمہ بے شک سب سے بڑا خطرہ مجھے تمہارے متعلق چھوٹے شرک کا ہے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ شرک اصغر سے آپ کی کیا مراد ہے۔ آپ نے فرمایا ریاء۔ (یعنی جو کام محض اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے ہی کرنا چاہیئے تھا۔ وہ کام دوسروں کو دکھلانے کی خاطر کیا جائے)

اور سمعہ بھی دراصل ریاء ہی کا جوڑ بیا ہے ریاء کے معنی ہیں اپنی نیکی کا کام دوسروں کو دکھلانے کے لئے کیا جائے اور سمعہ کے معنی یہ ہے کہ اپنی نیکی کا کام دوسروں کو سنانے کے لئے کیا جائے۔ تو یہ دونوں چیزیں بھی دراصل شرک ہی کے کھاتے میں آجاتی ہیں۔ اللّٰھم اعذنا منہ

دُعا

اللہ تعالےٰ ہم سب مسلمانوں کو ان روحانی امراض مہلکہ سے شفایاب ہو کر دنیا سے رخصت ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

بقیہ شذرات صفحہ ۳ سے آگے

فریضہ نماز کی باقاعدہ ادائیگی کی طرف توجہ لائیں۔ ہم اس تجویز کا خیر مقدم کرتے ہوئے صوبائی اور مرکزی حکومتوں سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ آئین میں یہ ذمہ داری حکومت پر عائد کی گئی ہے۔ اب تک اس نے اس سلسلہ میں کوئی اقدام نہیں کیا تو وہ عند اللہ و عند الناس مجرم ہے اس کو اب اس طرف توجہ دینی چاہیئے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہر فرقہ کے علماء اور عوام اس میں حکومت سے تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔

حج کے لئے درخواستیں

حکومت کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے کہ حج کیلئے درخواستیں صرف ۲۶ر فروری سے ۷ر مارچ ۱۹۵۷ء تک وصول کی جائیں گی۔ ۱۹۵۵ء اور ۱۹۵۶ء میں ناکام ہونے والوں کے لئے سپیشل کوٹہ مخصوص کیا گیا ہے لیکن پرانے درخواست دہندگان اپنی درخواستیں نئے درخواست دہندگان کے ہمراہ نہ بھیجیں۔ ورنہ وہ اس رعایت سے محروم رہینگے ایک سال سے زائد عمر کے تمام عازمین حج دو صد روپے کا بینک ڈرافٹ یا منی آرڈر ارسال کریں تمام درخواستیں بذریعہ ڈاک رجسٹری کر کے بھیجنی چاہئیں۔ تیسرے درجہ کے کل اخراجات کم از کم ۱۴۰۰ روپے ہوں گے۔ فارم آنریری سیکرٹری صوبائی حج کمیٹی مغربی پاکستان لاہور سے مفت مل سکتے ہیں۔

خدام الدین لاہور ۱۵ یکم مارچ ۱۹۵۷ء

مسلمان عورت کے فرائض

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوال دروازہ لاہور)

گزشتہ سے پیوستہ

بیٹی کا حق

میری بہنو۔ بیٹی کا حق فقط کھلانا۔ پلانا۔ پہنانا اور بیمار ہو جائے۔ تو دوائی کرنا اور جوان ہو جائے تو جہیز دے کر بیاہ دینا ہی نہیں ہے بلکہ تمہارا فرض ہے کہ بیٹی کو ضروریاتِ دین کی تعلیم دو۔ جب تک تمہاری زیرِ نگرانی رہیں۔ احکام دینی کی پابندی کراؤ مثلاً باقاعدہ نماز پڑھیں روزے رکھیں۔ قرآن شریف کی تلاوت کریں۔ بڑوں کا ادب سیکھیں ورنہ یاد رکھو۔ قیامت کے دن اولاد کی تربیت کے متعلق تم سے باز پرس ہو گی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اُن کے گناہوں کے باعث کہیں تمہیں جہنّم میں جانا پڑے۔

غلط فہمی کا ازالہ

میری بہنو! آج کل بڑے شہروں میں لڑکیوں کی تعلیم کی طرف خاص طور پر توجہ کی جا رہی ہے۔ لڑکیاں سکولوں، کالجوں میں تعلیم پا رہی ہیں۔ لیکن یاد رکھو۔ ان سکولوں اور کالجوں کی تعلیم میں دینی تعلیم نہیں دی جاتی۔ اس تعلیم جدید کے نصاب سے خوفِ خدا۔ محبتِ الٰہی۔ فکرِ عاقبت۔ نجاتِ آخرت کے ذرائع بتلانا۔ اُن پر عمل کروانا۔ یہ سب چیزیں حرفِ غلط کی طرح مٹا دی گئی ہیں۔ بلکہ آج کل کی تعلیم میں لڑکیوں کو گانا بجانا سکھایا جاتا ہے۔ ڈرامہ اور سینما عورتوں کی تعلیم کا جزو بنائے جا رہے ہیں۔ میری بہنو خود ہی اندازہ کر لو۔ کہ اس تعلیم کے کیا نتائج نکلیں گے۔ لہٰذا یہ نہ سمجھنا کہ یہ تعلیم دلا کر تم عند اللہ بری الذمہ ہو جاؤ گی۔

(۶) خاوند کا حق

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْاَةُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَاَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ

رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ باب عشرۃ النساء ص۲۷۳

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے۔ اُنہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب عورت پانچ نمازیں پڑھا کرے۔ اور رمضان کے روزے رکھے۔ اور اپنی عفت کی حفاظت کرے (یعنی اپنے خاوند کے سوا غیر سے ناجائز تعلق نہ رکھے) اور اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے۔ تو بہشت کے جس دروازہ سے چاہے داخل ہو جائے۔

تنبیہ۔ ۱۔ میری بہنو۔ فقط مسلمان کہلوانے۔ مسلمانوں کے نام رکھوانے۔ مسلمانوں کے گھر میں بیاہی جانے۔ مسلمانوں کے تہواروں میں خوشیاں منانے (مثلاً عید الفطر آئی تو عمدہ کپڑے پہن لئے۔ اور عید اضحیٰ آئی۔ تو کپڑے پہنے اور قربانی کا گوشت کھا لیا)۔ سے بارگاہِ الٰہی میں تم مسلمان نہیں کہلا سکتی۔ اور نہ عذابِ الٰہی سے نجات پا سکتی ہو۔

۲۔ بعض عورتوں میں یہ مرض ہوتا ہے۔ بجائے اس کے کہ مردوں کی فرمانبردار ہوں۔ مردوں کو اپنا تابع بنانا چاہتی ہیں۔ کہ مرد جو کمائے اُن کی ہتھیلی پر لا کر رکھ دے۔ نہ ماں کو دے نہ باپ کی خدمت کرے۔ نہ کسی بھائی بہن کا حق ادا کرے۔ اور جس سے اُن کی صلح ہو اُس سے مرد ملے جُلے اور جہاں ان کی لڑائی ہو ان لوگوں سے مرد بھی کوئی تعلق نہ رکھے۔ ایسی صورت میں اگر مرد نے بیوی کا کہا مان لیا تو دونوں ہی دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔

وما علینا الا البلاغ۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ اٰمُرُ اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا (رواہ الترمذی)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ اُنہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر میں کسی شخص کو کسی کے سجدہ کرنے کا حکم دے سکتا تو عورت کو حکم کرتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

تنبیہ۔ میری بہنو! آپ سمجھ گئی ہونگی۔ کہ اللہ تعالےٰ نے خاوندوں کا کتنا درجہ بلند کیا ہے۔ کہ اگر غیر اللہ کو سجدہ جائز ہوتا تو بیویوں سے خاوندوں کو سجدہ کروایا جاتا۔ لہٰذا یاد رکھو کہ اگر مرد تم سے ناراض ہے تو سمجھو کہ اللہ تعالےٰ بھی ناراض ہے۔

مرد کی ناراضگی کے اسباب

۱۔ عورت بدزبان ہے۔ بولتے وقت مرد کی عزّت کا لحاظ نہیں رکھتی۔ غصّہ کے وقت اُس کی پت اُتار کر رکھ دیتی ہے

۲۔ بعض عورتیں مرد کے ماں باپ کو بُرا بھلا کہہ دیتی ہیں۔ جسے مرد برداشت نہیں کر سکتا۔

۳۔ عورت فضول خرچ ہو۔ مرد کی مرضی کے بغیر عورت کو اس کا مال خرچ کرنا حرام ہے۔

۴۔ مرد کی مرضی کے بغیر عورت گھر سے باہر جائے۔ خواہ رشتہ داروں کے ہاں جائے۔

۵۔ جن لوگوں کے سامنے کھلے مُنّہ ہونا مرد پسند نہیں کرتا۔ اُن ہی کے سامنے ہونا۔

عزیز بہنو! اس قسم کی غلطیوں سے اپنے آپ کو بچایا کرو۔ تاکہ عذاب الٰہی میں مبتلا نہ ہونے پاؤ۔

ہاں یہ الگ بات ہے کہ آپ نے اُن فرمانبرداری میں کوئی کمی نہیں کی۔ پھر بھی مرد خواہ مخواہ ناراض رہتا ہے تو اس صورت میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے اُمید ہے کہ گرفت نہیں ہو گی۔

(۷) پڑوسی کا حق

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانَةً تُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا وَصِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا غَيْرَ اَنَّهَا تُؤْذِیْ جِيْرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ هِیَ فِی النَّارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّ فُلَانَةً تُذْكَرُ قِلَّةُ صِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا وَصَلَاتِهَا وَاِنَّهَا تَصَدَّقُ بِالْاَثْوَارِ مِنَ الْاَقِطِ وَلَا تُؤْذِیْ بِلِسَانِهَا جِيْرَانَهَا قَالَ هِیَ فِی الْجَنَّةِ - رواہ احمد والبیہقی۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ اُنہوں نے کہا۔ ایک شخص نے کہا۔ یا رسول اللہ فلانی عورت کے متعلق ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ بڑی نمازیں ادا بڑے روزے اور بڑی خیرات کرتی ہے۔ مگر وہ اپنے ہمسایوں کو زبان سے ایذا پہنچاتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ وہ دوزخ میں جائیگی۔ (پھر) اُس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلانی عورت (پہلی سے) روزے تھوڑے اور خیرات تھوڑی اور نماز تھوڑی پڑھتی ہے۔ (یعنی فرضوں کے بعد نفل نمازیں تھوڑی پڑھتی ہے) اور وہ پنیر کے ٹکڑے خیرات کرتی ہے (یعنی پنیر کے بچے کھچے ٹکڑے گداؤں کو دیتی ہے) اور اپنے ہمسایوں کو زبان سے نہیں ستاتی۔ آپ نے فرمایا وہ بہشت میں جائیگی۔

تنبیہ۔ مسلمان بہنو! تم نے دیکھا۔ زبان دراز ہمسایوں کو ایذا دینے والی عورت باوجود نماز

روزہ، خیرات کرنے کے دوزخ میں جائے گی۔ اگر تم دوزخ سے بچنا چاہتی ہو۔ تو تمہارا فرض ہے کہ کوئی کام ایسا نہ کرو۔ جس سے ہمسائے کو تکلیف ہو۔ بطور نمونہ بعض باتیں ذکر کردی جاتی ہیں۔ تاکہ عبرت ہو۔ مثلاً

۱۔ لڑائی کسی اور بات پر تھی۔ مگر محض ہمسائی کو ذلیل کرنے کے لئے اس پر بہتان باندھ دیا۔ کہ فلاں شخص سے تیرا ناجائز تعلق ہے۔

۲۔ یا ہمسائی کی بہو۔ بیٹی کو محض ذلیل و خوار کرنے کے لئے اُن پر تہمت لگادی کہ اُن کا فلاں شخص سے ناجائز تعلق ہے۔

۳۔ یا گھر میں سے کوئی چیز گم ہوئی تو بلاتحقیق اپنے گمان سے ہمسائی کے ذمہ لگادی۔ کہ وہ یا اُس کے بچے لے گئے ہوں گے۔ یہ خیال نہیں کرتیں کہ ممکن ہے ہمارے بچے ہی نے کہیں ضائع کی ہو۔

۴۔ عموماً ہمسائے ایک دوسرے کے حالات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ بعض عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہمسایوں کے پوست کندہ حالات جہاں گئیں وہیں سناتی رہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غیبت (گلہ کرنا) کا گناہ زنا سے بھی سخت ہے اور غیبت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جھوٹی بات کہی جائے۔ جو بات بھی کسی کے پس پشت کہی جائے غیبت ہے۔ اگر روبرو کہی جاتی تو اُسے ناگوار طبع ہوتی۔ خواہ وہ سچی بات ہو تو بھی غیبت ہے۔

(۸) عام انسانوں کے حقوق

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَّا يَرْحَمُ النَّاسَ۔ متفق علیہ۔

ترجمہ۔ جریرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ اللہ تعالےٰ اس پر رحم نہیں کرتا۔

تنبیہ۔ عزیز بہنو! اگر تم چاہتی ہو۔ کہ اللہ تعالےٰ تم پر رحم کرے۔ تو تمہیں چاہیئے کہ ہر ایک انسان پر (خواہ مسلمان یا کافر ہو) رحم کرو۔ (یعنی جہاں تک ممکن ہو۔ ہر ایک انسان کی مدد کرکے دُعا لیا کرو)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ۔ رواہ ابوداؤد والترمذی

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمروؓ نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحمت نازل کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر وہ (اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے) رحم کریں گے۔ جو آسمان پر ہیں۔

عزیز بہنو! زمین پر رہنے والے انسان بلکہ پرند چرند حیوانات پر رحم کیا کرو۔ تاکہ اللہ تعالےٰ تم پر رحم کرے۔ غرضیکہ ہر ایک جاندار کو دُکھ دینے سے پرہیز کیا کرو۔ مثلاً حیوانات پر اس طرح ظلم ہوسکتا ہے۔ کہ گائے۔ بھینس۔ بھیڑ۔ بکری ہم نے پالی ہوئی ہے۔ اُسے وقت پر پانی نہ پلائیں۔ چارہ کم کھلائیں۔ ہر وقت باندھ رکھیں۔ ان جانوروں کے بچوں کو بھوکا ماریں اور دودھ سارا خود دُہ لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو دوزخ میں دیکھا۔ جس نے بلّی کو باندھ رکھا تھا۔ نہ خود کھانے کے لئے اُسے دیا اور نہ چھوڑا۔ کہ خود تلاش کرکے اپنا رزق کھاتی۔ اسی حالت میں وہ مرگئی۔

آخری گزارش

عزیز بہنو! جن بہنوں کا خدا تعالےٰ پر ایمان ہے۔ قیامت پر یقین رکھتی ہیں۔ عذابِ الٰہی سے نجات چاہتی ہیں۔ انہیں اپنی ایمانی قوت سے فرائض انسانی کے بجالانے کا شوق پیدا ہوگا۔ اور اللہ تعالےٰ کی مدد سے وہ ادا کرسکیں گی۔ مگر جنہیں دُنیا ہی کی زندگی کا آرام و راحت مقصود ہو۔ نہ خدا تعالےٰ پر ایمان نہ عذاب و ثواب سے سروکار اُنہیں کیا ضرورت ہے۔ کہ مسلمان عورت کے اسلامی فرائض سے آگاہ ہوں یا سینما اور تھیٹر دیکھنا چھوڑ دیں۔ یا کھلے بندوں اجنبی غیر محرم مردوں سے تنہائی میں میل جول سے پرہیز کریں یا گانے بجانے کی بجائے تلاوت قرآن حکیم کریں۔ یا ذکرِ الٰہی سے رُوح کو آرام پہنچائیں۔

آخری دُعا

اے اللہ! تُو ہماری بہنوں کو مسلمان بنا۔ انہیں اپنے فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرما! مغربی عورتوں کے نقائص و عیوب سے نفرت دلا۔ دوزخ سے بچا! جنّت میں داخل فرما!

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

مجلس ذکر

منعقدہ ۲۷؍رجب ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۸؍فروری ۱۹۵۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اما بعد اس اجتماع میں ہر دفعہ بعض احباب نئے ہوتے ہیں۔ اس لئے مجھے ہر دفعہ اس اجتماع کا مقصد عرض کرنا پڑتا ہے۔ صبح کا درس عام ہے۔ لیکن یہ اجتماع خاص ہے اور اللہ تعالےٰ کے ان بندوں کے لئے منعقد کیا جاتا ہے۔ جنہوں نے مجھ سے بیعت کا عہد کر رکھا ہے۔ بیعت کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ آپ اللہ تعالےٰ کو راضی کرنے کا جو طریقہ ہمیں بتلائیں گے ہم اس کی پابندی کریں گے۔

ان احباب کی روحانی تربیت میرا فرض عین ہے۔ میں جو کچھ عرض کیا کرتا ہوں وہ ان کی رہنمائی کے لئے ضروری سمجھتا ہوں۔ ہم چونکہ اللہ تعالےٰ کا ہی نام لیتے ہیں۔ اس لئے جس کا دل چاہے اس میں شریک ہو جائے۔ ہم کسی کو منع نہیں کرتے۔

اللہ تعالےٰ انسان کے باطن کو دیکھتے ہیں۔ ظاہر کو نہیں دیکھتے۔ اصلاح باطن کے لئے روحانی امراض سے شفایاب ہونا ضروری ہے۔ ان امراض کا تذکرہ اس سے پہلے آتا رہا ہے۔ ایک مجلس میں میں نے عجب اور کبر۔ دوسری میں حسد اور ریاء اور تیسری میں شح نفس (خود غرضی) کے متعلق عرض کیا تھا۔ دنیوی تعلقات کی وجہ سے ان امراض کا احساس نہ عوام کو ہوتا ہے نہ بی اے اور ایم اے کو اور نہ ہی مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل علمائے کرام کو۔ بظاہر کوئی کتنا تقدس مآب ہو۔ اگر ان امراض سے شفایاب ہو کر نہ گیا۔ تو مرنے کے بعد قبر جہنم کا گڑھا بن جائے گی۔ ہم یہاں اصلاح باطن کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

اللہ والوں کی ایک خاص صفت

انسان جس صفت سے متصف ہو اسی کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہے جیسے ڈگری کی سند حاصل کرنے والے کو ماسٹر ہی کہا جائے گا۔ طبیہ کالج سے فارغ ہونے والوں کو طبیب ہی کہا جائے گا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کے محبوبین کی بھی چند صفات ہیں۔ ان میں سے ایک صفت کا ذکر اس آیت میں ہے۔ آج میں اس کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۙ

(سورۃ المؤمنون۔ رکوع ۴ پارہ ۱۸) —

ترجمہ:۔ اور جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل اس سے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں)

بعض اشخاص کو بکرے کی کلیجی۔ بعض کو دماغ اور بعض کو چربی والا گوشت پسند ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کو انسان کے وجود میں سے دل پسند ہے۔ اس زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی وہ دل ہی کو دیکھتے ہیں۔ دل کے بعد وہ اعمال کو دیکھتے ہیں اور عمل کی قیمت دل کی بنا پر دیتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ والوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتے ہیں اور ان کے دل ڈرتے ہیں کہ خدا جانے اجر بھی ملتا ہے یا نہیں ان کو فکر ہوتی ہے کہ کہیں یہ دنیا عذاب نہ بن جائے اور الٹی ادھر سے ڈانٹ ہی نہ پڑ جائے۔ کہ تم نے تو نام و نمود کے لئے خرچ کیا تھا۔ واہ واہ کرالی۔ اب مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ مثلاً ہر جمعرات کو گٹھیں پکائی جاتی تھیں اور دل میں یہ خیال تھا کہ لوگ کہیں گے کہ بیٹوں نے اپنے باپ کو خوب سنبھالا۔

اصلاح باطن سے مراد دل کی اصلاح ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلَا اِلٰى اَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔

اگر ایک شخص بڑا روپیہ ہے یا بہت دولتمند ہے تو اللہ تعالےٰ کے ہاں اس کی ان چیزوں کی کوئی قیمت نہیں۔ اگر اس نے دل اللہ تعالیٰ کو دے دیا۔ یعنی دل میں ڈر ہے تو فقط اللہ تعالےٰ کا۔ محبت ہے تو اس سے۔ رضا مطلوب ہے تو اس کی۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسا شخص محبوب ہے۔ جیسے فارسی میں کسی نے کہا ہے۔

دلا تو رسم تعلق ز مرغ آبی جو
کہ گرچہ غرق بدریاست خشک پر برخاست

اللہ تعالےٰ چاہتے ہیں کہ مسلمان اس طرح دنیا میں رہے۔ بظاہر سب کے ساتھ تعلق ہو۔ لیکن حقیقت میں اللہ تعالےٰ کے سوا کسی سے نہ ہو۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں فقط دل کی قیمت ہے۔ دل کے بعد وہ عمل کو دیکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کی مراد کے شارح ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

(ترجمہ:۔ اعمال کا مدار نیت پر ہے)

نیت دل میں ہوتی ہے۔ اگر دل میں اخلاص ہے تو ہم کھوٹا دھیلہ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے۔ تو وہ بھی اس کو محبوب ہوگا۔ اگر اخلاص کی جگہ ریاء ہے تو لاکھوں بھی ان کے ہاں مردود ہیں۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے ہاں ایک سائلہ آئی۔ اس کے ساتھ دو بچیاں تھیں۔ گھر میں ایک کھجور کے دانہ کے سوا کچھ نہ تھا۔ حضرت عائشہؓ نے ایک کھجور اس عورت کو دے دی۔ اس نے کھجور کے دو ٹکڑے کئے۔ ایک ایک بچی کو دے دیا۔ دوسرا دوسری کو۔ یہ ایک کھجور اللہ تعالےٰ کے ہاں محبوب ہے۔ اصلاح باطن اللہ والوں کے ہاں

ہوتی ہے۔ کوٹھیوں اور کالجوں میں دین ملتا - دین یہاں ٹوٹی ہوئی چٹائیوں پہ ملتا ہے۔ تربیت یافتہ نہ ہو تو شیطان ہر کام میں ریا کا زہر ملا کر اس کو جلا دے گا۔ میں دیکھتا ہوں کہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے اتوار والے اجلاس میں بعض لوگ چندہ دیتے ہیں تاکہ بھرے اجلاس میں اعلان ہو اور خوب تالیاں پیٹیں - دوسو روپیہ میاں صاحب کی طرف سے - اعلان ہوا اور تالیاں بجیں - دوسو روپیہ بیگم صاحبہ کی طرف سے پھر اعلان ہوا اور تالیاں بجیں - سو روپیہ بہو کی طرف سے - سو روپیہ بڑے صاحبزادہ کی طرف سے - سو روپیہ چھوٹے صاحبزادہ کی طرف سے - ہر بار اعلان ہوتا رہا اور تالیاں پٹتی رہیں - میاں صاحب خوش ہو رہے ہیں کہ لوگ کہیں گے ع

این ہمہ خانہ آفتاب است

تاکہ انتخاب میں ووٹ میاں صاحب ہی کو ملیں۔

اصلاح قلب نہیں ہوتی - جب تک کہ اللہ والوں کی صحبت نصیب نہ ہو - اللہ والے دل کے طبیب ہوتے ہیں - یہ علم غیب نہیں ہے - طبیب حاذق قابل ہو تو شکل دیکھ کر مرض بتلا دیتا ہے - کیا یہ علم غیب ہے نہیں - اسی لیئے میں کہا کرتا ہوں - موتی ملتے ارزاں - مگر اللہ والے ملنے اس سے بھی گراں ہوتے ہیں - موتی تو غیر مسلموں کے ہاں بھی ہوتے ہیں - مگر اللہ والے مسلمانوں میں بھی کم یاب ہیں -

ہمارے قادری خاندان میں تمام اوراد کا کورس اگر زبانی بیان کیا جائے تو پانچ منٹ میں بیان کیا جا سکتا ہے - مگر باطنی طور پر اس کو بدرجہ حال لانے کے لئے کسی کا ایک سال - کسی کے دو - کسی کے پانچ - کسی کے دس کسی کے بیس سال صرف ہوتے ہیں - اس تفاوت کا سبب بھی دل ہی ہے - قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ دل ہی کو دیکھیں گے

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (سورۃ الشعراء رکوع ۵ پ ۱۹)

(ترجمہ :- جس دن مال اور اولاد نفع نہیں دے گی - مگر جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آیا)

میں کہا کرتا ہوں کہ اگر اس کو سمجھ ہو تو مسلمان کا ہر عمل حیات نیکی کے دائرہ میں آ سکتا ہے - دل میں فقط اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب محبوب اور مقصود بنا لے - امام اعظمؒ سے کسی نے پوچھا کہ ادھر جماعت تیار ہے - ادھر مجھے بیت الخلا جانے کی ضرورت ہے - فرمایئے میں کیا کروں ؟ آپ نے فرمایا کہ اگر تو چاہتا ہے کہ تیری نماز پاخانہ میں شمار کر لی جائے تو پہلے نماز پڑھ لو - اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا بیت الخلا جانا بھی نماز میں لکھا جائے تو پہلے بیت الخلا ہو آؤ - اگر ایک شخص بیت الخلا اس نیت سے جاتا ہے کہ فارغ ہو کر یکسوئی سے نماز ادا کروں گا تو اس کا بیت الخلا جانا وہاں بیٹھنا - ہر کام عبادت میں لکھا جائیگا عبادت کے معنی فقط روزہ نماز وغیرہ نہیں بلکہ ہر وہ کام جو معبود حقیقی کی رضا کے لیے کیا جائے وہ عبادت ہے - اگر ایک شخص اس لئے دوکان پہ بیٹھتا ہے - کہ حلال کا رزق کما کر لاؤں اور بیوی بچوں میں بیٹھ کر عزت سے کھاؤں تو اس کا دوکان پہ بیٹھنا عبادت ہے - دوسرا شخص اسی غرض سے سرکاری ملازمت کرتا ہے اور سارا وقت ایمانداری سے کام کرتا ہے - تو اس کا ملازمت کرنا بھی عبادت ہے - لیکن اگر اس کے پاس کام تو رکھا ہوا تھا مگر یہ دو گھنٹہ باتیں کرتا رہا تو اس کی دو گھنٹے کی تنخواہ حرام کی ہو گئی - حلال حرام مل جائے تو سارا حرام ہو جاتا ہے - ایسے شخص کے بیوی بچے حرام کھائیں گے تو ان کو حرام کی طرف کشش ہوگی - ایک شخص وضو کرکے مسجد میں نفل پڑھتا ہے دوسرا جنگل سے نمازیوں کے لئے ڈھیلے لانے میں اتنا ہی وقت صرف کرتا ہے - یہ دونوں برابر ہیں اور دونوں کی نفلی عبادت شمار کی جائے گی -

پہلے جو سورۃ المومنون کی آیت آ چکی ہے - اب اس کا ضمیمہ عرض کرتا ہوں -

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ (سورۃ المنفقون رکوع ۲ پ ۲۸)

ترجمہ :- اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں روزی دی ہے)

آنکھوں میں بینائی - زبان میں گویائی دماغ میں عقل - ہاتھوں میں پکڑنے کی قوت جسکو عربی میں بطش کہتے ہیں اور پاؤں میں چلنے کی طاقت جس کو عربی میں مشی کہتے ہیں سب اللہ تعالے کا دیا ہوا رزق ہیں -

اللہ تعالے مجھے اور آپ کو ہر چیز کو اس کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا الہ العالمین - خرچ کرنے کے بعد ہر وقت یہ خدشہ دامنگیر رہے کہ خدا جانے وہ قبول بھی فرماتے ہیں یا قیامت کے دن منہ پر مار دیتے ہیں - تربیت کے بغیر شیطان نیکی کو نہیں بچنے دے گا - جس طرح تیزاب کا ایک قطرہ کپڑے پر پڑ جائے اور کپڑے کو تہ کرکے رکھ دیا جائے تو سارا گل ہو جائے گا - اسی طرح ریا ہر نیکی کے کام کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے

اللہ تعالےٰ کی نیک بندیاں

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی
اَمَّا بَعْدُ

تمہید

مسلمان بہنو - ہمارا خُدا وہ ہے - جس نے مٹی سے انسان بنایا - ہمارے لئے آسمان سے مینہ برسایا - اس سے ہمارے کھانے کے لئے ہزاروں قسم کے میوہ جات سینکڑوں قسم کی ترکاریاں - بیسیوں قسم کے اناج پیدا کئے - ہماری خدمت کے لئے رِقسما قسم کے جانور پیدا کئے - کسی سے بوجھ اٹھواتے ہیں - کسی سے ہل چلواتے ہیں - کسی کا دودھ پیتے ہیں - کسی کا گوشت کھاتے ہیں - اگر خدا تعالےٰ کی نعمتوں کو گننے بیٹھیں تو حساب اور شمار سے باہر ہیں -

محسن کی قدر

میری بہنو - ہم دیکھتے ہیں کہ حیوانات میں محسن کی قدر کا جذبہ پایا جاتا ہے - کُتّا جس مالک کے دروازہ سے رُوکھا سوکھا ٹکڑہ کھاتا ہے جب مالک گھر آتا ہے تو دُم ہلاتا ہُوا اُس کے قدموں پر سر جُھکاتا ہے - بِلّی جب گھر میں پالی جاتی ہے - وُہ اُس گھر والوں کے پاؤں میں پھرتی ہے - اور کبھی کسی کی - کبھی کسی کی گود میں پیار اور لاڈ سے جا بیٹھتی ہے -

ایک سوال

میری بہنو - جب حیوانات میں یہ جذبہ پایا جاتا ہے - تو بتاؤ کیا انسان اس جذبے سے خالی ہے - ہرگز نہیں تو پھر اس بے انتہا احسان کرنے والے خدا تعالےٰ کا شکریہ بھی اِنسان کے ذمّہ واجب ہے یا نہ ؟

جواب

ہر عقلمند بہن یہی جواب دے گی کہ واقعی ایسے محسن مالک رحیم اور کریم کا شکریہ بجا لانا ہمارے ذمہ ضروری ہے -

شکر ادا کرنے کا طریقہ

میری بہنو - شکر ادا کرنے کا طریقہ وہی بہتر ہو سکتا ہے - جسے ہمارا محسنِ حقیقی جلّ شانہٗ پسند کرے - مثلاً اگر ہم کسی پیارے عزیز کو عمدہ اور لذیذ کھانا کھلانا چاہتے ہیں تو مناسب یہی ہے کہ اس سے پُوچھ لیں - کون سی چیز اُسے مرغوب ہے - ممکن ہے جس چیز کو ہم نے اپنی طبیعت کے لحاظ سے مرغوب سمجھ کر پکایا - اُسے اس چیز سے انتہائی نفرت ہو - مثلاً بعض لوگوں کے لئے مچھلی نہایت مرغوب غذا ہے - اور بعض لوگوں کو اس سے انتہائی نفرت ہے - علیٰ ہذا القیاس ربُّ العالمین کا شکر بجا لانے کے لئے اسی سے دریافت کرنا چاہیئے -

بہترین طریقہ شکر سکھانے کا استاد

ایک انسان دوسرے انسان کے دل کی بات کو نہیں سمجھ سکتا - جب تک کہ وہ خود نہ بتائے - اسی طرح جب تک ہمارا آقائے حقیقی خدائے قدوس خود نہ بتائے - ہم اس کی مرضی کو معلوم نہیں کر سکتے - اس کی مرضی بتانے کے لئے ہمیشہ مختلف زمانوں میں مختلف اُستاد آتے رہے جن کو اصطلاح شریعت میں نبی کہا جاتا ہے - ان نبیوں کی تعداد بعض کتابوں میں ایک لاکھ چوبیس ہزار تک آئی ہے - ان نبیوں میں سب سے آخری نبی ہمارے نبی کریم سردار دو جہاں سیّد المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں - آپؐ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا - اللہ تعالےٰ کی مرضی معلوم کرنے کے لئے ان سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں ہے - ان کے دامنگیر ہوئے بغیر مرضی مولیٰ معلوم کرنا ناممکن ہے -

تنبیہ

میری بہنو! لڑکی کا کسی اعلیٰ خاندان میں سے ہونا یا امور خانہ داری میں اعلیٰ درجہ کی سلیقہ شعار ہونا یا اپنے فضل و کمال ظاہری سے اپنی سہیلیوں میں عزّت پانا - خدا تعالےٰ کی نظر میں یہ سب چیزیں ہیچ ہیں - حدیث شریف میں آیا ہے - اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ -

ترجمہ - بے شک اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا - اور نہ تمہارے مالوں کو دیکھتا ہے - بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے -

یعنی اگر تمہارے دل میں خوفِ خدا نہیں اور اُس کی محبت کے آثار نہیں اور تمہارے عملوں میں اُس کی بندگی کا حق ادا کرنے کا ثبوت نہیں ملتا - تو اللہ تعالےٰ کے ہاں تمہاری کوئی قدر و قیمت نہیں ہے -

ایک مثال

یہ یاد رکھو جس طرح دُنیا کے بادشاہ کسی کی خوبصورتی کا لحاظ نہیں کرتے - کسی کی خاندانیت کا لحاظ نہیں کرتے - بلکہ جو مرد یا عورت ان کے قانون کی خلاف ورزی کرے اُسے جیل میں ڈال دیتے ہیں - بلکہ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے - کہ باپ بادشاہ کا وفادار ہونے کے لحاظ سے کسی معزز عہدے پر ممتاز ہے اور بیٹا باغی ہونے کی وجہ سے پھانسی کے تختہ پر لٹکایا جا رہا ہے - اور بعض اوقات بیٹا وفادار ہے اور باپ باغی ہے تو بیٹا انعام و اکرام شاہی سے سرفراز ہے - اور باپ تختہ دار سے ہم کنار ہے - بعینہٖ اسی طرح خدا تعالےٰ کی بارگاہ میں ہے - وہاں کسی کی صورت خاندانیت اور دولت وغیرہ موجبِ نجات نہیں وہاں فقط قانونِ الٰہی سے وفاداری کا حق ادا کرنا ہی باعثِ عزّت ہے -

نتیجہ

میری بہنو - گزشتہ تحریر کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگر تم چاہتی ہو کہ احکم الحاکمین خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کی نگاہ میں تمہیں عزّت نصیب ہو اور عذابِ الٰہی (دوزخ) سے بچو تو اس کا فقط ایک ہی راستہ ہے - کہ خدا تعالےٰ کے نازل کردہ قانون یعنی قرآن حکیم کی خلاف ورزی نہ کرو اور اس کا مطلب سمجھنے کے لئے سیّد المرسلین

خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کو بطور شرح قرآن کام میں لاؤ۔

قولہ تعالےٰ - اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا

سورہ الاحزاب رکوع ۵ پارہ ۲۲

ترجمہ۔ اسلام لانے والے اور اسلام لانے والیاں اور ایمان لانے والے اور ایمان لانے والیاں اور فرمانبرداری کرنے والے اور فرمانبرداری کرنے والیاں اور سچ بولنے والے اور سچ بولنے والیاں اور صبر کرنے والے اور صبر کرنے والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے اور حفاظت کرنے والیاں اور خدا تعالےٰ کی بہت یاد کرنے والے اور بہت یاد کرنے والیاں ان سب کے لئے اللہ تعالےٰ نے بخشش اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

شانِ نزول

اُمِّ عمارہ انصاریہ رضؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں۔ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی۔ میں نے عرض کی۔ مجھے تعجب ہے۔ ہر چیز مردوں کے حق میں نازل ہوتی دیکھتی ہوں۔ اور میں نہیں دیکھتی۔ کہ عورتوں کا ذکر بھی کسی حکم میں آیا ہو۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترمذی شریف)

وعدۂ بخشش کی دس شرطیں

میری بہنو! گزشتہ آیت میں اللہ تعالےٰ نے مردوں اور عورتوں دونوں کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر ہمیں چونکہ اس وقت فقط مسلمان بہنوں سے پیغام حق عرض کرنا ہے۔ اس لئے انہی کو مخاطب کرکے تفصیل عرض کی جائے گی۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے عورتوں کی بخشش اور اُن کے لئے بہت بڑے اجر کا وعدہ دس شرطوں پر کیا گیا ہے اسلام۱ - ایمان۲ - قنوت۳ - صدق۴ - صبر۵ - خشوع۶ - تصدق۷ - صوم۸ - حفظ الفروج۹ - کثرت ذکرِ الٰہی۱۰ -

ہر ایک کی تفصیل

(۱) اسلام

اسلامی شریعت جو حکم دے اس پر عمل کرکے دکھانا اسلام ہے۔ مثلاً شریعت کہتی ہے۔

(۱) کہ زبان سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھو۔ تو پڑھیں۔

(۲) پانچ وقت نماز پڑھو۔ تو پڑھیں۔

(۳) جب رمضان شریف آئے روزہ رکھو۔ تو رکھیں۔

(۴) سال کے بعد سونا۔ چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ دو۔ تو دیں۔

(۵) تمہارے پاس سفر حج کے لئے روپیہ کافی موجود ہے تو حج کرو۔ تو حج کریں۔

(۲) ایمان

فقط ظاہری احکام کا بجا لانا بارگاہ الٰہی میں مقبول ہونے کے لئے کافی نہیں ہے جب تک کہ دل سے ان چیزوں کو سچا نہ جانے۔ جن کے متعلق اسلام دل کی تصدیق چاہتا ہے۔ مثلاً خدا تعالےٰ ایک ہے۔ اور وہ حی۔ قدیر۔ مرید۔ علیم۔ سمیع۔ بصیر۔ کلیم ہے۔ ان صفات کے یہ معنی ہیں زندہ۔ قدرت والا۔ ارادہ کرنے والا۔ جاننے والا۔ سننے والا۔ دیکھنے والا۔ بولنے والا۔ اس کے فرشتوں کا ہونا حق ہے۔ پہلے سارے نبی اور ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سچے پیغمبر ہیں۔ پہلی ساری کتابیں جو آسمان سے نازل ہوئیں وہ سچی تھیں۔ اور قرآن حکیم جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ وہ حق ہے۔ اور ہر چیز نیک و بد کی تقدیر اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور مرنے کے بعد اُٹھنا اور حساب وکتاب ہونا یقینی ہے۔

(۳) قنوت

قنوت کے معنی مطلق فرمانبرداری بھی ہے۔ اور قنوت کے معنی اخلاص بھی ہے یہاں اس آیت میں مراد اخلاص ہے۔ اگر ایک عورت دل سے اسلام کی ساری باتوں کو سچا مانتی ہے۔ اور ظاہری احکام کو بھی بجا لاتی ہے۔ لیکن ظاہری احکام بجا لانے میں اخلاص نہیں ہے۔ تو بھی بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں ہونگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ سب سے زیادہ خطرہ مجھے اپنی اُمت کے متعلق جس چیز کا ہے۔ وہ شرکِ صغر (چھوٹا شرک) ہے۔ لوگوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ چھوٹے شرک سے آپ کی کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا ریاء یعنی لوگوں کے دکھلاوے کے لئے کوئی کام کرنا۔

(۴) صدق

اللہ تعالےٰ کی مقبول بندیوں کی چوتھی صفت سچ بولنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک آدمی جھوٹ بولتا ہے۔ اور جھوٹ بولتے بولتے یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں اُسے جھوٹوں کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے۔

میری بہنو! خدا تعالےٰ سے ڈرو۔ عورتوں میں اکثر جھوٹ بولنے کی عادت ہوتی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ محض جھوٹ بولنے کی وجہ سے جھوٹی عورتوں کی فہرست میں تمہارا نام لکھ دیا جائے اور نیکیاں ساری برباد ہو جائیں۔

(۵) صبر

اللہ تعالیٰ کی مقبول بندیوں کی پانچویں صفت صبر ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو حکم ملے۔ اس پر ہمت سے عمل کرنا خواہ وہ حکم کسی کام کے کرنے کے متعلق ہو یا کسی چیز سے روکنے کے متعلق ہو۔ طبیعت اس کام سے خوش ہو یا ناخوش ہو۔

(۶) خشوع

بارگاہِ خداوندی میں نیک بیبیوں کی چھٹی صفت عاجزی کرنا ہے۔ دل سے بھی اللہ تعالےٰ کے روبرو عاجزی کرتی ہیں۔ اور ظاہری اعضاء سے بھی اپنی عاجزی کا اظہار کرتی ہیں۔ مثلاً زبان سے عاجزی کے الفاظ کہتی ہیں۔ اے اللہ تو ہمارا مالک ہے۔ ہم تیرے غلام ہیں۔ تجھے سب طاقتیں ہیں۔ اور ہم عاجز بندے ہیں۔ علاوہ اس کے اللہ تعالےٰ کے روبرو ہاتھ پھیلا کر عاجزی سے دُعا مانگتی ہیں۔ جس طرح کوئی گدا کسی سخی کے آگے ہاتھ جوڑتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ اللہ تعالےٰ کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ تو اللہ تعالےٰ کو شرم آتی ہے۔ کہ اُسے خالی لوٹائے۔ باقی اعضاء کی عاجزی نماز میں رکوع اور سجدہ کرنے سے ادا ہو جاتی ہے (باقی

(باقی

مجلسِ ذکر

منعقدہ ۴- شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ مطابق ۷- مارچ ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی
اما بعد مَیں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ اجتماع اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے راضی ہو جائیں۔ اور ہم امراضِ روحانی سے شفایاب ہو کر دنیا سے جائیں۔ آج کل امراضِ روحانی بطور وبا پھیلے ہوئے ہیں۔ جس طرح بعض امراض جسمانی وبا کی طرح عام ہوتے ہیں۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد ۱۹۱۸ء میں انفلوانزہ کی وبا عام ہوگئی تھی۔ اس میں اکثریت مبتلا تھی۔ گھروں کے گھر۔ گلیوں کی گلیاں اور محلوں کے محلے بند ہو گئے تھے۔ کبھی طاعون بطور وبا پھیل جاتی تھی۔ اسی طرح آج کل امراض روحانی بطور وبا پھیلے ہوئے ہیں۔ ہر کہ ومہ ان میں مبتلا ہے۔ الّا ماشاء اللہ۔ مگر افسوس صد افسوس ان کا احساس بہت کم لوگوں کو ہے۔ اس کا سبب تعلقات دُنیوی ہیں۔ اگر اس جہان سے شفایاب ہو کر نہ گئے۔ تو بنے بنائے دوزخی ہیں۔ جس طرح اس جہان میں جسمانی امراض کے مریضوں کے لئے ہسپتال ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کے ہاں روحانی امراض کے مریضوں کے لئے ایک ہی ہسپتال ہے۔ جس کا نام جہنم ہے۔

عام طور پر ان امراض کی سمجھ بھی نہیں ہوتی۔ جب تک کسی ہادی کی صحبت نصیب نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ میرے دونوں مربّیوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔ ان کے جوتوں کی خاک کو سرمہ بنا کر آنکھوں میں ڈالا۔ تب اللہ تعالےٰ نے سمجھ عطا فرمائی۔ اللہ تعالےٰ مادر زاد ولی پیدا کر دے۔ تو وہ قادر ہے۔ ورنہ دستور یہی ہے کہ ان امراض کی سمجھ اور ان سے شفا اللہ والوں کی صحبت میں نصیب ہوتی ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ صحبت کے بغیر شاید ہی کوئی ان امراض سے بچا ہُوا ہو۔ غرباء۔ امراء۔ متوسط طبقہ۔ طلباء۔ حتّٰی کہ علماء کو بھی امراضِ روحانی کا احساس نہیں ہے۔ مدارسِ عربیہ میں طلبائے علوم دینیہ ان امراض سے عبور کر جاتے ہیں مگر ان سے شفا نہیں ہوتی۔ جب تک اللہ والوں کی صحبت نصیب نہ ہو۔ اگر ایک شخص کو معلوم ہو کہ وہ کسی مرض میں مبتلا ہے۔ مگر وہ علاج نہ کرائے تو کیا شفا ہو جائیگی؟ اللہ تعالےٰ چاہے تو بلا علاج بھی مریض کو صحت حاصل ہو سکتی ہے۔ وہ تو کلمہ کن سے ہر مرض کا علاج کر سکتا ہے۔ اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ (سورہ یٰسٓ رکوع ۵ پارہ ۲۳ (ترجمہ۔ اس کی تو یہ شان ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اتنا ہی فرما دیتا ہے کہ ہو سو وہ ہو جاتی ہے) لیکن عام دستور یہی ہے کہ علاج کرانے سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ روحانی امراض میں بھی یہی دستور ہے۔

عرصہ سے روحانی امراض کا ذکر آ رہا ہے۔ ایک مجلس میں مَیں نے عجب اور کبر۔ دوسری میں حسد اور ریاء تیسری میں شحّ نفس (خود غرضی) کے متعلق عرض کیا تھا۔ ان سب کا علاج بھی عرض کر چکا ہوں۔ مَیں یہ بھی عرض کر چکا ہوں کہ علاج کے متعلق میری تقریر سُن جانا کافی نہیں۔ سوچا کیجئے کہ ہمارے اندر یہ امراضِ روحانی تو موجود نہیں۔ اگر ہیں تو ان سے توبہ کیجئے اگر نہیں ہیں تو اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیجئے۔ روزانہ اپنا محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اگر آج ہم روحانی بیماریوں سے بچے ہوئے ہیں تو کل ان میں سے کسی میں مبتلا ہو جائیں۔ اس لئے ہر وقت چوکنّا رہنے کی ضرورت ہے۔ کتابیں پڑھ لینے سے تو ان بیماریوں سے شفا نہیں ہوتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب (ترجمہ۔ بے شک حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے) کیا علمائے کرام کے اندر سے یہ حدیث پڑھنے کے بعد حسد نکل جاتا ہے۔ یہ سب جھگڑے تو حسد ہی کے ہیں۔ اللہ والوں سے تربیت کرانے کے بعد حسد نکل جاتا ہے۔ بشرطیکہ عقیدت۔ ادب۔ اطاعت کی تینوں تاروں سے ان کے ساتھ

کشکش ہو۔ رحمۃ للعلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار سے بھی وہ بدبخت محروم ہی رہے۔ جن کو آپ سے نہ عقیدت تھی نہ ادب، اور اطاعت کرتے تھے۔ ان کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ط (سورہ التوبۃ رکوع ۱۰ پارہ ۱۰) (ترجمہ۔ تو ان کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ۔ اگر تو ان کے لئے ستّر دفعہ بھی بخشش مانگے گا تو بھی اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا)۔

اصل میں کھوٹ ان بے ایمانوں کے اندر تھا۔ اس لئے دربار نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی محروم ہی گئے اور حضورؐ کی دُعا بھی ان کے حق میں قبول نہ ہوئی۔

اہل اللہ نایاب نہیں کمیاب ضرور ہیں۔ وہ امراضِ روحانی کے معالج ہوتے ہیں۔ وہ برتن کی طرح دلوں کو مانجھ کر رکھ دیتے ہیں۔ بشرطیکہ کوئی کھرا مل جائے۔ ورنہ لٹوں والے۔ طبلہ سارنگی والے حضرت صاحب اور صاحبزادہ صاحب تو بہت ہیں۔ کچھ اِدھر کے اور کچھ اُدھر کے صاحب ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو امراض روحانی سے شفایاب ہوکر دُنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العٰلمین۔

یہ تو تمہید ہی تھی۔ آج کی تقریر کا عنوان ہے:-

آخرت کی فکر

اللہ تعالےٰ قیامت کے دن مجرموں سے فرمائیں گے۔ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲ پ ۱۵) ترجمہ۔ اپنا نامہ اعمال پڑھ لے۔ آج اپنا حساب لینے کے لئے تو ہی کافی ہے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس جہان میں اس آیت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العٰلمین۔

روزانہ پانچ منٹ یہ سوچا کیجئے۔ کہ ہم امراض روحانی میں تو مبتلا نہیں ہیں۔ قیامت کے دن جو اللہ تعالےٰ فرمائینگے۔ آج ہی کیوں نہ ہم اس کے متعلق سوچیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحؒ فرماتے ہیں کہ انسان کو دُنیوی تعلقات کا کلورو فارم سُنگھا دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے بیوی بچّوں اور دوسرے دنیوی تعلقات کا تو اس کو بڑا خیال رہتا ہے۔ مگر اپنا خیال نہیں رہتا۔ مرنے کے بعد کلورو فارم کا اثر اُتر جائیگا تو پھر پتہ چلے گا کہ بیوی بچّے اور باقی رشتہ دار سب غدّار نکلے۔ لیکن اس وقت یہ احساس کچھ فائدہ نہ دے گا۔ ع

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں

مَیں عرض کیا کرتا ہوں کہ قرآن مجید کی تعلیم کا خلاصہ ہے حصول رضائے الٰہی اس کے ذرائع دو ہیں۔ (۱) خالق کو بعبادت راضی کرنا۔ (۲) مخلوق کو بخدمت راضی کرنا۔

یہ سوچا کیجئے کہ مجھ پر کس کس کا حق ہے۔ اور کیا مَیں ان کا حق ادا کر رہا ہوں۔ سب سے اوّل اللہ تعالےٰ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا حق فائق ہے۔ کیا مَیں ان دونوں کا حق ادا کر رہا ہوں۔ اس کے بعد سب سے پہلے والدین کا حق ہے۔ کیا وہ دُعائیں دے رہے ہیں یا بددُعائیں بعض بدبخت دوستوں کو تو خوب کھلاتے پلاتے ہیں مگر باپ کو پوچھتے بھی نہیں۔ بیوی کی ہر فرمائش پوری کرتے ہیں اور ماں کو پوچھتے بھی نہیں۔ ان کو یار باپ سے اور بیوی ماں سے زیادہ پیاری ہے۔ حالانکہ بیوی ماں کے جوتے کے بھی برابر نہیں ہوسکتی۔ دولت ہو تو روز تین چار بیویاں کرسکتے ہیں۔ شہد پر مکھیاں بہتیری۔ لیکن ماں ایک ہی ہے۔ جس نے جنا ہے۔ ایک حدیث شاہد ہے کہ والدین کی خدمت کا اللہ تعالےٰ کے ہاں کتنا درجہ ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ تین آدمی بارش سے بچنے کے لئے ایک غار میں گھس گئے۔ خُدا کی قدرت دیکھئے۔ ایک پتھر اُوپر سے گرا اور غار کا دروازہ بند ہوگیا۔ ان تینوں نے مشورہ کے بعد یہ طے کیا کہ ہم میں سے ہر ایک اپنا اپنا نیک عمل یاد کرکے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرے۔ کہ وہ ایک تہائی پتھر ہٹا دے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ کہ اے اللہ ایک دن میں جنگل سے بکریاں لے کر دیر سے آیا تھا تو میرے والدین سو چکے تھے۔ میں دودھ لے کر ان کے سرہانے ساری رات کھڑا رہا۔ اور میرے بچّے بلکتے رہے مَیں نے ان کو دُودھ نہ دیا۔ اے اللہ اگر میرا یہ عمل تیرے ہاں مقبول ہے تو ایک تہائی دروازہ کھول دے۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت سے ایک تہائی دروازہ کھُل گیا۔ باپ پہلے اور اولاد بعد میں آتی ہے۔

اوّل تو ان چیزوں کی اطلاع نہیں۔ اگر ہو تو نفس اور شیطان آڑے آتے ہیں اور کرنے نہیں دیتے۔ قرآن مجید نمبر اوّل ذوی الحقوق کی فہرست بتلاتا ہے۔ نمبر دوئم ان کے مدارج بتلاتا ہے۔ نمبر سوئم ان کے حقوق کے ادا کرنے کا طریقہ بتلاتا ہے۔ نمبر چہارم اگر ذوی الحقوق سے تعلق بگڑ جائے تو اُس کو درست کرنے کا طریقہ بھی بتلاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ (ترجمہ۔ تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے) کس کے نطفہ سے پیدا ہوئے ہو۔ اور کس کی محنت سے جوانی کو پہنچے ہو۔ والدین میں سے ماں کا ۳/۴ حق ہے اور باپ کا ۱/۴ والدین کے بعد بیوی آتی ہے۔ پھر اولاد اور بھائی بہن آتے ہیں۔ ان سب کے بعد دوست آتے ہیں۔

اگر کوئی شخص ممتحن کا محرمِ راز ہو اور وہ اس سے معلوم کرکے کسی طالب علم کو پرچہ بتلا دے۔ پھر بھی اگر وہ طالب علم فیل ہوجائے تو اس سے زیادہ بدقسمت کون ہوسکتا ہے ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالےٰ کے محرم راز ہیں اور آپؐ نے قیامت کے دن کے پرچے اوٹ کردیئے ہیں۔ اب بھی اگر کوئی مسلمان امتحانِ عمری میں فیل ہوکر جہنّم میں جائے۔ تو یہ اس کی بدقسمتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر شخص کو اس وقت تک دربارِ الٰہی سے نہ ہٹایا جائے گا جب تک ان پانچ سوالات کا جواب نہ دے گا۔

۱۔ عمر کہاں خرچ کی تھی۔ ۲۔ جوانی کہاں خرچ کی تھی۔ ۳۔ کمایا کس ذریعہ سے تھا۔ ۴۔ خرچ کہاں کیا تھا۔ ۵۔ جو مجموعہ ہدایت مَیں نے نازل کیا تھا۔ اس پر کیا عمل کرکے لائے ہو۔

یہ اقراء کتابک والی آیت کا ضمیمہ ہے۔ اگر ہم ان باتوں پر عمل کریں گے تو انشاء اللہ تعالےٰ بیڑا پار ہو جائیگا۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو امراضِ رُوحانی سے شفایاب ہوکر دُنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العلمین۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اقراء کتابک کو وقتاً فوقتاً سامنے رکھ کر اپنے اعمال کا محاسبہ کیا جائے۔

اللہ تعالےٰ کی نیک بندیاں

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

(گزشتہ سے پیوستہ)

(۷) صدقہ

دربارِ الٰہی میں مقبول بندیوں کی ساتویں صفت خیرات کرنا ہے۔ انسان کو دو چیزیں زیادہ پیاری معلوم ہوتی ہیں۔ جان اور مال۔ اللہ تعالےٰ کی پیاری بندیاں جس طرح اپنی جان کو تکلیف میں ڈال کر (مثلاً سردیوں میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرکے نماز پڑھنا۔ گرمی کی راتوں میں دیر سے سوکر صبح سویرے باوجودیکہ جی نہ چاہتا ہو۔ لیکن خوفِ خدا سے مجبور ہوکر میٹھی نیند سے اُٹھنا اور نماز ادا کرنا وغیرہ) خدا تعالےٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اسی طرح وہ اپنا پیارا مال (جسے راہِ خدا میں خرچ کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ ہاں نام و نمود کے لئے شیطانی راستہ میں انسان بآسانی خرچ کر دیتا ہے) طبیعت کو مجبور کرکے خرچ کرتی ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرتی ہیں۔ عورتوں کی عادت ہے کہ برادری میں بیاہ شادی کی رسموں پر بھاجیوں میں بیسیوں روپیہ خرچ کر دیتی ہیں۔ لیکن کسی بیوہ بہن یا یتیم بچے یا کسی دین کے کام میں چندے کے لئے کہا جائے تو چار پیسے خرچ کرنا بھی بار خیال کرتی ہیں۔

نیک بہنو! بھاجیوں میں نام و نمود کے طور پر خرچ کرنے سے سوائے نقصان اور قیامت کے دن سوائے افسوس کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اگر چاہتی ہو کہ مال خرچ کرنا تمہارے کام آئے۔ تو نیکی کے کاموں میں خرچ کیا کرو۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ صدقہ اللہ تعالےٰ کے غصّہ کو اس طرح بجھا دیتا ہے۔ جس طرح پانی آگ کو۔

(۸) صوم

خدا تعالےٰ کی بارگاہ میں بخشش کی حقدار عورتوں کی آٹھویں علامت روزہ رکھنا ہے۔

میری بہنو! آپ جانتی ہیں کہ دُنیا کے سارے دھندے پیٹ پالنے کے لئے ہیں۔ اور پیٹ بھرنے کا دھندہ ہی صبح سے لے کر شام تک عورتوں کو مصروف رکھتا ہے۔ صبح سویرے اُٹھیں۔ سارے گھر کے ناشتہ کی فکر کی۔ اس سے فارغ ہوئیں تو دوپہر کے کھانے کی فکر دامنگیر ہوئی۔ اس سے فارغ ہوئیں تو رات کے کھانے پینے کی فکر شروع ہُوئی۔ اسی طرح ساری عمر ہوتا رہا۔ حتّٰی کہ عزرائیل علیہ السلام موت کا پروانہ لے کر سر پر آکھڑے ہوئے اور چل بسیں۔ یادِ الٰہی کے لئے وقت ہی نہیں ملا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے سال میں ایک مہینہ تمہیں خالی کر دیا ہے۔ تاکہ کھانے پینے کا قصّہ رات کو سمیٹ سماٹ لیا کرو۔ اور رات کو بال بچوں سے فراغت پاکر یاد الٰہی میں مصروف رہا کرو۔ اور دن کو یادِ الٰہی کے لئے کافی سے زائد وقت تمہارے پاس بچ جائیگا۔ بڑوں کو تو کھانا کھانا ہی نہیں۔ اور چھوٹے بچّوں کو سحور کا بچا کھُچا کھلا دو۔ اور گیارہ ماہ میں یادِ الٰہی میں جو کسر باقی رہ گئی ہو۔ وہ اس رحمت کے مہینہ میں پوری کر لو۔ اس مہینہ میں نفل پڑھوگی تو دوسرے مہینوں کے فرض کے برابر درجہ ملے گا۔ اور اگر فرض ادا کروگی تو دوسرے مہینوں کے ستر فرض کے برابر ثواب ملے گا۔

فضیلت ماہِ رمضان۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے۔ درآنحالیکہ وہ ایماندار تھا۔ اور اللہ تعالےٰ سے ثواب حاصل کرنے کی نیّت سے رکھے تو اُس کے پہلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائینگے اور جس شخص نے رمضان کی راتوں میں اللہ تعالےٰ کی عبادت کی۔ درآنحالیکہ وہ ایماندار تھا۔ اور اللہ تعالےٰ سے ثواب حاصل کرنے کی خاطر عبادت کی تو اُس کے پہلے سارے گناہ بخش دیئے جائینگے۔

بہنو! اللہ تعالےٰ سے دُعا ہے کہ تمہیں ان نیک کاموں کی توفیق دے۔ اور عذابِ الٰہی سے بچائے۔ آمین۔

(۹) حفظُ الفروج

خدا تعالےٰ کی نیک بندیوں کی نویں علامت پاکدامن ہونا ہے۔ پاکدامن عورت اپنے گھر۔ سارے خاندان۔ بلکہ سارے شہر کے باشندوں کی نگاہ میں عزّت سے دیکھی جاتی ہے۔ خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان۔ سکھ ہوں یا عیسائی اور بدچلن عورت کو ہر شخص حقارت اور ذلّت کی نگاہ سے دیکھتا ہے ہر شخص اسے بے حیا۔ بدمعاش کمینی اور لُچّی خیال کرتا ہے۔ یہ تو دُنیا کی ذلّت ہے۔ آخرت کی سزا ملاحظہ ہو۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے اُس جہان کی سیر کی وہاں دیکھا کہ آگ کا ایک تنور ہے۔ اُس میں ننگے مرد اور عورتیں جل رہی ہیں۔ اس تنور میں اُبال آتا ہے تو وہ اُوپر آجاتے ہیں جب تنور کے مُنّہ کے قریب آتے ہیں۔ تو پھر وہ اُبال نیچے چلا جاتا ہے۔ آپ نے پوچھا۔ یہ کون لوگ ہیں۔ فرشتے نے عرض کی کہ یہ زناکار ہیں۔

اے اللہ۔ تو اپنے فضل و کرم سے تمام مسلمان بہنوں کو دُنیا اور آخرت کی اُس ذلّت سے بچا۔ آمین! ثم آمین!

(۱۰) کثرتِ ذکرِ الٰہی

اللہ تعالےٰ کی نیک بندیوں کی دسویں علامت اللہ تعالےٰ کو بہت زیادہ یاد کرنا ہے۔ بہت زیادہ یادِ الٰہی کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اُٹھتے بیٹھتے لیٹتے سُبحٰنَ اللّٰہِ وَالحَمدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکبَرُ وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ط ایسے کلمات کا ورد کرتی رہتی ہیں۔ خواہ سارے کلمات پڑھیں یا ان میں سے کسی ایک کلمے کا ورد کریں۔ یا قرآن شریف اُٹھتے بیٹھتے پڑھیں یا دین کی کتابوں کا زیادہ مطالعہ کریں۔

حدیث شریف

عَنِ ابنِ عُمَرؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّکُم رَاعٍ وَکُلُّکُم مَسئُولٌ عَن رَّعِیَّتِہٖ وَالاَمِیرُ رَاعٍ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَھلِ بَیتِہٖ وَالمَرأَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیتِ زَوجِھَا وَوَلَدِہٖ فَکُلُّکُم رَاعٍ وَّکُلُّکُم مَسئُولٌ عَن رَعِیَّتِہٖ (بخاری شریف جلد دوم ص ۷۸۳)

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک محافظ ہے۔ اور ہر ایک سے اپنی رعایا کے متعلق باز پرس ہوگی اور بادشاہ محافظ ہے۔ اور خاوند اپنے گھر والوں پر محافظ ہے۔ اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں پر محافظ ہے۔ پس ہر ایک تم میں سے محافظ ہے۔ اور ہر ایک سے اپنی رعایا کے متعلق باز پرس ہوگی۔

عورتوں سے خطاب

چونکہ اس مضمون میں اپنی مسلمان بہنوں سے خطاب ہے۔ اس لئے گزشتہ حدیث شریف میں فقط اتنے حصہ کی تشریح کیجائیگی جتنے کا تعلق عورتوں سے ہے اور وہ یہ ہے "عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں پر محافظ ہے۔"

تشریح

مرد کی تین چیزیں عورت کے سپرد ہیں۔ عزّت۔ مال اور اولاد۔

حفاظتِ عزت

عزّت کی حفاظت کا یہ طریقہ ہے کہ اُس کی اجازت کے سوا کسی کو گھر میں نہ آنے دے۔ اور جس شخص سے بات کرنے میں مرد ناراض ہوتا ہے۔ اس سے بات نہ کرے۔ جس کے گھر جانے سے مرد روکتا ہے۔ وہاں نہ جائے۔ ایسا نہ ہو کہ مرد تو دفتر، کارخانے یا دکان پر جائے اور عورت برقع اوڑھ کر سیر کرنے کے لئے اِدھر اُدھر چلی جائے۔ ایسا کرنا خیانت ہے اور یقیناً گناہ ہے۔ بارگاہِ الٰہی سے اس کی سزا ملے گی۔

خاوند کی فرمانبرداری کا نتیجہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس عورت نے پانچ وقت کی نماز ادا کی اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اور اپنے خاوند کی فرمانبردار رہی وہ عورت بہشت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے

حفاظتِ مال

مرد جو مال کما کر لاتا ہے عورت کے پاس وہ بطورِ امانت ہے۔ عورت کا فرض ہے۔ کہ مرد کی امانت اس کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے۔ مثلاً بعض عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ اگر اس کے اپنے رشتہ دار آ جائیں تو دودھ، ملائی۔ پھل۔ حلوہ گوشت۔ سویّاں اور پلاؤ وغیرہ دل کھول کر پکاتی اور کھلاتی ہیں۔ حالانکہ مرد اتنی خوشامد اور اس فضول خرچی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ ایسا کرنا خیانت ہے۔ کھلانے والی گنہگار اور کھانا شرعاً حرام ہے۔ اور اگر کھانے والیوں کو اس ناراضگی کا علم ہے تو وہ گنہگار اور عنداللہ مستحق سزا ہیں۔ یا مثلاً بعض عورتوں کی عادت ہوتی ہے۔ کہ اعلیٰ اور قیمتی کپڑے پہننا چاہتی ہیں۔ مرد تو ایسے کپڑے خرید کر کے لا نہیں دیتا۔ اب گلی کوچے میں کپڑا بیچنے والوں سے خود بھاؤ ٹھیرا کر خرید کر لیتی ہیں۔ وہ گویا مرد کے مال کو اس کی مرضی کے خلاف خرچ کرکے عنداللہ مجرم بنتی ہیں۔

تنبیہ

مسلمان بہنو! یاد رکھو مرد کی مرضی کے بغیر اس کے مال سے کپڑا خرید کر اور پہن کر عبادت بھی کروگی تو قبول نہیں ہوگی۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ قیامت کے دن شاہنشاہ کی عدالت میں یہ سوال ہوگا کہ جو روپیہ تمہارے پاس آیا تھا وہ تم نے کہاں کہاں خرچ کیا؟

حفاظتِ اولاد

مرد چونکہ بال بچّوں کی ضروریات کی فکر میں کمانے کے لئے باہر چلا جاتا ہے۔ اور اولاد گھر میں ماں کے پاس رہتی ہے ماں جس طرح چاہے بچوں کی تربیّت کرے۔ ماں اگر نیک بخت ہے جھوٹ نہیں بولتی۔ گلہ نہیں کرتی۔ اور گلہ کرنے والیوں کو بُرا سمجھتی ہے۔ نماز کی پابند ہے نماز نہ پڑھنے والیوں کو بُرا خیال کرتی ہے روزہ باقاعدہ رکھتی ہے اور روزہ نہ رکھنے والیوں کو خدا تعالےٰ کی نافرمان سمجھتی ہے۔ قرآن حکیم کی تلاوت کرتی ہے۔ گالی گلوچ نہیں دیتی اور بچّوں اور بچّیوں کے اندر بھی اسی قسم کے اوصاف حمیدہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ماں جھوٹی اور گلہ کرنے والی۔ بد زبان۔ فضول خرچ اور بے دین ہے تو بچّوں کے اندر بھی یہی بُری صفتیں پیدا ہوں گی۔ اور یہ بچپن کی بُرائیاں اخیر عمر تک رہیں گی جن کے نتائج دُنیا اور آخرت میں انہیں بھگتنے پڑینگے۔ اور یہ سب نالائق ماں کا بیج بویا ہُوا ہوگا علاوہ اس کے ایک بہت بڑی غلطی عورتوں میں یہ ہے کہ وہ اپنے فرائض کو نہیں سمجھتیں۔ خاص کر یہ غلطی لڑکیوں کے متعلق اُن سے زیادہ واقع ہوتی ہے۔ وہ یہ خیال کرتی ہیں کہ بیٹی کو کھلانے پلانے عمدہ کپڑے پہنانے اور بیمار ہو جائے تو سمجھدار حکیم یا ڈاکٹر کو فیس دے کر دوا کرانے اور پال پوس کر جب گھر سنبھالنے کے قابل ہو جاتے تو شادی کر دینے سے ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اس بات کا مطلق خیال نہیں آتا کہ بچّیوں کو اُس خدا تعالےٰ کی پہچان کرائیں۔ جس نے انہیں پیدا کیا۔ اُس کی بندگی کا حق ادا کرنے کی تلقین کریں۔ انہیں سمجھائیں کہ بیٹی! تمہیں خدا تعالےٰ نے اپنی یاد کے لئے پیدا کیا ہے دُنیا کی زندگی چند روزہ ہے۔ مرنے کے بعد تم ایک دُوسرے جہان میں جاؤ گی۔ اگر یہاں سے نیکیاں کرکے جاؤ گی تو وہاں آرام پاؤ گی۔ اور بُرائیاں کیں تو احکم الحاکمین کے دربار میں ندامت اُٹھاؤ گی اور سزا پاؤ گی۔ لہٰذا دُنیا میں فقط عمدہ کھانا کھانے قیمتی اور نفیس لباس پہننے اور بناؤ سنگار کرنے میں زندگی برباد نہ کرنا۔ اپنے متعلقین کی ضروری خدمات سے فارغ ہو کر ہمیشہ زندگی کے اصل مقصد میں مصروف رہنا۔ مسلمان بہنو! یاد رکھو قیامت کے دن تمہیں اللہ تعالےٰ کے روبرو ان باتوں کا جواب دینا ہوگا

آخری درخواست

مسلمان بہنو! خدائے قدوس وحدہ لاشریک لہٗ کا فرمان اور سیّد المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا پیغام عربی زبان میں تھا۔ اس عاجز نے اُردو زبان میں لکھ کر آپ کی خدمت میں عرض کر دیا ہے۔ اس پر عمل کرکے دُنیا سے جاؤ اور بارگاہ الٰہی سے عزّت پاؤ۔

تنبیہ

ورنہ یاد رکھو قیامت کے دن تم اللہ تعالےٰ کے رُوبرو یہ عذر نہیں پیش کر سکو گی۔ کہ ہم نے تیرے فرمان کا مطلب نہیں سمجھا تھا اس لئے عمل نہیں کیا۔

دُعاءِ خاتمہ

اے اللہ تو اپنے فضل و کرم سے ہماری مسلمان بہنوں کو ان نیکیوں کی سمجھ اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ انہیں اپنی نیک بندیوں میں شامل فرما۔ انہیں گناہوں سے پاک کرکے دُنیا سے اُٹھا۔ عذاب قبر سے بچا۔ عذاب حشر سے بچا۔ عذاب جہنم سے بچا۔ اور بہشت میں جگہ عطا فرما۔ آمین یا الٰہ العالمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ○
وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ○

مجلس ذکر

منعقدہ ۱۱-شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۴-مارچ ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد - اس اجتماع کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ہماری اصلاح حال فرمائیں اصلاحِ قال اور چیز ہے اور اصلاحِ حال اور چیز - اصلاح قال ہونے پر بھی اصلاح حال نہیں ہوتی - مثلاً کئی مسلمان نماز کو فرض سمجھتے ہیں - یہ تو اصلاحِ قال ہے مگر وہ نماز نہیں پڑھتے - اس لئے کہ اصلاحِ حال نہیں ہوئی - روزہ فرض ہے - مگر اکثر مسلمان نہیں رکھتے - جن کے پاس دولت ہے - وہ مانتے ہیں کہ زکوٰۃ اور حج فرض ہیں مگر ان میں سے اکثر نہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور نہ حج کے لئے جاتے ہیں - ان کی اصلاح قال تو ہوچکی ہے - مگر اصلاح حال نہیں ہوئی - اگر نماز - روزہ - حج - زکوٰۃ کے منکر ہیں تو کافر ہیں - ہم یہاں اس لئے اکٹھے ہوتے ہیں کہ ہماری اصلاح حال ہو جائے - اگر یہاں اصلاح حال نہ ہوئی تو خطرہ ہے کہ کہیں قبر میں یہ نہ کہا جائے کہ پہلے اصلاحِ حال کر لو پھر عذاب ہٹا دیا جائے گا - اصلاح حال ضروری ہے - اس کے بغیر انسان کی تکمیل نہیں ہوتی - کسی اللہ والے نے کہا ہے ؎

قال را بگزار بنگر سوے حال
بر اشہد تو خندہ زند بر اسہد بلالؓ

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلالؓ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کی بجائے اسہدان لا الٰہ الا اللہ کہتے تھے - بعض ممالک کے لوگ بعض الفاظ کا صحیح تلفظ ادا نہیں کر سکتے - جیسے ہمارے پنجاب میں اکثر ق کی جگہ ک بولا جاتا ہے - بنگالی کی زبان پر ج نہیں چڑھتا - حضرت بلالؓ کا اسہدان لا الٰہ الا اللہ کہنا اگرچہ غلط تھا - لیکن چونکہ اصلاح حال ہو چکی تھی اس لئے ان کے [illegible] اشہدان لا الٰہ الا اللہ میں نہیں ہے - ان کو گرم ریت پر لٹایا جاتا تھا - سینہ پر بھاری پتھر رکھا جاتا تھا - بیہوش ہو جاتے - مگر جب ہوش آتا تو زبان پر احد احد ہی جاری ہوتا تھا - بظاہر وہ غلط پڑھتے تھے - لیکن ان کے غلط میں وہ نور تھا جو ہمارے صحیح تلفظ میں نہیں ہے -

آج کا عنوان ہے :-

رضائے الٰہی کے طالبوں کے لئے ہر دور میں اللہ کی طرف سے پیش کردہ زندہ معیار

قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لئے اصل معیار تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں - لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ الآیہ (سورہ الاحزاب رکوع ۳ پ ۲۱)

ترجمہ - البتہ تمہارے لئے رسول اللہؐ میں اچھا نمونہ ہے -

حضورؐ کے ساتھ صحابہ کرام کو شریک کر دیا گیا ہے - وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ [illegible] لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ [illegible] نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ [illegible] مَصِيرًا ۝ ([illegible] رکوع ۱۷ پ ۵)

ترجمہ - اور جو کوئی رسولؐ کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو - اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف [illegible] تو ہم اسے اس طرف چلائیں گے - جدھر [illegible] گیا ہے - اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے [illegible] بہت برا ٹھکانا ہے)

[illegible] آیت سے صحابہ کرام بھی معیاری [illegible] پر آ گئے ہیں - ان کی مخالفت کرنے والوں کے لئے عذاب کا وعید سُنا دیا گیا - نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝

حضورؐ گنبد خضریٰ اور صحابہ کرام اپنی اپنی قبروں میں آرام فرما ہیں - لیکن ہر دور میں اللہ تعالےٰ ایسے بندے پیدا کرتے رہینگے جو اپنے زمانہ کے لوگوں کے لئے زندہ معیار ہوں گے اللہ تعالےٰ آپ کو یہاں کچھ سیکھنے کے لئے لاتا ہے - اس لئے جو کچھ میں عرض کروں اس کو بطور سبق یاد رکھا کیجئے - میں نے اپنے دونوں مربّیوں کے ہاں یہی دیکھا - کہ جب کسی سے غلطی ہو جاتی تو اس کو کہا جاتا تھا کہ یہی سیکھا ہے - مجلس کو بدنام نہ کیا کیجئے -

میں پڑھ کر نہیں آتا - اللہ تعالےٰ جو دل میں ڈال دیتے ہیں وہ عرض کر دیا کرتا ہوں - ہر دور میں اللہ تعالےٰ کے معیاری بندوں کا ذکر اس آیت میں آتا ہے -

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا الآیہ سورہ الکہف رکوع ۴ پ ۱۵ -

ترجمہ - اور تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں - اسی کی رضامندی چاہتے ہیں - اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا - کہ تو دُنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے -

یہ آیت منسوخ نہیں ہے - ہر دور کے مسلمانوں کو حکم دیتے ہیں کہ ان معیاری بندوں کی صحبت اختیار کرو [illegible] کی زندگی کا نصب العین فقط رضائے [illegible] ہے - ان کے دل میں نہ جائدادیں بنانے - نہ عہدے بڑھانے نہ سیٹھ بننے اور نہ زیادہ سے زیادہ رقبہ زمین پر قبضہ جمانے کا شوق ہے - ان کو اگر شوق [illegible] تو اللہ تعالےٰ کی یاد اور اس کو [illegible] کرنے کا -

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا ۝ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲ پارہ ۱۵) (ترجمہ) جو کوئی دُنیا چاہتا ہے - تو ہم اسے سر دست دُنیا میں سے بھی جس قدر چاہتے ہیں دیتے ہیں - پھر ہم نے اس کے لئے جہنّم تیار کر رکھی ہے - جس میں وہ ذلیل و خوار ہو کر گرے گا - اور جو آخرت چاہتا ہے - اور اس کے لئے مناسب کوشش بھی کرتا ہے اور وہ مومن بھی ہے تو ایسے لوگوں کی کوشش مقبول ہوگی -

اس آیت [illegible] لوگوں کا ذکر ہے جو دُنیا کو مقصود بالذات بناتے ہیں - ان کے دل میں جائدادیں بنانے - عہدے بڑھانے - سیٹھ بننے اور زیادہ سے زیادہ

رغبہ زمین پر قبضہ جمانے کا شوق ہوتا ہے۔ یہ دُنیا کے طالب ہیں۔ ان کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ کہ جو ہم چاہینگے ان کو دینگے۔ یہ نہیں کہ جو وہ چاہیں وہ ان کو مل جائے۔

۲۔ جو آخرت کو مقصود بالذات بناتے ہیں اُن کو ہر وقت یہ فکر دامنگیر رہتی ہے کہ قبر جہنّم کا گڑھا نہ بن جائے۔

ہر دور میں ایسے اللہ کے بندے رہینگے جن کو آخرت پیش نظر ہوگی۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہ کرام کے اتباع کو اپنے لئے باعث صد فخر و شرف خیال کریں گے۔ وَلا تعد عینٰکَ عَنْھُمْ۔ حکم دے رہے ہیں کہ ان کو چھوڑ کر دوسرا معیار قائم نہ کر لینا۔ ورنہ تم دنیا کے طالب سمجھے جاؤ گے۔

حضرت امروٹی رح کے دو واقعات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت رح کا مکان اپنا تھا۔ زمین اپنی تھی اور دو کنوئیں بھی تھے۔ حضرت رح کا ہمسایہ ایک زمیندار تھا۔ وہ حضرت رح کا ادب کرتا تھا۔ مگر اس کا بیٹا بھنگ پیتا تھا۔ حضرت رح اس سے ناراض ہو گئے۔ اس لئے وہ مخالف ہو گیا۔ آنجا کہ گل است خار است۔ ہر ولی کے ساتھ کوئی نہ کوئی خبیث ضرور ہوتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ الآیہ (سورہ الانعام رکوع ۱۴ پارہ ۸) (ترجمہ۔ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے شریر آدمیوں اور جنوں کو دشمن بنا دیا)

جب انبیاء علیہم السلام کے راستہ میں روڑا اٹکانے والے موجود رہے ہیں تو اولیاء کرام اس قسم کے انسان صورت شیطان سیرت لوگوں سے کس طرح بچ سکتے ہیں۔ ہمسایہ نے جب زیادہ ستانا شروع کیا۔ تو حضرت رح نے بیل [illegible]ی منگوائی اور گھر کے برتن وغیرہ اس پر لاد کر فرمایا کہ ہم نکل جاتے ہیں۔ اس کے بعد نہ معلوم اس نے معذرت کی یا کیا ہُوا حضرت رح ٹھہر گئے۔

دوسرا واقعہ ایک شخص لنگر کے لئے حضرت رح کو زمین دے گیا۔ اس کے انتقال کے اس کے ورثاء نے حضرت رح سے زمین کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ حضرت رح اندر سے رجسٹری لائے۔ اور دیا سلائی جلا کر اس کو آگ لگا دی اور فرمایا جاؤ لے جاؤ۔ یہی میرا قبضہ تھا۔ وہ جانتے تھے کہ من کان للہ کان اللہ لہٗ (ترجمہ۔ جو اللہ کا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اُس کا ہو جاتا ہے)

اگر جنگل میں جا بیٹھیں گے تو وہاں منگل ہو جائے گا۔ اس قسم کے اللہ کے بندے اللہ کے سوا سب سے دل برداشتہ ہوتے ہیں۔ ع

بے میوہ زمیوہ رنگ گیرد

ان کی صحبت میں عقیدت۔ ادب اور اطاعت سے رنگ چڑھ جاتا ہے۔ ع

بے ادب محروم ماند از فضلِ ربّ

بے ادب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت میں رہ کر بھی دُنیا سے محروم ہی گئے۔ (اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ

(سورہ التوبہ رکوع ۱۰ پارہ ۱۰)

(ترجمہ۔ تو ان کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ۔ اگر تو ان کے لئے ستّر دفعہ بھی بخشش مانگے گا تو بھی اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔) اندر گدھا ہو یا کُتّا تو اس کو ہدایت خاک ہو گی۔

کسب معاش کے لئے آپ جو ذریعہ معاش چاہیں اختیار کریں۔ وہاں سے فارغ ہونے کے بعد ایسے لوگوں کی تلاش کریں جو معیاری ہوں۔ اس قسم کے اللہ کے بندے نایاب نہیں کمیاب ضرور ہیں۔ موتی ملنے ارزاں۔ لیکن اللہ والے ملنے گراں ہیں۔ موتی تو اللہ تعالےٰ نے کافروں کے گھروں میں بھی بھر رکھے ہیں۔ لیکن اللہ والے لاکھوں میں بھی کم یاب ہیں۔ اگر عقیدت۔ ادب اور اطا[illegible]ت میں سے ایک بھی تار کٹ گئی تو [illegible] جس طرح بلب کی ایک تار [illegible] تو وہ بیکار ہو جاتا ہے۔ [illegible]۔ جمعہ اور ذکر میں اس لئے [illegible] ہیں کہ دیکھیں کیا کہتے ہیں۔ ان کو قرآن مجید سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مقتدی۔ آپؐ کے پیچھے نماز اور جمعہ پڑھنے والا۔ آپؐ نے [illegible] نمازِ جنازہ بھی پڑھائی۔ اس [illegible] مغفرت بھی فرمائی۔ مگر عقیدت [illegible] اطاعت کے نہ ہونے کے باعث [illegible] کے بعد اس کو کچھ فائدہ نہ ہُوا [illegible] تھے جن کو اللہ تعالےٰ ہمارے لئے نمونہ بنا رہے ہیں۔

لاکھوں میں کوئی معیاری بندۂ خدا ہوگا۔ اگر لاہور میں سے ایک لاکھ میں سے ایک بھی معیاری ہوتا تو لاہور روشن ہوتا۔ پبلک پلیٹ فارم پر کام کرنیوالے

اولیاء کرام کی تو اس درجہ کمی ہے۔ ایک قسم اولیاء کرام کی وہ بھی ہے۔ جو غضب الٰہی کو روکے رہتے ہیں۔ اس قسم کے اولیاء کرام اگر لاہور میں نہ ہوتے تو لاہور کوئٹہ سے پہلے غرق ہو جاتا۔ جہاں پانچ ہزار زنا کے اڈّے ہوں۔ یہ محتاط رپورٹ ہے۔ لاہور والے اللہ کے عذاب کو بُلا رہے ہیں۔ نوحؑ کی قوم نے ان سے کہا تھا۔ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ

سورہ ہود رکوع ۳ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ اب لے آ جو تُو ہم سے وعدہ کرتا ہے۔ اگر تو سچّا ہے۔

جب عذاب الٰہی آیا تو ان میں سے ایک بھی متنفس نہ بچنے پایا۔ نہ حیوان رہے نہ پرند رہے۔ نہ چرند۔ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس گیا۔ کفارِ مکّہ کہتے تھے وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ

اس کے جواب میں اگلی ہی آیت میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ الآیہ سورہ الانفال رکوع ۴ پارہ ۹

ترجمہ۔ اور جب اُنہوں نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ دین تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ یا ہم پر درد ناک لا۔ اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ انہیں آپ کے ہوتے ہوئے عذاب دے۔

اگرچہ اللہ کے معیاری بندے کمیاب ہیں۔ لیکن تلاش کرنے سے مل جائیں گے۔ من جد وجد۔ مجھے اللہ تعالےٰ نے جن اولیاء اللہ کی زیارت کا شرف عطا فرمایا۔ ان میں اکثروں کی زندگی کا آفتاب غروب کے قریب تھا اور میری جوانی کی ابتدا تھی ولی کے لئے پہلی شرط اتباع کتاب و سُنّت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک دفعہ فرمایا۔ کہ مومن کو ایک نور عطا ہوتا ہے۔ صحابہ کرام کے دریافت کرنے پر آپؐ نے اس نور کی تین علامتیں بیان فرمائیں۔

۱۔ التجافی عن دار الغرور۔ اس دُنیا سے وہ دل برداشتہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ الانابۃ الی دار الخلود۔ آخرت کی طرف اس کا دھیان لگ جاتا ہے۔

۳۔ الاستعداد للموت قبل نزولہ۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

تنہائی میں بھی حیا کے تقاضوں کی رعایت ضروری ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو (تنہائی کی حالت میں بھی) برہنگی سے پرہیز کرو (یعنی بے ضرورت تنہائی میں بھی ستر نہ کھولو) کیونکہ تمھارے ساتھ فرشتے برابر رہتے ہیں، کسی وقت بھی جدا نہیں ہوتے، سوائے قضائے حاجت اور میاں بیوی کی صحبت کے وقت کے، لہذا ان سے شرم کرو اور ان کا احترام کرو۔ جامع ترمذی

بدنظری کرنے والے اور بدنظری کی دعوت دینے والی عورت پر لعنت ہے

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: خدا کی لعنت ہے دیکھنے والے پر اور اس پر جس کو دیکھا جائے۔ (مطلب یہ ہے کہ جو کوئی کسی نامحرم عورت کو یا کسی کے ستر کو (جس کا دیکھنا حرام ہے) دیکھے، تو اس پر خدا کی طرف سے لعنت ہے، یعنی رحمت سے محرومی کا فیصلہ ہے اور اسی طرح وہ بھی رحمت خداوندی سے محروم ہے جس نے قصداً دیکھنے والے کو دیکھنے کا موقع دیا اور دکھایا۔) شعب الایمان

(بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۹ سے آگے)

موت سے پہلے وہ مرنے کی تیاری کرتا رہتا ہے۔

سوچا کیجئے کہ یہ حالت پیدا ہوئی ہے۔ یا نہیں۔ اللہ والوں کی صحبت میں یہ رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر موت یاد رہتی ہے۔ اور اس کے لئے تیاری بھی شروع ہو جاتی ہے۔ ورنہ عام طور پر موت یاد ہی نہیں رہتی۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو معیاری بندوں کی صحبت میں پہنچائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

میرے خیال میں اس وقت شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی، مقبولینِ بارگاہِ الٰہی کے معیاری حضرات میں سے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم کو ان سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

مجلس ذکر

منعقدہ ۱۸ شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۱ مارچ ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہٗ نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ـــ اما بعد میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں۔ کہ یہ اجتماع اصلاح حال کے لئے ہوا کرتا ہے۔ اصلاح قال تو کتاب و سنت کی تعلیم سے ہو جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے ہاں وہ مقبول ہیں جن کی اصلاح حال ہو جائے۔ شاعروں کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے وَيَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ۔ (سورہ الشعراء رکوع ۱۱ پ) (ترجمہ۔ اور وہ کہتے ہیں جو وہ نہیں کرتے) اس میں اصلاح حال کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ علم تھوڑا بھی ہو مگر اس پر عمل ہو تو یہ علم فائدہ مند ہے۔ یہود کے علماء کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ مثل الذین حملوا التوراة ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا الایہ۔ (سورہ الجمعہ رکوع ۱ پ ۲۸) (ترجمہ۔ ان لوگوں کی مثال جنہیں توراۃ اٹھوائی گئی تھی۔ پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا گدھے کی سی مثال ہے۔ جو کتابیں اٹھاتا ہے) گدھے پر دفتر لاد دیئے جائیں تو وہ عالم نہیں ہو جاتا۔ عالم بے عمل کو گدھے سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ جس کی پیٹھ پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ اصلاح قال کے ساتھ اصلاح حال کی بھی ضرورت ہے۔ جتنی اصلاح حال ہوگی اتنا ہی انسان مقبول بارگاہ الٰہی ہوگا۔ اسی چیز کی طرف ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اس شعر میں اشارہ فرمایا ہے۔ ع

قلندر جز دو حرف لاالہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہہ شہر قاروں ہے لغتہائے حجازی کا

عمل نہ ہو تو علم بے کار ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اصلاح حال کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

اصلاح حال کے لئے ان لوگوں کی صحبت ضروری ہے۔ جن کی اپنی اصلاح حال ہو چکی ہو۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے انکی صحبت اختیار کرنے کا ہمیں حکم دیا ہے واصبر نفسك مع الذین یدعون ربھم بالغدوة والعشی یریدون وجھہ ولا تعد عیناك عنھم ترید زینة الحیوٰة الدنیا الایۃ (سورہ الکہف رکوع ۴ پ ۱۵) (ترجمہ:۔ اور تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اسی کی رضامندی چاہتے ہیں اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے۔)

یہ وہ حضرات ہیں جن کو فقط اللہ کی رضاء مطلوب محبوب اور مقصود ہے۔ ان کے مقابلہ میں وہ لوگ ہیں۔ جن کو دُنیا مقصود ہے۔ ان کا ذکر اس آیت میں فرماتے ہیں۔

من کان یرید العاجلة عجلنا لہٗ فیھا ما نشاء لمن نرید ثم جعلنا لہ جھنم یصلھا مذموما مدحورا (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲ پ ۱۵) (ترجمہ۔ جو کوئی دنیا چاہتا ہے تو ہم اسے سردست دنیا میں سے بھی جس قدر اور جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں۔ پھر ہم نے اس کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔ جس میں وہ ذلیل و خوار ہو کر گرے گا۔)

جس طرح بھوک کے لئے کھانا کھانا۔ پیاس کے لئے پانی پینا۔ سردی گرمی سے بچنے کے لئے کپڑے پہننا۔ سر چھپانے کے لئے مکان بنانا انسان کی فطرۃ ہے۔ اسی طرح انسان کی یہ بھی فطرۃ ہے کہ یہ صحبت کا رنگ لیتا ہے۔ بے دینوں کی صحبت میں جا کر اچھے خاصے دیندار بے دین ہو جاتے ہیں۔ بلکہ گالیاں بھی سیکھ جاتے ہیں۔ انسان جو کچھ بننا چاہتا ہے۔ اس فن کے امام (جس کو آپ اکسپرٹ کہتے ہیں)۔ کی صحبت اختیار کرنے سے یہ اس فن میں کامل ہو جائے گا عالم اور بی اے اسی طرح بنتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ چونکہ انسان کی فطرۃ سے واقف ہیں۔ اس لئے اس نے واصبر نفسك الایہ کا حکم دیا ہے۔ ع

بلے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

آپ جس کامل کی صحبت میں بیٹھے وہی ہیں۔ آپ میں سے کوئی طبیب۔ کوئی عالم کوئی بی اے۔ اسی طرح بنے ہیں۔ اگر آپ قال اللہ و قال الرسولؐ کا رنگ چڑھانا چاہتے ہیں تو اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو ان دونوں علموں کے کاملین کی صحبت میں پہنچایئے۔ میرا ایک چھوٹا سا نواسہ ہے وہ چونکہ گھر میں سب کو تسبیح پڑھتے ہوئے دیکھتا ہے۔ اس لئے وہ بھی تسبیح مانگتا ہے۔ آج کا عنوان ہے:۔

رضائے الٰہی کا بُلند مقام

حصول رضائے مولا کو مقصود بالذات بنانا یہ بہت اونچا مقام ہے۔ آج اس کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں تاکہ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس کو پیش نظر رکھنے اور اس کی طرف قدم بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

رضائے الٰہی کے اونچے درجے کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔ وعد اللہ المومنین والمومنت جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ومسکن طیبة فی جنت عدن ط ورضوان من اللہ اکبر ط ذالك ھو الفوز العظیم۔ (سورہ التوبہ رکوع ۹ پ ۱۰) (ترجمہ:۔ اللہ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں کا وعدہ دیا ہے۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور عمدہ مکانوں اور ہمیشگی کے باغوں میں اور اللہ کی رضا ان سب سے بڑی ہے۔ یہی وہ بڑی کامیابی ہے۔)

دنیا میں اکثر انسان اور اور کی رٹ لگاتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ (سورہ قٓ رکوع ۳ پ ۲۶) (ترجمہ:۔ جس دن ہم جہنم سے کہیں گے کیا تو بھر چکی اور وہ کہیگی کیا کچھ اور بھی ہے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کی مراد کے شارح ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اللہ تعالےٰ دوزخ کے منہ پر اپنا پاؤں مبارک رکھیں گے تو وہ کہیگی قط قط (بس۔ بس) اللہ تعالےٰ کے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء کا جہاں ذکر آئے۔ اس کے متعلق اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ نومن

کما جاء ولا نسئل عن کیفیتہٖ (جس طرح کتاب وسنت میں ذکر آیا ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت کے متعلق سوال نہیں کرتے)

میں کہا کرتا ہوں کہ انسان کا پیٹ بھی ایک طرح کا دوزخ ہے - یہ بھی ہَلْ مِنْ مَّزِیْد کی رٹ لگاتا رہتا ہے۔ ۵۰/ روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی تھی تو بھی بسر اوقات ہو رہی تھی اسی طرح تنخواہ ۵۰/ روپیہ سے بڑھتے بڑھتے ۱۵۰ روپیہ ہو گئی - مگر اور اور ہوتی رہی - یہ وہی دوزخ والا قصہ ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں - کہ انسان کے پیٹ کو قبر کی مٹی ہی بھرتی ہے - اللہ تعالےٰ کا نام آ جائے تو پھر پیٹ کا دوزخ بھر جاتا ہے -

حضور کا ارشاد ہے کہ وہ شخص فلاح پا گیا جس کو تین چیزیں عطا کی گئیں - ا- ایمان - ۲- رزق کفاف - ۳- رزق کفاف پر قناعت -

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ رضائے الٰہی کا بلند مقام ہمارے پیش نظر رہنا چاہیئے - جس طرح بچہ ابھی پرائمری میں پڑھ رہا ہے - لیکن والدین کے پیش نظر ہے کہ اس کو ایم اے کرانا ہے اس بلند مقام کا ذکر اس حدیث میں بھی آتا ہے -

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یقول لاھل الجنۃ یا اھل الجنۃ فیقولون لبیک ربنا وسعدیک والخیر کلہ فی یدیک فیقول ھل رضیتم فیقولون وما لنا لا نرضی یا رب فقد اعطیتنا مالم تعط احدًا من خلقک فیقول الا اعطیکم افضل من ذالک فیقولون یا رب و ای شئ افضل من ذالک فیقول احل علیکم رضوانی فلا اسخط علیکم بعدہٗ ابدا۔ (متفق علیہ)

ترجمہ - ابی سعیدؓ کہتے ہیں - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - خداوند تعالیٰ جنتیوں سے فرمائے گا - اے جنتیو! وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہم حاضر ہیں - تیری خدمت میں موجود ہیں اور بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے خداوند تعالیٰ فرمائے گا - کیا تم راضی اور خوش ہو؟ وہ کہیں گے اے پروردگار! ہم کیونکر راضی اور خوش نہ ہوں - تم نے ہم کو اس قدر دیا ہے کہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا خداوند تعالےٰ فرمائیگا - کیا میں ان سب چیزوں سے بہتر ایک چیز اور تم کو عطا کر دوں؟ وہ کہیں گے اے پروردگار! ان چیزوں سے بہتر اور کون سی چیز ہوگی - خداوند تعالیٰ فرمائے گا میں تم کو اپنی خوشنودی عطا کروں گا - اور اس کے بعد پھر تم سے کبھی ناخوش نہ رہونگا۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو رضوان من اللہ اکبر والا بلند مقام عطا فرمائے - آمین یا الہ العالمین - جو جس چیز کا اصل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو وہی چیز عطا فرما دیتے ہیں

ان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت اولئک ھم خیر البریۃ ۝ جزاؤھم عند ربھم جنّٰت عدن تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ابدًا ط رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ط الاٰیۃ (سورۃ البینۃ پ ۳۰) (ترجمہ) :- بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے - یہی لوگ بہترین مخلوقات ہیں - ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے بہشت ہیں - ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی - وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے - اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے)

ایمان اور عمل صالحہ کی توفیق ہوئی تو خیر البریہ کا خطاب ملا - خیر البریہ کا بدلہ جنت ملا - جس میں سدا رہیں گے اور پھر رضائے الٰہی کا بلند مقام عطا ہوا - رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ - اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہر فعل پر صاد کرنے اور اس سے ہر وقت راضی رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین - جب بندہ اللہ تعالےٰ سے ہر حال میں راضی ہوگا - تو اللہ تعالےٰ اس سے کیوں نہ راضی ہوگا - یہ بہت اونچا مقام ہے -

انسان شکی مزاج ہے - اللہ تعالےٰ نے بیٹا عطا فرمایا تو باجے بجاتا ہے - خوشیاں مناتا ہے - نہ خدا یاد ہے - نہ شریعت کا لحاظ ہے - اگر ۱½ فٹ کا بیٹا مر گیا تو آسمان سر پر اُٹھا لیا - اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے - وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۝ (سورۃ البقرہ ع ۱۹ پ ۲) (ترجمہ) :- اور ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے - اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو - وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم تو اللہ کے ہیں اور ہم تو اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں -)

مُرغی کھڑی رہ جاتی ہے اور ہم اس کے بچے کھا جاتے ہیں - کبھی بچے کھڑے رہ جاتے ہیں اور مُرغی کو ہم ذبح کر کے کھا جاتے ہیں - کوئی روکے تو اس کو جواب دیتے ہیں کہ میری تھی تم کو کیا حق ہے روکنے کا - کیا اللہ تعالےٰ کو حق نہ تھا کہ جب چاہے بیٹا دے اور جب چاہے لے جائے؟ جس طرح ہمیں اپنی مملوکہ چیزوں میں تصرف کرنے کا پورا حق ہے اسی طرح اللہ تعالےٰ ہر چیز کا مالک ہونے کی وجہ سے اس میں جو تصرف چاہے کرے اس کو پورا حق ہے - ہمیں ہر حال میں راضی بقضا رہنا چاہیئے -

اللہ والے فرمایا کرتے ہیں طالب الدنیا مؤنث طالب العقبیٰ مخنث و طالب المولیٰ مذکر - عورت زیب و زینت کو فطرتاً پسند کرتی ہے - جو کوٹھی موٹر وغیرہ کو مقصود بالذات بناتے ہیں وہ شکل میں مرد ہیں اور حقیقت میں داڑھی والی عورتیں ہیں - جو جنت کی نعمتوں کے طالب ہیں - وہ بھی صحیح معنوں میں مرد نہیں ہیں - وہ مخنث ہیں - حقیقی مرد وہ ہیں جو مولا کو راضی کرنا چاہتے ہیں - بعض اولیاء اللہ فرماتے ہیں ہمیں جنت کی طمع نہیں اور دوزخ کا ڈر نہیں - ہم تو صرف اللہ تعالےٰ کو راضی کرنا چاہتے ہیں - یہ بہت اونچا مقام ہے - اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اسے پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا الہ العالمین -

اس مقام پر پہنچنا ہے مشکل - اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو تو اللہ والوں کی صحبت میں یہ حاصل ہو جاتا ہے اس میں آزمائشیں بھی آتی ہیں - وہ مالک ہے اس کو حق ہے کہ اپنی مملوکہ چیزوں میں جو چاہے تصرف کرے -

محمد خاں صاحب بلوچ ایک بزرگ تھے - کسی دوسرے بزرگ کے مجاز تھے - ان کا پندرہ سولہ سالہ بیٹا بیمار رہا اور فوت ہو گیا - اس کے اوپر چادر ڈال سرہانے بیٹھے کچھ پڑھتے رہے - جو پوچھے اس سے فرما دیتے اب آرام آ گیا ہے صبح کی نماز پڑھ کر جماعت کو اطلاع دی کہ بیٹا مر گیا ہے - اس کے کفن دفن تیاری کی جائے - اللہ والے سمجھتے ہیں کہ جو محبوب کی طرف سے آئے وہ ٹھیک ہے - کوئی بوڑھا بھی مر جائے تو دنیا دل میں خوش ہوتے ہیں کہ اچھا ہوا مر گیا - لیکن تصنع سے روتے ہیں - بچہ پیدا ہوا تو خوشیاں منائی جاتی ہیں -

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

اچانک نامحرم پر نظر پڑ جائے تو نظر پھیر لینی چاہیے

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں دریافت کیا (یعنی یہ کہ اگر اچانک کسی نامحرم عورت پر یا کسی کے ستر پر نظر پڑ جائے تو مجھے کیا کرنا چاہئے ؟) تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں اُدھر سے نگاہ پھیر لوں۔ صحیح مسلم

اچانک نامحرم پر نظر پڑ جائے تو اس پر گناہ نہیں

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی سے ایک دفعہ فرمایا: اے علی ! (اگر کسی نامحرم پر تمھاری نظر پڑ جائے) تو دوبارہ نظر نہ کرو، تمھارے لئے پہلی نظر (جو بلا ارادہ اور اچانک پڑ گئی وہ) تو جائز ہے (یعنی اس پر مواخذہ نہ ہو گا) اور دوسری جائز نہیں۔ مسند احمد

(بقیہ) مجلس ذکر صفحہ ۸ سے آگے
مر جائے تو وہ چیخ و پکار کرتے ہیں نہ ادھر خدا کی رضا کا خیال نہ ادھر۔

ایک دوسرے بزرگ کا واقعہ ہے۔ باہر ان کے بیٹے کی شادی کا انتظام ہو رہا تھا۔ وہ خلاف معمول بار بار اندر تشریف لے جاتے تھے۔ کسی بے تکلف خادم نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ جس بیٹے کی شادی کا انتظام ہو رہا ہے۔ اللہ کی طرف سے مجھے اس کی موت کی اطلاع مل چکی ہے۔ اس کا کفن سینے اندر جاتا ہوں یہ ہے راضی بقضائے الٰہی ہونا۔

حضورؐ فرماتے ہیں کہ جو اللہ کی طرف بالشت برابر آتا ہے۔ اللہ اُس کی طرف ہاتھ برابر آتا ہے۔ جو ہاتھ برابر آتا ہے۔ اللہ اُس کی طرف باع برابر آتا ہے۔ جو چل کر آتا ہے۔ اللہ اُس کی طرف دوڑ کر آتا ہے۔ کوئی اس کی طرف جُھکے سہی۔ وہ اس کا استقبال کرنے کے لئے تیار ہے۔

میری معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ رضوان من اللہ اکبر والا مقام جنت کی نعمتوں سے بلند تر چیز ہے۔ اور اللہ والوں کی صحبت میں اس کو حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ عقیدت، ادب اور اطاعت سے ان کے قلب سے تعلق قائم رکھے۔ میں نے ان گنہگار آنکھوں سے یہی دیکھا ہے جو اس طرح اللہ والوں کی صحبت میں رہے۔ وہ تو جھولیاں بھر کر لے گئے۔ جنہوں نے عقیدت، ادب اور اطاعت میں فرق کیا وہ محروم ہی رہے۔ ع

تہیدستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس بلند مقام کو پیش نظر رکھنے اور اس کی طرف قدم اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

مجلس ذکر

منعقدہ ۲۵ر شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۸ر مارچ ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰنا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ٥ الحمد للّٰہ وکفٰی و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ حلقۂ ذکر دراصل ان احباب کے لئے منعقد کیا جاتا ہے۔ جنہوں نے مجھ سے بیعت کر رکھی ہے۔ ان کی اصلاح حال کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے۔ اس لئے ان کی رہنمائی کے لئے کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ آج میں مختصرًا دو چیزیں عرض کرنا چاہتا ہوں

۱۔ شرائط شیخ ۔ ۲ طریقۂ اخذ فیض

قرآن مجید میں اللّٰہ تعالٰے کا اعلان ہے وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ۔ سورہ الذاریٰت۔ رکوع ۳۔ پارہ ۲۷۔ ترجمہ (اور ہم نے ہی ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا)۔

اس اعلانِ خداوندی کی وجہ سے اس جہان میں ہر کھری چیز کے ساتھ کھوٹی موجود ہے۔ اصل کے مقابلے میں نقل۔ نور کے مقابلے میں ظلمت۔ حق کے مقابلے میں باطل موجود ہے۔ تصوف کے بھیس میں بھی بعض کھرے اور بعض کھوٹے ہوتے ہیں۔ آج میں اصلی صوفی کی پہچان کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) کھرے شیخ کے لئے پہلی شرط ہے کہ وہ توحید کا شیدائی اور شرک سے بیزار ہو۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے یہی پیغام دیا اُعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا (اللّٰہ کی بندگی کرو۔ اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو) قرآن مجید کی تعلیم کے بغیر نہ شرک کا پتہ چلتا ہے اور نہ توحید خالص کا نور سینے میں آ سکتا ہے۔ حضرت دین پوری رح خود مکمل عالم نہ تھے۔ لیکن صبح کو قرآن مجید اور شام کو بخاری شریف کا درس دینے کے لئے حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رح کو رکھا ہوا تھا۔ تاکہ جماعت کو توحید اور شرک سنت اور بدعت میں تمیز ہو جائے۔ جس کے سینے میں نور توحید نہیں وہ صحیح معنوں میں شیخ بننے کا اہل نہیں۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ متبع سنت ہو۔ اللّٰہ تعالٰے کا ارشاد ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ سورہ اٰل عمران رکوع ۴ پارہ ۳ ترجمہ (آپ ان سے فرما دیجئے۔ اگر تم اللّٰہ کی محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ تاکہ تم سے اللّٰہ محبت کرے۔

۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس میں اِنْقِطَاع عَنِ الْخَلْق اور احتیاج الی اللّٰہ کا رنگ نظر آئے۔ یہ تمام انبیاءؑ کا متفقہ مسلک ہے۔ سورہ الشعرا اٹھا کر دیکھئے ہر نبی کی زبان مبارک سے اللّٰہ تعالٰے نے یہ اعلان کرایا ہے وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ ترجمہ اور میں تم سے اس (اشاعت دین) پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ میری مزدوری تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔ فارسی میں کسی نے کہا ہے ؎

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

جس شخص میں یہ شرائط نہ پائی جائیں وہ صحیح معنوں میں دوسروں کی تربیت نہیں کر سکتا۔ شیخ چونکہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا نائب سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے اس میں انقطاع عن الخلق اور احتیاج الی اللّٰہ کا جذبہ ہونا ضروری ہے۔ اس قسم کے حضرت کے لئے اللّٰہ تعالٰے کا اعلان ہے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا

وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط۔
(سورۃ الطلاق رکوع ۱ پ۲۸) ترجمہ
اور جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ اس کے لئے نجات کی صورت نکال دیتا ہے اور اسے رزق دیتا ہے۔ جہاں سے اُسے گمان بھی نہ ہو)۔
میں کہا کرتا ہوں کہ اس قسم کے حضرات کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ ان کا رزق کب آئے گا دن کو آئے گا یا رات کو۔ کسی عورت کے ذریعہ آئے گا یا مرد کے ذریعہ۔ کوئی ہاتھ میں دے جائے گا یا لفافہ میں بند کرکے۔ اللہ تعالیٰ باقی سب کو مِنْ حَيْثُ يَحْتَسِبُ رزق دیتے ہیں۔ ملازم پیشہ حضرات کو پتہ ہے کہ مہینہ بھر ملازمت کرنے کے بعد ہم کو اللہ تعالےٰ اس ذریعہ سے رزق دے گا۔ دوکاندار کو پتہ ہے کہ دُکان میں جو پانچ یا دس ہزار روپیہ کا مال ڈال رکھا ہے اس سے مجھے اللہ تعالےٰ رزق دے گا۔ زمیندار کو امید ہوتی ہے کہ اس کو اللہ تعالےٰ زمین سے رزق دے گا۔ یہ ہے مِنْ حَيْثُ يَحْتَسِبُ۔ مسلک نبوت پر کام کرنے والوں کو مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ رزق دیتے ہیں۔ صحیح معنوں میں وہی رہنمائی کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالےٰ اپنی ذات کے ساتھ وابستہ کر لیں۔

میں جتنا اولیاء کرام کا ادب کرتا ہوں بہت کم لوگ ان کا اتنا ادب کرتے ہیں۔ میں قسم کھا کر کہا کرتا ہوں کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک میں سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔ یہ موتی قبر میں بھی ساتھ جائیں گے۔ اور میدان محشر میں بھی۔ موتی اس لئے کہتا ہوں۔ کہ دنیا داروں کی نظر میں ان سے زیادہ کوئی قیمتی چیز نہیں۔ ورنہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک سے جو کچھ ملتا ہے اس کے مقابلہ میں موتیوں کی کوئی وقعت نہیں۔ اس عقیدت کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ گدی نشین عموماً شرک میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر کتاب و سنت سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ قوالی ہو رہی ہے۔ نماز کے لئے بہت کم اُٹھ کر جاتے ہیں۔ ہم اللہ تعالےٰ کے بندے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہیں۔ ہم اس کا اتباع کریں گے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ سے گزار کر ہم کو دربار الٰہی میں پہنچا دے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ صوفی آسمان پر بھی اڑتا ہوا آئے اگر اس کا عمل کتاب و سنت کے خلاف ہے تو اس کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھنا گناہ ہے اس کی بیعت کرنا حرام ہے۔ اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے۔ اہل علم بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ شیطان بھی آسمان پر اُڑ کر جاتے ہیں۔ ملائکہ عظام کی طرف سے ان پر بمباری ہوتی ہے۔ یہ جو ستارے ٹوٹتے ہوئے نظر آتے ہیں یہ ان پر بمباری ہوتی ہے۔ یہی رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ ہے۔ (شیطانوں پر سنگ باری)

حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ کیا دیکھتا ہوں کہ فضائے آسمان میں ایک نورانی تخت بچھایا گیا اور اس پر ایک نورانی شکل جلوہ افروز ہوئی۔ جس نے مجھے آواز دی کہ اے عبدالقادر ہم نے تمہیں نمازیں معاف کر دیں۔ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اخسأ یا لعین (اے لعین ذلیل ہو) میرا یہ کہنا تھا کہ نہ تخت رہا اور نہ تخت نشین۔ اس میں سے آواز آئی کہ اے عبدالقادرؒ تو اپنے علم کے زور سے بچ گیا۔ ورنہ میں نے اس مقام پر اتنے اولیاء کو گمراہ کیا ہے۔ کوئی جاہل پیر ہوتا تو اپنے مریدوں سے کہتا کہ آج اللہ تعالےٰ نے مجھے نمازیں معاف فرما دی ہیں۔ جو میری بیعت کریگا اس کو بھی نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ جب سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ خلفائے راشدین اور باقی صحابہ کرام کو نمازیں معاف نہ ہوئیں تو اور کس کو معاف ہو سکتی ہیں؟

طریقۂ اخذ فیض

فیض کیا چیز ہے؟ شیخ کامل کے عکس کو فیض کہتے ہیں اور یہ خود بخود پڑتا ہے۔ بشرطیکہ کامل سے عقیدت۔ ادب اور اطاعت ہو۔ گھوٹ یا گھول کر کوئی نہیں پاتا۔ میری بیعت کے بعد حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال تک زندہ رہے۔ میں نے ان کی تقریر کبھی نہیں سُنی۔ لیکن دل را بدل رہیست کے ماتحت وہ خاموشی میں سب کچھ دے جاتے تھے مثلاً اگر کامل میں انقطاع عن الخلق اور احتیاج الی اللہ اور ضبط نفس بدرجہ کمال ہو تو یہی چیزیں طالب میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف تیس بتیس سال تک ایک شخص مقدمہ بازی کرتا رہا۔ ساری جماعت اس کو مخالف کے نام سے یاد کرتی تھی۔ لیکن حضرتؒ ہمسایہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حج کے لئے جانے لگے تو خود اس کے چل کر گئے اور اس سے معافی مانگی۔

تحدیث نعمت کے طور پر اپنا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ جب میں نے مدرسہ قاسم العلوم بنایا تو غیر تو پہلے ہی خلاف تھے۔ اپنے بھی خلاف ہو گئے۔ اخبارات میں میرے خلاف مضامین شائع کئے گئے۔ غیر شائع کرائیں اور اپنے مواد بہم پہنچائیں اندھوں کے سکول میں جلسے کئے گئے۔ غازی خدا بخش صاحب غصّے میں بھرے ہوئے ایک دن میرے پاس آئے کہ آپ ہمیں اجازت کیوں نہیں دیتے کہ ہم جواب دیں۔ ہمارے پاس بھی قلم ہے۔ ہم بھی لکھ سکتے ہیں اور ہمارے منہ میں بھی زبان ہے۔ میں نے ان کو ٹھنڈا کر کے بھیج دیا۔ میرے خلاف یہاں تک بہتان طرازی کی گئی کہ میں نے یہ مدرسہ عورتوں کے رکھنے کے لئے بنایا ہے۔ میرے سامنے اللہ کا یہ اعلان تھا۔

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۙ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ
(سورۃ القلم۔ رکوع ۱ پ۲۹) ترجمہ۔ (پس عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں کون دیوانہ ہے)

بعض دوستوں نے وکیلوں سے بھی مشورہ کیا۔ تاکہ اُن کے خلاف ہتک عزت کا دعوےٰ دائر کیا جائے۔ وکیلوں نے کہا کہ احمد علی دعوےٰ کر سکتا ہے۔ مولوی کریم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر تھے وہ مخلص تھے۔ مگر مخالفین کے بہکاوے میں آکر میرے خلاف ہو گئے تھے۔ وہ ایک دن میرے بڑے بیٹے مولوی حبیب اللہ سے ملے اور کہنے لگے تیرے باپ میں ایک خوبی دیکھی ہے کہ اس نے مخالفین کے حق میں ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا۔ اور مدرسہ قاسم العلوم کے مقابلہ میں مدرسہ ہذا بنایا گیا۔ انجمن خدام الدین کے مقابلے میں انجمن بنی۔ لیکن نہ مدرسہ رہا اور نہ انجمن رہی۔ یہ حضرت دین پوریؒ کا عکس آیا ہوا ہے ان کے وصال کے بعد میں نے دین پور شریف آنا جانا کم کر دیا تو انکے صاحبزادے میاں عبدالہادی صاحب نے اسکے متعلق مجھے لکھا۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ ایک تو ان سے کچھ لینے کی طمع تھی۔ دوسرے ان کے ملال کا ڈر تھا۔ اب دونوں چیزیں نہیں رہیں۔ اس لئے آنا جانا کم کر دیا ہے۔

عقیدت ادب اور اطاعت سے فیض آتا ہے ان میں سے ایک تار بھی ٹوٹ جائے تو تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ شیخ کامل بددعا نہیں کرتے۔ ان کی طبیعت ۴۴

۴۴ میں ملال کا آنا ہی بددعا ہے۔ جو انکی بے ادبی کرتے ہیں۔ انکی دنیوی حالت بھی خراب ہو جاتی ہے۔ یا تو کامل سے تعلق پیدا نہ کرے اگر کرے تو اللہ تعالےٰ اسکو نباہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مجلس ذکر

منعقدہ یکم شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۲ - مئی ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی -

امراضِ رُوحانی سے شفا اہل اللہ سے تربیت کرانے سے حاصل ہوتی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

الحمد للّٰہِ نحمدہٗ وَنستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِن بہٖ ونتوکّل علیہ وَنعوذ باللّٰہ من شرورِ انفسنا ومن سیّئاتِ اعمالنا من یّھدہ اللہ فلا مضلّ لہ ومن یُّضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ وَنشھد انّ سیّدنا وَمولٰنا محمدًا عبدہٗ وَرسولہٗ -

امّا بعد - مَیں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ مجلس ان احباب کے لئے ہے جن کا اللہ اللہ کرنے کا تعلق اس گنہگار سے ہے ہم اللہ کا نام لیتے ہیں - دوسرے احباب بھی آ بیٹھتے ہیں - ع

چشم ما روشن دل ما شاد

انسان کے اندر بعض روحانی بیماریاں ہیں - ان کا ذکر قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں آتا ہے - یہ اللہ اللہ کرنے کا تعلق ان امراض سے شفا پانے کے لئے ہوتا ہے - یہ رُوحانی بیماریاں ایسی مہلک ہیں کہ اگر ان سے یہاں شفا نہ ہوئی تو مرنے کے بعد قبر جہنم کا گڑھا بن جائے گی - اور ممکن ہے کہ قیامت کے دن حضورؐ کے حوض کوثر سے بھی دھکے دے کر ہٹا دیا جائے - عوام اور انگریزی دان طبقہ کو تو جانے دیجئے علمائے کرام ان سے عبور تو کر جاتے ہیں مگر ان سے وہ بھی اکثر شفایاب نہیں ہوتے -

ان امراض رُوحانی میں سے ایک بیماری حسد کی ہے - اس کے متعلق آنحضرتؐ کا ارشاد ہے -

عن اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُمۡ وَالۡحَسَدَ فَاِنَّ الۡحَسَدَ یَاۡکُلُ الۡحَسَنَاتِ کَمَا تَاۡکُلُ النَّارُ الۡحَطَبَ (رواہ ابو داؤد) (ترجمہ - حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے - وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا - حسد سے اپنے آپ کو بچاؤ - اس لئے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے - جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے)

کیا اس حدیث کے پڑھنے یا سُننے سے حسد نکل جاتا ہے ؟ ہرگز نہیں - حسد کے معنی یہ ہے کہ جو نعمت اللہ تعالےٰ نے دوسرے کو دے رکھی ہے وہ اس سے چھن جائے - اور مجھے مل جائے - یہ حرام ہے - حسد کے مقابلہ میں غبطہ ہے اس کا فارسی ترجمہ رشک ہے اور پنجابی میں اسے ریس کہتے ہیں - یہ جائز ہے - اس کے معنی یہ ہے کہ اے اللہ تو نے فلاں نعمت جو فلاں شخص کو دے رکھی ہے اس کی بحال رہے - تیرے خزانے میں کیا کمی ہے - مجھے بھی عطا فرما دے -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضورؐ میں صحابہ کرام وہباً امراض رُوحانی سے شفایاب ہو جاتے ہیں - آپؐ کا عکس پڑا اور تمام امراض روحانی نکل جاتے تھے - اب کسباً ان سے شفا حاصل کرنی پڑتی ہے - مَیں مثال کے طور پر عرض کیا کرتا ہوں کہ صحابہ کرام کو قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے نہ صرف کی ضرورت تھی اور نہ نحو کی - لیکن ہمیں دونوں کی ضرورت ہے - کوئی شخص اس وقت تک عالم نہیں بن سکتا جب تک ان دونوں علوم کو نہ پڑھے -

یہ تو تمہید تھی۔ آج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ بعض کتابوں میں آپؐ کی ایک دعا آتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا (ترجمہ۔ اے اللہ مجھے اپنی نظر میں چھوٹا (ذلیل) اور دوسروں کی نظر میں بڑا (معزز) بنا دے) یہ تو آپؐ کی دعا ہے۔ اس کا رنگ بھی ملاحظہ ہو عَنْ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُہٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ (متفق علیہ) (ترجمہ۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے نہ بڑھانا جس طرح نصاریٰ نے ابن مریمؑ کو بڑھایا۔ پس سوائے اس کے نہیں کہ میں اس (اللہ) کا بندہ ہوں۔ پس کہو۔ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول) ہمارا عقیدہ ہے کہ آپؐ جیسا نہ آسمان پر کوئی فرشتہ ہے۔ اور نہ زمین پر کوئی انسان۔ یہی رنگ آپؐ کی صحبت کی برکت سے صحابہ کرام میں نظر آتا ہے۔

حضرت عمرؓ کے متعلق حضورؐ فرماتے ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی نبیؐ ہوتا تو عمرؓ ہوتے لیکن ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ حضرت حذیفہؓ سے جن کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ راز کی باتیں ہوتی تھیں۔ ان سے دریافت فرمایا کرتے تھے کہ میرا نام کہیں منافقین کی فہرست میں تو نہیں ہے

ایک دفعہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ میں اس موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی جس کا ذکر مشکوٰۃ شریف میں باب البکاء والخوف کی اس روایت میں آتا ہے

ابی بردہ بن ابی موسیٰؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن عمرؓ نے کہا تم جانتے ہو میرے باپ نے تمہارے باپ سے کیا کہا تھا۔ میں نے کہا مجھ کو معلوم نہیں۔ عبداللہؓ نے کہا۔ میرے باپ نے تمہارے باپ سے کہا تھا۔ اے ابو موسیٰؓ کیا یہ بات تجھ کو خوش کرتی ہے۔ کہ ہمارا اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی بعثت) کے ساتھ تھا۔ اور ہماری ہجرت آپ کے ساتھ تھی اور ہمارا جہاد آپ کے ساتھ تھا اور ہمارے سارے اعمال آپ کے ساتھ تھے جو ہمارے مال غنیمت کی طرح ہیں۔ (یعنی ثابت و برقرار) اور آپ کے بعد جو عمل ہم نے کئے ہیں ان سے اگر ہم برابر سرابر چھوٹ جائیں، تو ہمارے لئے کافی ہے۔ تمہارے باپ نے یہ سن کر میرے باپ سے کہا نہیں یوں نہیں خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے جہاد کیا۔ ہم نے نماز پڑھی۔ ہم نے روزے رکھے اور بہت سے نیک اعمال ہم نے کئے اور ہمارے ہاتھوں سے بہت سے لوگ مسلمان ہوئے اور امید ہے کہ ہم کو ان اعمال کا ثواب ملے گا" میرے باپ نے یہ سن کر کہا۔ لیکن میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جس کے ہاتھ میں عمرؓ کی جان ہے میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ جو اعمال ہم نے رسول اللہ صلی اللہ کے ساتھ کئے ہیں وہی ثابت و برقرار رہیں۔ اور جو ہم نے آپ کے بعد کئے ہیں ان سے ہم برابر سرابر چھوٹ جائیں میں نے یہ سن کر کہا کہ تمہارے باپ خدا کی قسم میرے باپ سے بہتر تھے (بخاری)

یہی کمال ہے کہ انسان سب کچھ ہو اور اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھے۔ ؎

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی مری مٹا دے خاک بے جان کر دے

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں۔ کہ انسان ہر کافر فرنگ۔ ملحد اور زندیق کو اپنے سے بدرجہا بہتر سمجھے۔

ہم ان کو مجدد مانتے ہیں اور یہ اُن کا حال ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد ہوگا۔ جو دین کو زندہ کرے گا۔ مجدد صاحبؒ کو جہانگیر نے دربار میں طلب کیا۔ تشریف لائے تو دربار کے جو آداب تھے وہ بجا نہ لائے۔ یعنی سر جھکا کر کورنش نہ بجا لائے۔ بادشاہ نے اصرار کیا۔ لیکن آپؒ نے صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد بادشاہ جھک گیا۔ کہ اچھا بادشاہ کی نشست کے نیچے سے ہی گزر جائیے۔ یہ بھی نہ مانے۔ گوالیار کے قلعہ میں قید ہونا منظور فرمایا۔ لیکن بادشاہ کے سامنے سر نہ جھکایا۔ ادھر تو یہ حالت ہے کہ بادشاہ کے سامنے بھی نہ جھکے ادھر ہر کافر فرنگ ملحد اور زندیق کو اپنے آپ سے بدرجہا بہتر سمجھتے ہیں۔

شیخ کامل اور طالب صادق ہو تو انسان کی ہستی فنا ہو جاتی ہے۔ پھر اس کی نظر اپنے کمالات پر نہیں پڑتی۔ بلکہ وہ اپنی کمزوریوں کو دیکھتا ہے۔ پھر یہ سمجھتا ہے کہ میں تو ایسا پلید ہوں۔ جو میرے ساتھ لگ جاتا ہے وہ بھی پلید ہو جاتا ہے۔ مرغ۔ سبزی۔ پھل۔ اناج۔ دودھ وغیرہ یہ سب چیزیں پاک ہیں۔ میں نے ان کو کھا کر پاخانہ بنا دیا۔ ان کے اندر بدبو میری وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ کامل کی صحبت نصیب ہو جائے تو فاضل اجل بھی سمجھنے لگتا ہے کہ یہ سب باتیں ٹھیک ہیں۔ کامل طبیعت کا رُخ پھیر دیتا ہے۔ پھر انسان سمجھتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ نجات ہو جائے۔ ورنہ تو تو اتنا خبیث ہے کہ خدا کا رزق برباد کرنے کے سوا تیرا کوئی کام نہیں۔

کتابیں پڑھنے سے امراضِ روحانی سے شفا نہیں ہوتی اس کے لئے صحبت کی ضرورت ہے ع

بلے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

اللہ تعالیٰ چاہیں تو سب کو کلمہ کن سے اولیاء اللہ بنا دیں۔ چنانچہ اُس نے ملائکہ عظام کو ولی اللہ بنا رکھا ہے۔ ان کی تعداد انسانوں سے کئی گنا ہے۔ ایک کے فرشتے کراماً کاتبین انسانوں سے چار گنا ہیں۔ وہ ہر انسان کے ساتھ چار ہیں۔ دو دن کے دو رات کے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو صحبت سے متاثر ہونے والا بنایا ہے۔ کسی کامل سے تربیت کرائیے تو پھر انسان اپنے عیوب کو دیکھتا ہے خوبیوں کو نہیں دیکھتا۔ اللہ تعالیٰ تو کافر فرنگ کے متعلق فرمائیں لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثہ۔ لیکن مجدد صاحبؒ اس کو بھی اپنے سے اچھا جانتے ہیں۔ ان کو اس کی خوبیاں اور اپنے عیب نظر آتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض اربعہ کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے۔ (ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ الآیۃ (سورہ الجمعہ رکوع ۱ پارہ ۲۸)

ترجمہ۔ وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں سے ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا۔ جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے۔ اور انہیں پاک کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔

تعلیم کتاب اور چیز ہے اور تزکیۂ نفس اور چیز ہے۔ تزکیہ کی برکت سے انسان کے اندر سے امراضِ روحانی نکل جاتے ہیں۔ اگر اس کے اندر صلاحیت ہو تو یہ صحبت سے متاثر ہوتا ہے۔ کامل سے فیض حاصل کرنے کے لئے عقیدت ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے۔ حضورؐ سے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

(بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۷ سے آگے)
جنہیں عقیدت تھی جو ادب اور طاعت کرتے تھے۔ ان میں سے کوئی صدیق کوئی فاروق بن گیا۔ جو ان چیزوں سے محروم رہے وہ مسجد نبوی میں آپؐ کے مقتدی بن کر بھی جہنم کے ایندھن بنے۔ جیسے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی۔
اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو امراضِ روحانی سے شفایاب ہو کر مرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

نامحرم سے نظر ہٹا لینے کا اجر و ثواب

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مردِ مومن کی کسی عورت کے حسن و جمال پر پہلی دفعہ نظر پڑ جائے پھر وہ اپنی نگاہ نیچی کر لے اور (اس کی طرف نہ دیکھے) تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسی عبادت نصیب فرمائے گا جس کی وہ لذت و حلاوت محسوس کرے گا۔

مسند احمد

دیور اور جیٹھ سے پردہ کرنا نہایت ضروری ہے

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم (نامحرم) عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔ ایک شخص نے دریافت کیا کہ شوہر کے قریبی رشتہ داروں (دیور وغیرہ) کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ارشاد ہے؟ (کیا ان کے لئے بھی یہی حکم ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ تو بالکل موت اور ہلاکت ہے۔ صحیح بخاری

مجلسِ ذکر

منعقدہ جمعرات مورخہ ۸ - شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۹ مئی ۱۹۵۷ء

شرعی نقطۂ نگاہ سے پہلوان کون ہے اور دولتمند کون

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمُ

[حم]دُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّابَعد - اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے دروازہ [پر] حاضر ہونے کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔ [یہ] اُس کا فضل ہے۔

[مج]السِ ذکر کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ [رس]ول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ [اللہ] تعالےٰ کے فرشتوں کی ایک جماعت [ہ]ے۔ جو راستوں میں ان لوگوں کو تلاش کرتی [رہ]تی ہے جو ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ پس جب [ک]سی جگہ ذکرِ الٰہی کرنے والے لوگوں کو پالیتے [ہیں] تو اپنے ساتھیوں سے پکار کر کہتے ہیں۔ آؤ [اپ]نے مقصد کی طرف آؤ۔ پس وہ فرشتے [اپ]نے پروں سے ذکر الٰہی کرنے والوں [کو] ڈھانپ لیتے ہیں اور آسمانِ دُنیا [تک] پھیل جاتے ہیں۔ ان کا پروردگا[ر ان] سے پوچھتا ہے۔ حالانکہ وہ ان سے [زیا]دہ اپنے بندوں کے حال سے واقف [ہو]تا ہے۔ کہ میرے بندے کیا کہہ رہے [تھ]ے۔ فرشتے کہتے ہیں یا اللہ العالمین وہ تیری [پاکی] بیان کر رہے تھے۔ تیری عظمت و بزرگی [کا] ذکر کر رہے تھے۔ تیری تعریف کر رہے [تھ]ے۔ اور عظمت کے ساتھ تجھ کو یاد کر رہے تھے [پھر] اللہ تعالےٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے۔ [کیا] انہوں نے مجھ کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض [کر]تے ہیں۔ قسم ہے خدا کی انہوں نے تجھ کو [نہی]ں دیکھا۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اگر وہ [مجھ] کو دیکھ لیتے تو اُن کا کیا حال ہوتا۔ [فرش]تے عرض کرتے ہیں اگر وہ تجھ کو دیکھ [لیتے] تو تیری بہت زیادہ عبادت کرتے اور [بہ]ت زیادہ تیری بزرگی اور پاکی بیان کرتے [پھر] اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ وہ مجھ سے [کیا] مانگتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ وہ [تجھ] سے جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ پوچھتے ہیں کیا اُنہوں نے جنّت کو دیکھا ہے فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں خدا کی قسم اُنہوں نے جنّت کو نہیں دیکھا ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتے ہیں اگر وہ جنّت کو دیکھ لیتے تو اُن کا کیا حال ہوتا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں اگر وہ جنّت کو دیکھ لیتے تو جنّت کی خواہش طلب اور اس کی رغبت ان میں بہت بڑھ جاتی۔ پھر اللہ تعالےٰ پوچھتے ہیں وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ دوزخ کی آگ سے۔ اللہ تعالےٰ پوچھتے ہیں کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں۔ خدا کی قسم اے پروردگار اُس کو اُنھوں نے نہیں دیکھا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو وہ اُس سے بہت زیادہ بھاگتے۔ اور بہت زیادہ خوفزدہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔ ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے۔ ان لوگوں میں ایک ایسا بھی شخص تھا۔ جو ان میں شامل نہ تھا۔ راہ چلتا کھڑا ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ذکر کرنے والے ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ اُن کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رکھا جاتا (بخاری و مسلم)

اللہ تعالےٰ تو چاہتے ہیں کہ اس کے سارے بندے نیکی کی توفیق پائیں۔ اور نیکی کر کے جنّت کے وارث بن جائیں نیکی کی توفیق اللہ تعالےٰ کا فضل ہے اس کے لئے ہمیں اس کا شکر ادا کرنا چاہئے لیکن اکثریت کو یہ توفیق نہیں ہوتی۔ جس طرح [م]اں تو یہ چاہتی ہے۔ کہ اس کی ساری اولاد اس کے پاس بیٹھ کر دونوں وقت کھانا کھائے۔ لیکن اس کا ایک لڑکا دق میں مبتلا ہے۔ وہ سب کے ساتھ شامل ہو کر کھانا کھانے کے قابل ہی نہیں تو ماں بیچاری کیا کرے۔ اسی طرح اکثر اس قابل نہیں ہوتے کہ ان کو نیکی کی توفیق عطا کی جائے۔ مثلاً ایک شخص کی خوراک اور لباس میں حرام ملا ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ نہیں چاہتے کہ وہ اس کے دروازہ پر آئے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

عن ابی ھریرہؓ۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا۔ الحدیث (رواہ مسلم)

(ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ پاک ہے۔ نہیں قبول فرماتا۔ مگر پاک چیز کو)

ایک شخص غلاظت میں ملوث ہو تو آپ اس کو قریب نہیں آنے دیتے۔ دور ہٹا دیتے ہیں۔ اگر اس کے جسم اور کپڑوں پر غلاظت کے انبار لگے ہوئے ہیں کوڑ در کوڑ اور تو بر تو اس پر غلاظت چڑھی ہوئی ہو تو اس کو آپ اور دُور ہٹائیں گے۔ آپ کا ایک چھوٹا سا بچّہ ہو۔ اس کے ہاتھ غلاظت میں بھرے ہوئے ہوں۔ وہ اگر آپ کی چائے یا دودھ کی پیالی کو ہاتھ لگانا چاہے تو آپ نہیں لگانے دینگے۔ یا اس کو دُور ہٹا دیں گے یا پیالی اُٹھاکر خود اس سے دُور چلے جائیں گے۔ منی کے قطرہ سے پیدا ہونے والے اے انسان اگر تجھ میں اتنی نزاکت ہے تو اللہ تعالیٰ جو نازکوں کا خالق ہے کیا اس کو جنّت کے لئے گندے بندے چاہئیں؟ حرام کھا کھا کر جس کے جسم سے بو آتی ہو۔ اللہ تعالےٰ اس کو اپنے دروازہ پر آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خوش نصیب ہیں۔ جو دروازۂ الٰہی پر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس قابل بنائے۔ آمین یا الٰہ العالمین اس قسم کی مجالس کہاں ملتی ہیں۔ یہ مجلس اصلاح حال کے لئے ہے۔

یہ تو تمہید تھی۔ اب میں اصل چیز آج مجلس کے مناسب حال عرض کرنا چاہتا ہوں ظاہر کی صفائی اور چیز ہے۔ باطن کی صفائی اور چیز ہے۔ ظاہر کی صفائی آسان ہے اور باطن کی مشکل۔ جو احباب ہمیشہ آتے ہیں ان کو پتہ ہے کہ انسان کے اندر کیا کیا بیماریاں ہیں۔ انگریز یہ سمجھا گیا ہے کہ روز نہاؤ۔ بوٹ روزانہ پالش کیا جائے۔ کنگھی روزانہ کئی بار کی جائے۔ اس کی پرواہ نہیں اندر پاک ہو یا نہ ہو۔ جو امراض روحانی سے شفا پانے کے متمنی ہیں یہ مجلس ان کے لئے منعقد کی جاتی ہے جس

امراضِ جسمانی کے لئے معالج ایم بی بی ایس ڈاکٹر اور حکیم ہوتے ہیں۔ اسی طرح بعض اللہ تعالےٰ کے بندے امراضِ روحانی کے معالج ہوتے ہیں۔ اس فن کے حاصل کرنے کے لئے عمریں صرف کرنی پڑتی ہیں۔ ان حضرات کو صوفیائے عظام کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ

(سورہ الذٰریٰت رکوع ۳ پارہ ۲۷)

ترجمہ- اور ہم نے ہی ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا ہے)

(۳) ارشادِ باری تعالےٰ کے ماتحت ہر اصل کے مقابلہ میں نقل۔ ہر کھرے کے مقابلہ میں کھوٹا۔ حق کے مقابلہ میں باطل۔ توحید کے مقابلہ میں کفر موجود ہے۔ صوفیائے عظام میں بھی بعض کھرے اور بعض کھوٹے ہوتے ہیں۔ انسان وہ اچھا ہے۔ جس کا دل اچھا ہے۔ ایک شخص بظاہر کتنا ہی اچھا ہو اگر اندر کوئی مہلک بیماری ہے تو اس کو کوئی اچھا نہیں کہیگا لڑکی بظاہر خوبصورت ہو اور والدین بھی امیر ہوں کافی سے زیادہ جہیز ملنے کی امید ہو۔ لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ دق کی مریضہ ہے تو کوئی بھی اُس کو بہو بنا کر گھر میں لانے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ اسی طرح لڑکا بظاہر خواہ کتنا ہی اچھا ہو۔ لیکن اگر وہ دق کا مریض ہے تو کوئی اس کو داماد بنانے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ اے انسان اگر منی کے قطرہ سے پیدا ہو کر تیرے اندر اتنی نازک مزاجی ہے تو کیا اللہ تعالےٰ کے اندر اتنی نزاکت نہیں ہے کہ وہ جنت میں گندے انسانوں کو داخل کر دے گا۔

غصہ بھی ایک روحانی بیماری ہے۔ بعض لوگ زود رنج مغلوب الغضب ہوتے ہیں۔ اور جھٹ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عَنْ ابو هريرة رضی قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ (متفق علیہ)

ترجمہ- حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلوان وہ نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دے۔ بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصّے کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے) غصّہ کی اصلاح ہادی کر دیتا ہے۔ ہادی کی صحبت میں انسان اس طرح ہو جاتا ہے۔ کہ منہ سے کسی کے خلاف دل آزاری کا کوئی لفظ نہ نکلنے پائے اور نہ ہاتھ کسی کے خلاف اُٹھے۔ آج کا یہی سبق ہے۔ قرآن مجید میں بہشتیوں کی صفات میں سے ایک صفت کظم غیظ ہے۔ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ (سورہ آل عمران رکوع ۱۴ پ ۴)

(ترجمہ- اور غصّے کو پی جانے والے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کی مراد کے شارح ہیں۔ اس لئے آپؐ کے ارشاد کا بھی وہی مطلب ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کے فرمان کا ہے۔ عام طور آپ انسانوں کو دیکھیں گے کہ غصّہ میں قابو میں نہیں رہتے۔ بعض کا تو دماغ مختل ہو جاتا ہے۔ حتّٰی کہ غصّہ میں بیوی کو طلاق دے دیتے ہیں۔ اس کے بعد پھر علمائے کرام سے اپنی مرضی کے مطابق فتویٰ حاصل کرنے کے لئے تگ و دو کرتے ہیں۔ یہ باطن کی بیماری ہے۔ ہادی اس کی اصلاح کر دیتا ہے۔ لیکن ہادی ملنے مشکل ہیں۔ اور مُضِل ملنے آسان۔ مَیں چالیس سال سے لاہور میں رہتا ہوں۔ یہاں ایک بھی ہادی نہیں۔ کیونکہ تمہیں اُس کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالےٰ کو کیا پڑی ہے کہ وہ اُن کو تمہارے پاس بھجوا کر اُن کی توہین کرائے۔ تاجر اپنا مال وہاں لے جاتا ہے جہاں اس کی مانگ ہوتی ہے۔ کیا کبھی یہ بھی دیکھا کہ دیہات میں جوہری زیورات لے کر گیا ہو وہاں تو گاجر مولی جاتے ہیں۔ نقلی ہادی تو بڑے ملیں گے۔ پنجاب میں عام طور پر مشہور ہے کہ پیر ضرور ہونا چاہئے۔ خواہ شیطان ہی کیوں نہ ہو۔

اس آئینہ میں منہ دیکھئے۔ بہشتیوں کی یہ صفت نہیں کہ غصّہ آنے نہ پائے بلکہ وہ اس صفت سے متصف ہوتے ہیں۔ کہ غصّہ آئے اور اس کو پی جائیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس صفت سے متصف بنائے۔ ایک دو روز ہادی کی صحبت میں رہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ مدت مدید تک صحبت میں رہنے سے کامل کا عکس آتا ہے۔ اسی کو فیض کہتے ہیں۔ کامل نگرانی بھی کرتا ہے۔ اور کچھ ریاضت بھی کرواتا ہے۔ اس طرح آہستہ آہستہ رنگ چڑھ جاتا ہے۔

دُنیا دار کو جب کسی کے خلاف غصہ آجائے تو اس کو ذلیل اور بدنام کرتا ہے اس طرح اس کا نامۂ اعمال میلا ہوتا جاتا ہے۔ اللہ والوں کے پاس اس کا علاج ہے۔ ان گنہگار آنکھوں نے علاج شدہ دیکھے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ

(سورہ الشوریٰ رکوع ۴ پارہ ۲۵)

ترجمہ- اور تم پر جو مصیبت آتی ہے۔ وہ تمہارے ہی کاموں سے آتی ہے۔ اور وہ بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے)

ہادی طبیعت کا رُخ پھرا دیتا ہے۔ پھر انسان پیچھے مُڑ کر دیکھتا ہے تو سمجھ آجاتی کہ یہ میرے ہی گناہ کی تصویر ہے۔ مَیں اپنا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ مَیں ان دنوں دہلی میں رہتا تھا۔ میرا بڑا لڑکا مولوی حبیب اللہ ان دنوں سودا لانے کے قابل نہ تھا۔ ایک دن میری بیوی نے کہا۔ کہ بازار سے سودا لا دیجئے۔ اس سے پہلے میرے دل میں ایک شیطانی خیال آیا۔ خدا کے فضل سے مَیں نے اس کو رد کر دیا۔ اس کے بعد مَیں بازار میں سودا لینے چلا گیا۔ جس دوکان سے مَیں نے سودا لینا تھا اس پر بہت بھیڑ تھی۔ مَیں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ کہ ذرا بھیڑ کم ہو تو سودا لے کر گھر جاؤں۔ ایک کُتّا آیا اور اُس نے میری پنڈلی پر "چک" (پنجابی) مارا۔ مَیں نے مُڑ کر دیکھا تو چھوڑ کر ایک طرف جا بیٹھا۔ اور بھی لوگ وہاں کھڑے تھے۔ کُتّے نے صرف مجھے ہی کاٹنے کی کوشش کیوں کی؟ مجھے اللہ تعالےٰ نے اس وقت یہ سمجھایا کہ یہ تیرے اس خیالِ فاسد کی تصویر ہے۔ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ

(سورہ یوسف رکوع ۱۱ پارہ ۱۳)

ترجمہ- میرے اس سے قبل والے خواب کی یہ تاویل ہے۔

خیال دل میں آیا اس کی تصویر کتے کی شکل میں سامنے آئی۔ چونکہ مَیں نے اس خیالِ فاسد کو اللہ تعالےٰ کے فضل سے رد کر دیا تھا۔ اس لئے کتے نے مجھے کاٹا نہیں۔

یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ ہر تکلیف انسان کے اپنے گناہ کی تصویر ہوتی ہے۔ فارسی میں کسی نے خوب کہا ہے ع

تو از حکمِ داور گردن مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

اگر یہ باتیں حال بن جائیں۔ تو پھر انسان غصّہ نہ کرے گا۔ اس طرح غصّہ آہستہ آہستہ فنا ہوتا جائیگا۔

عقیدت- اُمید اور اطاعت سے فیض آتا ہے۔ یہ ایک نسخہ ہے جس کو عام انسان نہیں سمجھتے۔ مَیں سمجھ سے عرض کر رہا ہوں۔ یہ ایک چیز تھی جو آج مَیں نے عرض کرنی تھی

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

(بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۱۰ سے آگے)

ایک دوسری چیز بھی عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلّی اللہُ علیہ وسلم لیس الغنی عن کثرۃ العرض ولکن الغنیٰ غنی النفس۔ (متفق علیہ) ترجمہ - حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غنا ساز وسامان کی زیادتی پر نہیں ہے۔ بلکہ غنا دل کی دولتمندی سے ہے)

مَیں کہا کرتا ہوں کہ انسان اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرے تو یہ آسودہ حال ہو جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ سے تعلق نہ ہو تو پھر یہ چائے کا سیٹ - کوٹھی - موٹر میں غرق رہتا ہے ۔ اللہ تعالےٰ کا نام آئے تو حرص مرجاتی ہے۔ دُنیادار کو حرص خراب کرتی ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔ يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ○

سورہ قٓ رکوع ۳ پارہ ۲۶

ترجمہ - جس دن ہم جہنّم سے کہیں گے کیا تو بھر چکی اور وہ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ جہنّم میں اپنا پاؤں رکھ دیں گے تو وہ کہے گی بس بس تیری عزّت اور تیری بخشش کی قسم مَیں بھر گئی ۔ مَیں کہا کرتا ہوں کہ انسان کا پیٹ بھی چھوٹا سا دوزخ ہے - جو اور اور کی رٹ لگاتا رہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا نام آجائے۔ تو پیٹ کا دوزخ بھر جاتا ہے۔ پھر انسان یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ خدا جانے جو کچھ اب موجود ہے اس کے ختم ہونے سے پہلے ہی موت آجائے ۔ حضورؐ نے ایک دفعہ فرمایا کہ مومن کو ایک نور عطا ہوتا ہے صحابہ کرامؓ کے دریافت کرنے پر آپؐ نے اس کی تین علامتیں بیان فرمائیں۔

۱- التجافی عن دارالغرور (ترجمہ اس دھوکہ کے گھر سے دل کا اچاٹ ہوجانا)

۲- والانابۃ الیٰ دارالخلود (ترجمہ - اور ہمیشگی کے گھر کی طرف توجہ کا ہو جانا)

۳- والاستعداد للموت قبل نزولہ (ترجمہ - اور موت سے پہلے اس کے لئے تیاری کرنا)

اگر اس لائن پر انسان نہ چلے تو دوسری لائن پر چلے گا- جس میں یہ خواہش ہوگی کہ جو چیز ہو وہ اچھی ہو اور زیادہ بھی ہو۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو دل کا غنی بنائے ۔ آمین یا الہ العالمین -

مجلسِ ذکر

منعقدہ جمعرات مورخہ ۱۵ شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۶ مئی ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدمنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہ ونستغفرہٗ ونؤمن بہٖ و نتوکل عَلَیْہِ و نعوذ باللّٰہِ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یّھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یُّضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد اَنَّ سیّدنا ومولٰنا محمدًا عبدہٗ ورسولہ ۔

امّا بعد ۔ ہمارا یہ اجتماع اللّٰہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے امراض روحانی سے شفا پانے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہونے کے لئے ہوتا ہے ۔ ہم اس لئے جمع ہوتے ہیں کہ ہم عبدیت کا حق ادا کرنے کے قابل ہو جائیں ۔ حاصل یہ ہے کہ ہماری اصلاح حال ہو جائے ۔ آج کی تقریر کا عنوان ہے ۔

اِنسان کے سارے وجود میں اللّٰہ تعالیٰ اور رسول اللّٰہ کو صرف دِل پیارا ہے

اللّٰہ تعالےٰ کا ارشاد ہے ۔ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ؕ سورہ الشعراء رکوع ۵ پارہ ۱۹

ترجمہ ۔ جس دن مال اور اولاد نفع نہیں دے گی ۔ مگر جو اللہ کے پاس سالم دِل لے کر آیا ۔

سالم دل کا یہ مطلب ہے ۔ کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کا خیال دل میں نہ سمائے ۔ ماسوا اللہ دل سے نِکل جائے ۔ مطلوب ہو تو اللہ تعالےٰ ۔ مقصود ہو تو اللہ تعالےٰ ۔ محبوب ہو تو اللہ تعالےٰ ۔ مال اور اولاد سے دُنیا میں عزت ملتی ہے ۔ اگر ایک شخص کے بارہ بیٹے ہوں اور پندرہ داماد تو اس کو کوئی کچھ کہہ سکتا ہے ۔ اگر کوئی کچھ کہے تو اس کی آنکھیں نہ نکال کے رکھ دیں ۔ اللہ والوں کے ہاں یہ نہیں ہوتا ؎

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

ترجمہ ۔ جہاں میں جن کے جسم غبار آلودہ ہیں ۔ اُن کو تو حقارت کی نظر سے نہ دیکھ ۔ تجھے کیا معلوم کہ اس گرد میں کوئی شہسوار ہو (یعنی اور کے نزدیک وہ نہ معلوم کتنا معزز ہو اور تم اُسے حقیر سمجھ کر اللہ کو ناراض کر بیٹھو)

اللہ والوں کی پسندیدگی کے اسباب اور ہوتے ہیں ۔ اللہ تعالےٰ نے مذکورہ بالا آیت میں دل ہی کا نام لیا ہے نہ ہاتھوں نہ پاؤں نہ آنکھوں اور نہ کانوں کا ذکر فرمایا ہے ۔ دوسری جگہ اللہ تعالےٰ نے اللہ والوں کی صفات کا ذکر فرماتے ہوئے دل ہی کا ذکر فرمایا ہے ۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُھُمْ وَجِلَۃٌ اَنَّھُمْ اِلٰی رَبِّھِمْ رٰجِعُوْنَ ۙ

سورہ المومنون رکوع ۴ پارہ ۱۸

ترجمہ ۔ اور جو دیتے ہیں ۔ جو کچھ دیتے ہیں اور اُن کے دل اس سے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں ۔

اُن کو ڈر اس بات کا ہے کہ خدا جانے ثواب ملتا ہے یا عذاب ہوتا ہے ۔ ایک اور جگہ بھی دل کا اس طرح ذکر فرمایا گیا ہے ۔ مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ مِنْ بَعْدِ اِیْمَانِہٖٓ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ الآیہ

سورہ النحل رکوع ۱۴ پارہ ۱۴

ترجمہ ۔ جو کوئی ایمان لانے کے بعد اللہ سے منکر ہُوا مگر وہ جو مجبور کیا گیا ہو ۔ اور اُس کا دل ایمان پر مطمئن ہو ۔

دل میں اگر ایمان ہو اور کسی مجبوری کی وجہ سے بظاہر کلمہ کو بھی زبان سے کہلوایا جائے تو ایسا شخص اللہ تعالےٰ کو پیارا ہے ۔ دین کے دشمن بظاہر کلمۂ کفر تو زبان سے کہلوا سکتے ہیں ۔ مگر دل نہیں نکال سکتے ۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مراد کے شارح ہیں ۔ اس لئے آپؐ کے ہاں بھی سارے جسم میں دل ہی قابلِ قدر ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ اِنَّ فِی الْجَسَدِ لَمُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ ؛

ترجمہ ۔ تحقیق (انسان کے) جسم میں البتہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہے ۔ جب وہ درست ہو جاتا ہے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے ۔ اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے ۔ خبردار اور وہ دل ہے ۔

اس ارشاد میں حضورؐ بھی وجود کی بھلائی یا بُرائی کا مدار دل پر رکھ رہے ہیں ۔ مَیں کہا کرتا ہوں کہ دل بادشاہ ہے ۔ دماغ اس کا وزیر اور اعضا اس کی فوج ہیں ۔ دل میں ایک خیال پیدا ہوتا ہے ۔ دماغ مشورہ دیتا ہے کہ یہ ٹھیک ہے یا غلط ۔ اگر دماغ دل کی تائید کر دے تو پھر اعضا تعمیل حکم کرتے ہیں ۔ اگر ایک انسان بظاہر کریہہ المنظر ہو ۔ لیکن اگر اُس کا دل نورِ ایمان سے بھرپور ہے ۔ تو وُہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہے ۔ اُس کے مقابلہ میں ایک کافر بظاہر خوبصورت ہے ۔ ہزارہا روپے کا لباس زیبِ تن ہے ۔ مرصع تاج سر پر ہے ۔ لیکن چونکہ اس کا دل ٹھیک نہیں ہے ۔ اس لئے اللہ تعالےٰ کے ہاں اُس کی کوئی قیمت نہیں ۔ سورہ بقر رکوع ۹ پارہ ۱ میں اللہ تعالےٰ یہود کے متعلق فرماتے ہیں ۔ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِکَ فَھِیَ کَالْحِجَارَۃِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَۃً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَۃِ لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْہُ الْاَنْھٰرُ وَاِنَّ مِنْھَا لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخْرُجُ مِنْہُ الْمَآءُ وَاِنَّ مِنْھَا لَمَا یَھْبِطُ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ ؕ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۔

ترجمہ ۔ پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہوگئے ۔ گویا کہ وہ پتھر ہیں ۔ یا ان سے بھی زیادہ سخت اور بعض پتھر تو ایسے بھی ہیں جن سے نہریں پھوٹ کر نکلتی ہیں ۔ اور بعض ایسے بھی ہیں جو پھٹتے ہیں ۔ پھر ان سے پانی نکلتا ہے ۔ اور بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں ۔ اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں ہے ۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض پتھروں سے متعدی فائدہ ہوتا ہے ۔ اُن سے دریا

اور چشمے نکلتے ہیں۔ جن سے بے شمار مخلوق کو نفع ہوتا ہے۔ بعض پتھر اگرچہ متعدی فائدہ پہنچانے کے قابل نہیں ہوتے۔ مگر وہ خود اللہ تعالےٰ کے خوف سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں یہ آیت صرف یہود کے متعلق ہی نہیں بلکہ سب انسانوں کے متعلق ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اگر انسان کے منہ میں خوفِ خدا کی لگام نہ ہو تو اس جیسا موذی، کمینہ اور درندہ صفت اللہ تعالےٰ نے کوئی جانور پیدا نہیں کیا۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی ۝ فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی

سورہ النّٰزعٰت رکوع ۲ پارہ ۳۰

ترجمہ۔ اور لیکن جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اپنے نفس کو بُری خواہش سے روکا سو بیشک اس کا ٹھکانا بہشت ہی ہے۔ اللھم اجعلنا منھم۔

اللہ والے بھی یہی سکھلاتے ہیں کہ سب میں رہو لیکن دل خدا کے سوا کسی کو نہ دو۔ یعنی دل میں فقط رضائے الٰہی مطلوب ہو۔ تاکہ جب پیغامِ موت آئے تو خوشی خوشی اس جہان سے رخصت ہو جاؤ ؎

دلا تو رسم تعلق زمرغِ آبی جو
گرچہ غرق بہ دریا است خشک پر برخاست

کسی نے کیا خوب کہا ہے ع

کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

بیوی بچّے اور دُنیا کا دوسرا سازوسامان یہ سب کھلونے ہیں۔ جب مرنے کے بعد ان سب کو چھوڑنا ہے تو پھر ان کے ساتھ دل کو کیوں وابستہ کیا جائے۔ مَیں جرأت اور دعوے سے کہتا ہوں کہ اللہ والوں کی صحبت کے بغیر رنگ نہیں چڑھتا۔ آپ میں سے ہر شخص نے کوئی نہ کوئی فن حاصل کیا ہُوا ہے۔ اس کے لئے ہر ایک کو اس فن کے ماہر کی صحبت میں زندگی کا معتدبہ حصہ صرف کرنا پڑتا ہے۔ اِدھر بھی یہی قانون ہے۔ اللہ والوں کی صحبت میں دل میں دُنیا کی طرف سے سرد مہری پیدا ہو جاتی ہے اور طبیعت کا میلان اللہ تعالےٰ کی طرف ہو جاتا ہے۔ آج کا یہی سبق ہے۔

اللہ والے نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔ ان کا مقولہ ہے ؎

پاسبانِ دل شو اندر کُلّ حال
تا نہ یابد ہیچ دزد آنجا مجال ۲۴۵

۲۴۵ اس شعر میں ماسوا اللہ کے خیال کو چور بتلایا گیا ہے۔ اگلے شعر میں اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں ؎

ہر خیالِ غیرِ حق را دزد داں
ایں ریاضت سالکاں را فرض داں

اللہ تعالےٰ جو کچھ بھی مجھ سے کہلوا رہا ہے۔ دُعا کیجئے کہ وہ مجھے اور آپ کو ایسا بننے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

تاجر۔ ملازم پیشہ اور کاشت کار اگر اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے ہر کام کریں تو اُن کا ہر کام عبادت کے دائرہ میں آسکتا ہے۔ اگر ایک شخص اللہ کی رضا کے خلاف ایک پیسہ بھی خرچ کرے گا تو وہ مسرف ہوگا۔ لیکن اس کی رضا کے مطابق لاکھ روپیہ خرچ کرنا عبادت سمجھا جائے گا۔

علیحدگی میں بیٹھ کر سوچا کیجئے کہ دل میں اللہ تعالےٰ کی رضا مطلوب مقصود اور محبوب ہے یا ماسوا اللہ کی۔ اللہ والوں کی اصطلاح میں اسے مراقبہ کہتے ہیں۔ مراقبہ کرنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ آہستہ آہستہ طبیعت کا رخ بدل جائے گا۔

نامحرم کے ساتھ تنہائی میں ملنے سے بچیے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ: ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کوئی (نامحرم) آدمی کسی عورت سے تنہائی میں ملے اور وہاں تیسرا شیطان موجود نہ ہو۔ جامع ترمذی

مجلس ذکر

منعقدہ جمعرات مورخہ ۲۲۔ شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:۔

قبض اور بسط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

اَمَّا بَعْدُ! ہمارا یہ اجتماع ان احباب کا ہے جن کی یہ خواہش ہے کہ وہ امراض روحانی سے شفایاب ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوں۔ جس طرح انسان امراض جسمانی میں مبتلا ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ امراض روحانی کا شکار بھی ہوتا ہے۔ امراض جسمانی کے برعکس امراض روحانی کا اس..... میں پتہ نہیں چل سکتا۔ روحانی امراض کا پتہ اس دنیا سے رخصتی کے بعد قبر میں جا کر لگے گا۔

وہ شخص دنیا میں باسانی کاروبار کر سکتا ہے۔ جس کی صحت بحال ہو۔ اس کی صحت ہی بحال نہ ہو وہ کام نہیں کر سکے گا۔ یہی حال امراض روحانی کا ہے لیکن روحانی امراض کا احساس یہاں نہیں ہوتا۔ مرنے کے بعد ہوگا کیونکہ یہ عالم ناسوت ہے اور اگلا جہان عالم ملکوت ہے تو گویا روحانی امراض کا احساس قبر میں جا ہوگا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قبر رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ اَوْ حُفْرَۃٌ مِّنْ حُفَرِ النِّیْرَانِ۔

ترجمہ۔ قبر بہشت کے باغوں میں سے باغ ہوتی ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے گڑھا ہوتی ہے۔

اگر امراض روحانی اس دنیا میں انسان سے دور نہ ہوئیں تو ان امراض کا علاج وہاں (قبر میں) کیا جائیگا۔ اللہ تعالےٰ سے دعا کیجئے کہ ہمیں اس دنیا سے ہی شفایاب ہو کر جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ دنیا دار طبقے کا تو کیا ذکر دیندار طبقہ تک بھی ان امراض روحانی کا شکار ہوتا ہے۔ جب تک کسی طبیب روحانی سے علاج نہ کرایا جائے۔ امراض روحانی سے شفایاب ہونا مشکل ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں علاج کرانے کی بھی توفیق دے۔ تاکہ مکمل شفایاب ہو کر جائیں۔

اس مضمون کے بارے میں میری آج کی معروضات کا عنوان "قبض اور بسط" ہے۔ قبض کے معنے بند ہو جانا اور بسط کے معنی کھل جانا ہے۔ قبض اور بسط میں تمیز فقط ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو ذکر الٰہی کرنے کے عادی ہوں۔ اللہ والوں کی اصطلاح میں بسط کی عام فہم معنے یہ ہے کہ ذاکر جب ذکر الٰہی کرے تو روحانی لذت آئے۔ طبیعت میں فرحت اور سرور پیدا ہو۔ قبض کے معنے یہ ہیں کہ یا تو دل ذکر الٰہی کرنا ہی نہ چاہے اور اگر کرے تو لذت فرحت حاصل نہ ہو۔ قبض اور بسط کی مثال صحت اور بیماری کی سی ہے۔ جسمانی طور پر انسان کبھی صحت مند ہوتا ہے۔ اور کبھی بیمار بلکہ عام طور پر کوئی نہ کوئی عارضہ انسان کو لاحق رہتا ہی ہے کوئی انسان ایسا نہیں جس کی صحت ہمیشہ بحال رہے۔ جسمانی طور پر بعض اوقات زبان کا ذائقہ ٹھیک نہ ہو تو لذیذ سے لذیذ غذا بھی بدمزہ معلوم ہوتی ہے۔ اور اگر طبیعت ٹھیک ہو تو غذا میں لذت محسوس کرتا ہے۔ اللہ اللہ کرنے والے بھی اسی طرح کبھی قبض کا شکار ہوتے ہیں اور کبھی بسط کی نعمت انہیں حاصل ہوتی ہے۔ جس طرح جسمانی بیماریوں کے علاج کے لئے اطبّا اور ڈاکٹر ہوتے ہیں اسی طرح روحانی علاج کے لئے بھی مختلف معالج ہوتے ہیں۔ مثلاً قادری۔ چشتی۔ نقشبندی۔ سہروردی وغیرہ مقصد ایک ہی ہوتا ہے۔ یعنی انسان واصل باللہ ہو جائے۔ سب سے دل ہٹ کر ایک اللہ تعالےٰ سے جُڑ جائے۔ جس طرح جسمانی بیماری بدپرہیزی سے بڑھتی ہے۔ اسی طرح روحانیت میں بھی بدپرہیزی اثر انداز ہوتی ہے۔ جیسے بچے اکثر پرہیز نہیں کرتے۔ بچوں کو زبان کا چسکا ہوتا ہے۔ جو ان کی خرابیٔ صحت کا موجب ہوتا ہے۔ روحانی بدپرہیزی حرام و حلال کی تمیز نہ کرنا ہے۔ جس طرح بچہ اکثر بدپرہیزی کرتا ہے۔ اور اکثر بیمار رہتا ہے۔ بڑا آدمی احتیاط کرتا ہے اور کم بیمار ہوتا ہے۔ اور ڈاکٹر تو بہت زیادہ احتیاط کرتے ہیں۔ اِسی لئے بہت کم بیمار ہوتے ہیں۔

حرام مال کھانے سے قبض ہو جاتا ہے۔ اور حلال مال کھائے تو بسط رہتا ہے۔ دنیا داروں کو حلال و حرام کی تمیز نہیں ہوتی وہ سب کچھ کھا جاتے ہیں۔ چھوٹا افسر بڑے افسر کی پارٹی کرتا ہے۔ تو کیا بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کر کرتا ہے؟ لیکن وہاں سب کھا جاتے ہیں۔

ذاکر کی طبیعت بہت نازک ہوتی ہے۔ ایک مشتبہ چاول کا دانہ حلق سے اُترتے ہی ذکر کی لذت سلب ہو جاتی ہے۔ اندر کی بینائی کا اثر ہوتا ہے۔ آپ کہتے ہیں بینا سارے اندھا کوئی کوئی۔ میں کہتا ہوں اندھے سارے بینا کوئی کوئی۔ حرام مال سے روحانی قبض پیدا ہوتا ہے۔ یہ دنیا دار نپٹ اندھے ہیں جو بلا تمیز سب کچھ کھا جاتے ہیں۔ ایک حدیث شریف کا مضمون ہے۔

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَکُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ کَانَتِ النَّارُ اَوْلٰی بِہٖ۔ ترجمہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ وہ گوشت جس نے حرام سے پرورش پائی ہے جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اور جس گوشت نے حرام (مال)

سے نشو و نما حاصل کی ہے وہ دوزخ ہی کے لائق ہے۔ (احمد - دارمی - بیہقی)

آپ کو پتہ ہے کہ جسمانی علاج کے لئے فیملی ڈاکٹر ہوتے ہیں۔ جو تمام کنبہ کی صحت کی دیکھ بھال رکھتے ہیں وہ ہمیشہ کھانے وغیرہ کے متعلق ہی ہدایات دیتے رہتے ہیں۔ بعینہٖ یا خود بینا ہو یا کسی بینا کے ہاتھ میں لاٹھی ہو اور ایسے شخص سے تعلق ہو جس سے پوچھ سکے۔ تب جاکر روحانی امراض سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔

میرے مربی (خدا اُن پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے) آمین۔ حضرت دین پوری اپنے طالبین کو چاولوں کا پھیکا بھات جس میں نہ نمک نہ مرچ نہ گھی۔ تاکہ کوئی مشتبہ چیز پیٹ میں نہ جائے۔ ہادی ہی کی برکت سے روحانی بیماریوں کا احساس اور علاج ہو سکتا ہے۔ ہادی ہی کی صحبت میں پتہ چلتا ہے۔ کہ حسد۔ کبر وغیرہ روحانی امراض کیا ہوتے ہیں۔ ہادی کے ساتھ عقیدت ادب اور اطاعت میں فرق نہ آنے پائے تو اللہ تعالےٰ بصیرتِ قلبی عطا فرما دیتے ہیں۔ میں بسا اوقات روحانی امراض حسد کبر۔ ریا وغیرہ کی مجالس ذکر میں نشاندہی کر چکا ہوں۔ اس مجلس میں آنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں ان تمام روحانی بیماریوں سے شفا عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

شیطان کے وساوس سے بچنے کا اہتمام کیجیے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ: (خاص کر) ان خواتین کے گھروں میں نہ جایا کرو جن کے شوہر کہیں باہر (سفر وغیرہ) میں گئے ہوئے ہوں، کیوں کہ شیطان (یعنی اس کے اثرات و وساوس) سب میں اس طرح (غیر مرئی طور پر) جاری ساری رہتے ہیں جس طرح رگوں میں خون رواں دواں رہتا ہے۔ ہم نے عرض کیا: اور کیا آپ میں بھی؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اور مجھ میں بھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے میری (اس معاملہ میں) خاص مدد فرمائی ہے اس لئے میں محفوظ رہتا ہوں۔

جامع ترمذی

رشتہ کے وقت لڑکی کو ایک نظر دیکھ لینا جائز ہے

حضرت محمد بن مسلمہ رضِی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کے دل میں کسی عورت کے لئے نکاح کا پیام دینے کا خیال ڈالے تو اس کے واسطے گناہ نہیں ہے کہ ایک نظر اس کو دیکھ لے۔ مسند احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلس ذکر

منعقدہ جمعرات ـ مورخہ ۲۹ شوال مطابق ۳۰ مئی ۱۹۵۷ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ـ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

اَمَّا بَعْد ۔ گزشتہ جمعرات قبض اور بسط کا مضمون تھا ـ جس کا کچھ حصّہ باقی رہ گیا تھا ـ یعنی قبض کی وجوہات کیا ہیں ـ جو لوگ ذکر الٰہی سے بالکل غافل ہیں ان پر تو کچھ بھی اثر نہیں ہوتا ـ مگر وہ لوگ جو مدت سے نماز کے عادی ہوں ـ ان کو یہ چیز پیش آئے گی کہ مثلاً مغرب کی نماز میں تو سرور حاصل ہوا تھا ـ لیکن نماز عشا میں بالکل سرور ندارد تھا ـ تکبیر تحریمہ اللہ اکبر سے لے کر السلام علیکم و رحمۃ اللہ تک کچھ پتہ نہیں چلا ـ آخر سرور اور بشاشت کہاں گئے وجہ اس کی یہ ہوئی کہ مغرب اور عشاء کے درمیان کسی کے ہاں دعوت کھانے کے لئے گئے ـ کھانا کھا کر طبیعت میں نماز کی لذت اور کیف نہ رہا ـ

قبض کی وجہ اکثر حلال و حرام میں تمیز نہ کرنا ہی ہے ـ بازار کی سب چیزیں بظاہر حلال ہیں ـ لیکن اگر مال چوری کا ہے تو وہ حلال بھی باطنی طور پر حرام ہوگا ـ حرمت کی دو اقسام ہیں ـ ایک حرمت لذاتہ ہے ـ جیسے گدھے وغیرہ کا گوشت اور دوسری حرمت لغیرہٖ مثلاً بکری کا گوشت بظاہر حلال ہے ـ لیکن چوری کا ہونے کی وجہ سے حرام ہو جاتا ہے ـ ان چیزوں کا تب پتہ چلتا ہے کہ شیخ کامل ہو اور مدت مدید طالب کی روحانی تربیت کرے ـ میں طالب علموں سے کہا کرتا ہوں کہ طالب علم ۵۰ فیصدی استاد سے استفادہ اور ۵۰ فی صدی استاد کا ادب کرے ـ تب طالبعلم صحیح معنی میں مستفید ہو سکتا ہے ـ باطنی فیض اخذ کرنے کے لیے بلا مبالغہ سچ عرض کرتا ہوں کہ عقیدت ادب اور اطاعت میں ایک ذرہ برابر بھی فرق نہ آنے پائے ـ تو اللہ ہو کے پاک نام کی برکت سے باطنی بینائی حاصل ہوتی ہے ـ اور پتہ چلتا ہے ـ ہٰذا حلالٌ ـ ہٰذا حرامٌ ـ جن کو اللہ کے نام سے کوئی تعلق نہیں ـ ان کو حلال و حرام کی کوئی تمیز نہیں ہو سکتی ـ اور وہ بچوں کی طرح صفائی و پاکیزگی کا خیال کیے بغیر ہی ـ سب کچھ کھا پی جاتے ہیں اور انہیں کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا ـ

الغرض باطنی بینائی بھی اللہ کے نام کی برکت سے ہے ـ اس کے نام کی صفات اور برکات کا اندازہ کسی کو نہیں ہو سکتا بہر حال مشتبہ یا حرام مال کھانے سے قبض طاری ہوتی ہے ـ اس کے علاوہ ایک اور وجہ بھی ہے کہ بعض انسانوں کو دیکھنے سے طبیعت میں فرحت اور بشاشت پیدا ہوتی ہے اور بعض کو دیکھنے کا اثر بالکل برعکس ہوتا ہے ـ یعنی دل میں کدورت پیدا ہوتی ہے اور دل مرجھا جاتا ہے ـ ایک حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کے برگزیدہ بندے وہ ہیں ـ جنہیں دیکھنے سے خدا یاد آ جائے اور بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کو دیکھنے سے خدا بھول جاتا ہے ـ مثلاً ایک بے پردہ عورت جس نے ہار سنگار کیا ہو اس کو دیکھ کر ہی طبیعت میں تغیر آ جائیگا مومن مردوں سے کہا گیا ـ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ الآیہ ترجمہ :۔ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے ـ کہ اپنی نگاہیں نیچی کر لیں ـ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں ـ ان کے لئے یہ بات نہایت پاکیزہ ہے ـ اور بیشک وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے ـ اور مسلمانوں عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی کر لیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں ـ

(سورہ نور پارہ ۱۸ ـ آیت ۳۰ ۳۱)

غرضیکہ نگاہ ڈالنے سے ہی بات آگے بڑھتی ہے اور طبیعت کشش بھی تو کرتی ہے ـ یہ الگ بات ہے کہ خدا کے خوف نے روکا ـ آج کل اس قسم کی بے پردہ عورتیں بکثرت پائی جاتی ہیں ـ انارکلی لارنس گارڈن اور شہر کے ہر حصّہ میں یہ موجود ہیں ـ حاصل یہ ہے کہ فقط مشتبہ مال کے کھانے پر ہی قبض پیدا نہیں ہوتی ـ بلکہ بعض انسانوں کو دیکھ کر بھی خدا بھول جاتا ہے ـ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو [illegible] کے اسباب قبض سے بچائے ـ علاوہ اس کے بعض آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کی نحوست کا اثر پڑتا ہے ـ بعض ڈاکٹر یا اطباء مریض کی شکل دیکھتے ہی مرض کی تشخیص کر لیتے ہیں ـ میرے بچپن کا ایک واقعہ ہے کہ میں مولانا عبید اللہؒ کے ساتھ گاڑی میں سفر کر رہا تھا ـ حضرت مولانا نے وقت دیکھنے کے لئے گھڑی جیب سے نکالی ـ میں نے ان کی گھڑی پر مقناطیس رکھ دیا گھڑی خراب ہو گئی اور پھر کبھی صحیح نہ ہوئی ـ

آج کا اصل موضوع قرآنِ پاک کی اس آیت کے ماتحت ہے ـ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ـ ترجمہ خبردار اللہ کے ذکر سے دل کا اطمینان پیدا ہوتا ہے ـ اور ارشاد باری تعالےٰ ہے

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

(سورہ الانعام پارہ ۸ آیت ۱۱۵)

ترجمہ - تیرے رب کے کلام انتہائی سچائی اور انصاف سے پورے ہوئے اور اس کی بات کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے - اور وہی سننے والا جاننے والا ہے -

قیامت کے دن دوزخ میں اللہ تبارکؑ تعالے اپنا قدم مبارک رکھ دیں گے - تو وہ پکار اُٹھے گی - قَطْ قَطْ یعنی بس بس! اسی طرح انسان کا پیٹ بھی ایک چھوٹا سا دوزخ ہے - جو اور لاؤ اور لاؤ (ھَلْ مِنْ مَّزِیْد) کرتا رہتا ہے - اس میں بھی اللہ تعالے کا نام ہی اطمینان پیدا کرتا ہے - اس کے سوا اور کوئی بھی اس کو نہیں بھر سکتا - جس عقل سے ہم دنیا میں کام لیتے ہیں اُسی سے دین کے معاملات طے کریں تو طبیعت کا رُخ بدل سکتا ہے -

حضرت بہاؤ الحق زکریا ملتانی رحؒ کا واقعہ ہے - ایک خادم نے آکر اطلاع دی کہ حضرت جس کشتی میں لنگر کا مال تھا وہ بھنور میں آگئی ہے - تو حضرتؒ نے فرمایا الحمد للہ - کچھ دیر کے بعد دوسرے خادم نے آکر اطلاع دی ہے کہ حضرت کشتی بھنور سے صحیح سلامت نکل آئی ہے تو اس پر بھی حضرت نے الحمد للہ فرمایا - ایک بے تکلف خادم نے ہر دو مواقع پر الحمد للہ کہنے کی وجہ دریافت کی تو اُنہوں نے فرمایا جب نقصان کی اطلاع ملی تو میں نے دل کو دیکھا اس میں کوئی فرق نہ آیا تھا - اس لئے اللہ کا شکر ادا کیا - اور اسی طرح کشتی کے بچ نکلنے پر بھی طبیعت پر کوئی اثر نہ تھا - اس لئے میں نے شکر کیا کہ اللہ تعالے نے میرے دل کو اپنے نام کے ساتھ اطمینان فرمایا ہُوا ہے - انہی کے صاحبزادہ صاحبؒ کا واقعہ ہے کہ جب حضرتؒ انتقال فرما گئے اور اُنھوں نے دفن کرنے سے پیشتر ہی جو کچھ لنگر خانے میں تھا سب لُٹا دیا - دریافت کرنے پر فرمایا کہ ابھی حضرت صاحبؒ کا جنازہ موجود ہے - اور ان کا اثر مجھ پر ہے - بعد میں خدا جانے کہ یہ کیفیت رہے یا نہ رہے - اِدھر دنیا داروں کا یہ حال ہوتا ہے کہ ذرا کپڑے کا بھاؤ گر گیا تو خودکشی کر لی - دولت گئی تو ہارٹ فیل ہو گیا - یہ دُنیا کی محبت تھی - اللہ تعالے کے ذکر سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے - اگر اللہ سے دل لگ جائے تو یہ بہت بڑی نعمت ہے -

اللّٰھم اعطنا بفضلک و منک

کسی کے نکاح کے پیغام کے مقابلے میں پیغام دینا جائز نہیں ہے

حضرت ابو ہریرہ رضِی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ: کوئی شخص ایسا نہ کرے کہ اپنے دوسرے بھائی کے پیامِ نکاح کے مقابلہ میں اپنا پیام دے، یہاں تک کہ وہ نکاح کر لے یا چھوڑ دے اور بات ختم ہو جائے۔ صحیح بخاری

بچی کا نکاح کرنے سے پہلے اس کی رضامندی معلوم کرنا ضروری ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضِی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ: بے شوہر (طلاق یافتہ یا بیوہ) عورت کا اپنے نفس کے بارے میں اپنے ولی سے زیادہ حق اور اختیار ہے اور کنواری کے باپ کو بھی چاہئے کہ اس کے نکاح کے بارے میں اس کی اجازت حاصل کرے اور اس کی خاموشی بھی اجازت ہے۔ صحیح مسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجالس ذکر

منعقدہ جمعرات مورخہ ۶ ذیقعدہ ۱۳۷۶ھ / ۶ جون ۱۹۵۷ء

الحمد للہ وکفٰی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی ۔ امّا بعد عرض یہ ہے کہ میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ یہ اجتماع اصل میں اُن اللہ کے بندوں کا ہے جو خدا یاد کرنا چاہتے ہیں اور امراض روحانی سے شفایاب ہو کر اور تعلق باللہ درست کرکے اس دنیا سے جانا چاہتے ہیں۔ جمعرات مبارک رات ہے اور اس رات میں احباب کو اکٹھا کرنیکا صرف یہی ایک مقصد ہے کہ ہم میں روحانی بیماریاں موجود ہیں ۔ اور ان کا احساس ہمیں بہت کم ہوتا ہے کوئی روحانی طبیب ہی اس کا احساس دلائے تو دلائے ، خود احساس تک نہیں ہوتا۔ اگر یہاں ان سے نجات حاصل نہ کی گئی تو یاد رکھئے وہ بیماریاں قبر میں بھی تڑپائیں گی۔ چاہے کوئی روزے رکھے نمازیں پڑھے ۔ یہ ایسا ہی ہے ۔ جیسے ایک سِل یا دِق کی مریض لڑکی بڑی نیک نمازی اور روزہ دار ۔ اگر اُس کی شادی ہو جائے تو کیا محض میکے سے سسرال چلی جانے سے وہ شفایاب ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں ۔ اگر یہاں دق کا علاج نہیں ہو سکا تو وہاں کرنا پڑے گا ۔ تو یہ مجلس درحقیقت امراض روحانی سے نجات حاصل کرنے والوں اور اللہ اللہ کرنے والوں کے لئے خاص ہے ۔ دوسرے مسلمان جو آجاتے ہیں ۔ میں انہیں منع نہیں کرتا ۔ چشم ما روشن دلِ ما شاد ۔ ہم بھی خدا یاد کرتے ہیں اور وہ بھی ۔ لیکن یاد رکھئے اس جہان سے اس جہان میں چلے جانے سے امراض ختم نہیں ہو جائیں گے جب تک ان کا باقاعدہ علاج نہیں کیا جائے گا ۔ بس ان مہلک روحانی بیماریوں

مثلاً حسد ، کبر ، عُجب وغیرہ اکثر پر تفصیل سے روشنی ڈال چکا ہوں ۔ آج کا سبق یہ ہے کہ دُنیا میں سب سے زیادہ لذیذ نام "اللہ ھو" ہے ۔ یہ محض عقیدت کی وجہ سے نہیں کہہ رہا ۔ اس لحاظ سے تو ہے ہی بلکہ تجربہ کے لحاظ سے کہہ رہا ہوں کہ اصلی اور حقیقی لذّت فقط اس پاک نام میں ہے جس دل میں "اللہ ھُو" کی حقیقی لذّت سما جائے اور اس پاک اور مبارک نام سے فرحت و سرور حاصل ہونے لگے ۔ تو پھر اس لذّت کے آگے دُنیا کی ساری لذتیں اور نعمتیں ہیچ ہیں ۔ یہ لذّت اور کہیں نہیں ۔ دُنیا کی کوئی لذت اس لذّت کا مقابلہ نہیں کر سکتی ۔ دیکھئے ہر ملک کے اپنے الگ الگ پھل اور میوے ہیں ۔ آم ہمارے ہاں ہے کابل میں نہیں ہوتا ۔ بمبئی میں جو کیلا ہوتا ہے ۔ وہ پنجاب میں نہیں ہوتا ۔ پھر جس طرح ہر پھل کی لذّت اور تاثیر جدا ہے ۔ ایسے ہی "اللہ ھُو" کی لذّت و تاثیر سب سے الگ اور سب سے ممتاز ہے ۔ مثلاً اس پاک نام کی ایک تاثیر اطمینان قلب ہے ۔ چنانچہ ارشاد باری ہے ۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ خبردار اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے ۔ دنیا کی کسی چیز کی یہ قطعی تاثیر نہیں ۔ اطمینان قلب فقط ذکر الٰہی سے حاصل ہو سکتا ہے اور بس ۔ میں نے سُنا ہے ۔ لندن کے کئی کروڑ پتی محض اطمینان قلب حاصل نہ ہونے کے باعث خودکشی کر لیتے ہیں ۔ کیونکہ دل کو بے چینی ہی بے چینی ہے ۔ کسی طرح سے اطمینان حاصل نہیں ہوتا ۔ مثلاً ایک بڑے سیٹھ کی مختلف بڑے شہروں کلکتہ ، بمبئی ، دہلی ، کراچی

میں دُکانیں ہیں ۔ اتنے ہی اس کے دل کے ٹکڑے ہوں گے ۔ اس کو ہر وقت یہی ڈر رہے گا ۔ کہ کہیں کسی دُکان کو آگ نہ لگ جائے ۔ کسی دُکان میں گھاٹا نہ پڑ جائے کہیں ملازم خُرد بُرد نہ کر لیں اور ایک بڑے زمیندار کو ہر وقت خطرہ ہے ۔ کہ زیر کاشت فصل پروان چڑھتی ہے ۔ کہ برباد ہوتی ہے ۔ کبھی بارش کی کمی کا رونا ہے کبھی زیادتی کا ڈر ۔ اس کے مقابلہ میں ایک پنواڑی ہے جو صبح کو ایک روپیہ کے پان لگاتا ہے ۔ شام کو ایک روپیہ نفع کما لیتا ہے ۔ روٹی بھی مل گئی ۔ پونجی بھی بچ گئی ۔ نہ بارش کا خوف ہے نہ آگ کا ڈر وہ اس تاجر و زمیندار سے کہیں زیادہ چین کی نیند سوتا ہے ۔ غرض کہاں تک مثالیں بیان کروں ۔ ہمارا ایمان ہے ۔ اللہ تعالےٰ کا فیصلہ ٹھیک ہے ۔ دل کا اطمینان اور چین فقط اللہ کے ذکر سے ہے ۔ جس نے اللہ کی یاد سے اپنے دل کو غافل رکھا پھر چین سے وہ بھی نہیں بیٹھ سکتا ۔ غافلوں کی صحبت سے بچو ۔ ورنہ جہاں وہ ڈوبیں گے ۔ تمہیں بھی لے ڈوبیں گے ۔

اِذَا کَانَ الْغُرَابُ دَلِیْلَ قَوْمٍ
سَیَھْدِیْھِمْ اِلٰی دَارِ الْکِلَابِ

جب کوے کو راہنما بناؤ گے تو وہ خود بھی مُردار خوار ہے تمہیں بھی مُردار پر لے جائے گا ۔ جہاں کُتّے مُردار کھا رہے ہوں گے جس کا دل "اللہ ھُو" کے پاک نام کی لذّت سے نا آشنا ہے ۔ اس کو [illegible] اور لیڈر نہ بناؤ ۔ اطمینان قلب [illegible] نہیں چاہتا ۔ مگر صحیح اطمینان فقط یاد خدا سے حاصل ہو سکتا ہے ۔ اگر یہ چیز اللہ کے فضل سے حاصل ہو جائے تو وہ شخص بامُراد اور کامیاب ہے ۔ اگر آدمی خود اندھا ہے تو اپنی لاٹھی کسی بینا کے ہاتھ میں دے دے وہ منزلِ مقصود تک پہنچا دے گا ۔ ورنہ اندھا اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتا رہیگا اور منزل مقصود تک کبھی نہیں پہنچے گا ۔ اللہ تعالےٰ سے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پاک نام کی لذّت اور اپنا شوق نصیب فرمائے ۔ اگر "اللہ ھُو" کے پاک نام کی لذّت و حلاوت نصیب ہو گئی تو پھر سکون و طمانیت اور استغنا وغیرہ سب کچھ حاصل ہو جائیگا

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد
در دل اگر بود ہوس مُلک سنجرم
تا آنکہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب
من ملک نیم روز بیک جو نمے خرم

یعنی سنجر قوم کے جھنڈے کی مانند میرا بخت سیاہ ہو جائے۔ اگر میرے دل میں سنجر کی بادشاہی لینے کی خواہش پیدا ہو۔ جب کہ مجھے آدھی رات کی بادشاہی کا لطف حاصل ہے۔ میں ایک جو دے کر بھی "نیم روز" کی بادشاہی نہیں لینا چاہتا یہ ہے اَللّٰہ ھُوْ کے پاک نام کی لذّت جسے وہ حاصل ہو جائے۔ پھر وہ اس لذّت پر سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔ اَھْلُ اللَّیْلِ فِیْ لَیْلِھِمْ اَلَذُّ مِنْ اَھْلِ اللَّھْوِ فِیْ لَھْوِھِمْ۔ راتوں والے اپنی رات میں جو لذّت حاصل کرتے ہیں۔ یہ کھیل والے اپنے کھیل میں وہ لذّت حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ ہیں اَللّٰہ ھُوْ کے پاک نام کی برکتیں۔ اور جو تاثیر میں جو اولیاء کرام کی صحبت میں بیٹھنے سے حاصل ہوتی ہیں میں کہا کرتا ہوں۔ اولیا کرام کے جوتوں کی خاک میں سے وہ موتی ملتے ہیں جو دُنیا کے بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔ مثلاً اگر پتہ چل جائے کہ اس کھانے میں حرام کی ملاوٹ ہے یا مال مشتبہ سے تیار کیا گیا ہے تو پھر خواہ وہ زردہ ہو پلاؤ ہو بریانی ہو قورمہ ہو۔ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ کامل اسے ہاتھ نہیں لگائے گا۔ وہ جانتا ہے۔ حرام کا لقمہ اندر گیا نہیں اور اَللّٰہ ھُوْ کی لذّت کا نور بجھا نہیں۔ جیسے جمال گوٹہ اگر کسی چیز میں پڑ جائے اور کھانے والے کو اس کلبنتہ [illegible] ئے تو کیسے کھائے گا۔ وہ جانتا ہے کہ ایک لقمہ ہی کھانے سے ایسے دست شروع ہو جائیں گے کہ خدا کی پناہ۔ جس طرح زہر اپنی تاثیر رکھتا ہے۔ اسی طرح حرام و مشتبہ مال بھی اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتا۔ لیکن حرام و مشتبہ مال کی پہچان کیسے ہو۔ یہ موتی بھی اللہ والوں کے جوتوں کی خاک میں سے ملتے ہیں اور حرام و مشتبہ مال سے بچنے کا جذبہ بھی اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ حرام و مشتبہ چیز سے اَللّٰہ ھُوْ کی لذتیں اور برکتیں سب غائب ہو جائیں گی۔ ع

ہم خدا خواہی و ہم دُنیائے دوں

ایں خیال است و محال است و جنوں

— دین و دُنیا سکیاں بھناں اکس نال نکاح ناجائز — حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ بہت بڑے کاملین میں سے تھے خدا یاد بہت کرتے تھے۔ انہوں نے کھانا چھوڑ دیا۔ دُنیا سے ایک طرح قطع تعلق کر لیا

خدا کے نام کے نور سے پیٹ بھرا رہتا ہے۔ تو آپ کے مُرشد حضرت حاجی امداد مہاجر مکیؒ نے جبراً کھانا کھلایا۔ کیونکہ یہ حالت تو فرشتوں کی ہے۔ بانیٔ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ بھی حضرت حاجی صاحبؒ کے خلیفہ تھے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اللہ تعالےٰ نے بے شمار نعمتیں عطا فرمائی تھیں۔ سوائے نبوّت کے باقی سب محاسن اُمت میں منتقل ہوتے آ رہے ہیں۔ چنانچہ اہلِ علم جانتے ہیں کہ حضورؐ صوم وصال رکھتے تھے۔ یعنی بغیر کھائے پئے مسلسل روزہ رکھتے تھے۔ صحابہ کرام ہر بات میں حضورؐ کی اتباع کرتے تھے۔ انہوں نے بھی صوم وصال کی اجازت چاہی۔ حضورؐ نے منع فرما دیا۔

عن ابی ھریرۃ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن الوصال فی الصوم فقال لہ رجل انک تواصل یا رسول اللّٰہ قال و ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی و یسقینی۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ منع فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ پر روزہ رکھنے سے۔ یعنی اس طرح کہ درمیان میں افطار نہ کرے۔ ایک شخص نے ممانعت کے حکم کو سن کر کہا۔ یا رسول اللہ آپ تو روزہ پر روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم میں مجھ جیسا کون ہے۔ میں رات کو گزارتا ہوں اس طرح کہ میرا رب مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے (مشکوٰۃ شریف کتاب الصّلام)۔

یہ لطافت بڑی عجیب چیز ہے۔ اس سے "طے الارض" (زمین لپیٹنا) جیسی چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ پھر ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا کچھ مشکل نہیں ہوتا "اللّٰہ ھُوْ" کے پاک نام کی سٹیم سے آدمی کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے، جیسے ہوائی جہاز لطافت کی وجہ سے اتنا تیز اُڑتا ہے کہ چند گھنٹوں میں کراچی سے جدّہ اور جدّہ سے کراچی پہنچ جاتا ہے۔ پہلے بحری جہاز دس بارہ دنوں میں کراچی سے جدّہ جاتا تھا۔ تو بڑی بات سمجھا جاتا تھا۔ اب وہ سفر ہوائی جہاز چند گھنٹوں میں طے کر لیتا ہے۔ آگے دیکھئے قدرت کیا دکھاتی ہے۔ تو میں "اَللّٰہ ھُوْ" کے پاک نام کی برکتیں ذکر کر رہا تھا۔ ان میں بھی ایک برکت حلال و حرام کی تمیز ہے۔ جسے یہ حاصل ہو جائے۔ اس کے سامنے دس کھانے

لا کر رکھ دیجئے وہ بتلا دے گا۔ ہٰذا حلالٌ ہٰذا حرامٌ یہ حلت و حرمت کی تمیز فقط اَللّٰہ ھُوْ کے پاک نام کی تاثیر ہے۔ مثلاً بادامی باغ ریلوے سٹیشن سے نمک ہیل گاڑیوں میں لاد کر دُکانوں گوداموں میں جاتا ہے راستے میں شریر بچے ایک دو ڈھیلے نمک کے اُٹھا لیتے ہیں اور اسے بازار میں سستے داموں بیچ آتے ہیں۔ اب جس کھانے میں وہ نمک پڑے گا اور جس کو "اللّٰہ ھُوْ" کے پاک نام کی یہ تاثیر حلال و حرام کی تمیز حاصل ہوگی۔ وہ فوراً تشخیص کر دے گا کہ فلاں مشتبہ چیز کی ملاوٹ ہے۔ اسے اصطلاح فقہ میں حرمت لغیرہٖ کہتے ہیں۔ طبیعت میں یہ رکاوٹ اور روحانیت میں اس قدر جلا صرف "اللّٰہ ھُوْ" کے پاک نام کی برکت سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کے برعکس جسے یہ نعمت حاصل نہیں وہ حلال و حرام سب کچھ کھائے گا۔ تو "اَللّٰہ ھُوْ" کے پاک نام کی لذت سے اس کی توفیق سلب نہیں ہو جائیگی؟ پھر عبادت کو جی نہیں چاہے گا اور نہ اس میں لذّت آئے گی اور بجائے نیک خیالات کے دل میں بُرے خیالات پیدا ہوں گے۔ پھر اس حرام و مشتبہ مال سے جو گوشت پوست اور ہڈیاں تیار ہوں گی۔ وہ جنت کے زیادہ مستحق ہیں یا جہنم کے۔ اس میں معلوم اور غیر معلوم کی بحث نہیں۔ زہر ہر صورت میں اپنی تاثیر دکھلائے گا۔ جس طرح میں نے ذکر کیا کہ ایک مریضہ کی سل دِق سسرال جانے سے چلی نہیں جائے گی۔ ایسے ہی امراض روحانی قبر میں بھی ساتھ جائیں گے اور وہاں بھی تڑپائیں گے۔ اور جہنم تک پہنچائیں گے۔ چاہے کوئی نمازی ہو، حاجی ہو ...... روزہ دار ہو۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ بعض نمازی اپنے ساتھ نماز پڑھنے والے کو، بعض روزہ دار اپنے ساتھی کو اور بعض حاجی اپنے ساتھ حج کرنے والے کی سفارش کر کے انہیں جہنم سے نکلوائیں گے۔ آج کی معروضات کا عنوان تھا "اللّٰہ ھُوْ" کے پاک نام کی لذت۔ چنانچہ جسے یہ چیز حاصل ہو جائے گی۔ پھر وہ حرام کا لقمہ نہیں کھائیگا کہ جس سے یہ لذّت سلب ہو جائے۔ بلکہ اس لذّت کو سلب کرنے والی اشیاء اور ان کی فانی لذّتوں کو اس لذّت پر قربان کر دے گا۔ جیسے ایک ڈاکٹر کو پتہ ہے کہ

نکاح علی الاعلان اور سب کے سامنے کرنا چاہیے

حضرت عائشہ صدیقہ رضِی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: نکاح علی الاعلان کیا کرو اور مسجدوں میں کیا کرو اور دف بجوایا کرو۔

فائدہ: مقصد یہ ہے کہ نکاح چوری چھپے نہ ہو، اس میں بڑے مفاسد کا خطرہ ہے لہٰذا علی الاعلان کیا جائے۔ اور اس کے لئے آسان اور بہتر یہ ہے کہ مسجد میں کیا جائے، مسجد کی برکت بھی حاصل ہوگی اور لوگوں کو جمع کرنے جوڑنے کی زحمت بھی نہ ہوگی۔ گواہوں کی شرط بھی پوری ہو جائے گی۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانے میں نکاح و شادی کی تقریب کے موقع پر دف بجانے کا رواج تھا اور اس تقریب کا تقاضا ہے کہ کچھ تفریح بھی ہو اس لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دَف بجانے کی اجازت دی۔ البتہ اس میں آلاتِ موسیقی کا استعمال ہرگز جائز نہیں۔ جامع ترمذی

فلاں چیز کے بعد فلاں چیز کھانا مضر صحت ہے تو پھر وہ ایسا ہرگز نہیں کریگا مثلاً خراب موسم میں خربوزہ کے بعد شربت پینے سے ہیضہ کا خطرہ ہے تو پھر کون پیئے گا۔ اس دنیا میں ڈاکٹر کم ہیں۔ بیمار زیادہ، بینا کم ہیں اندھے زیادہ اسی طرح انسان بڑا نفاست پسند اور بڑا نازک مزاج ہے۔ اگر پاک چیز کے ساتھ پلید چیز مل جائے تو اسے استعمال نہیں کرتا۔ مثلاً دودھ میں گندگی مل جائے یا کھانے میں کتا منہ ڈال دے تو ایک شریف آدمی اسے کھانا پسند نہیں کریگا جب انسان اتنا نازک مزاج ہے تو پھر اس کا بنانے والا رب کتنا نازک مزاج ہوگا۔ انسان غیر اللہ کو پکارے تو اس کی نازک طبیعت برداشت کرے گی؟ یہ پاک و ناپاک کی تمیز اٹھا دے۔ حرام و حلال سب کھائے تو وہ برداشت کر لے گا؟ جب ناپاک اور حرام کھانے کھا کھا کر انسان اپنے آپ کو اپنی زبان کو ناپاک کر لے گا تو وہ اس کو سُنے گا اور قبول کرے گا إِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا۔ اللہ تعالےٰ پاک ہے اور پاک چیز کو قبول کرتا ہے۔

تزکیہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا باطن امراض روحانی سے پاک ہو جائے۔ اس کی روحانی صحت ٹھیک ہو جائے۔ اس کو "اللہ ھُو" کے پاک نام کی لذت و فرحت نصیب ہو۔ ہمارے دادا پیر حضرت حافظ محمد صدیق صاحبؒ کے ہاں لنگر میں فقط پتلا بھات دیا جاتا تھا۔ جس کے کھانے سے دو گھنٹہ بعد پیشاب آ جاتا تھا۔ معدہ کی گرانی ختم ہو جاتی۔ ہر شخص تہجد کے لیے اُٹھ کھڑا ہوتا اور ذکر شغل میں مصروف ہو جاتا تو جس طرح نمازی۔ روزہ دار اور حاجی اپنے ساتھیوں کی سفارشیں کر کے جہنم سے نکلوائیں گے ایسے ہی ہر دور کے نیک لوگ اور ذاکر اپنے ساتھیوں کی سفارش کریں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلسِ ذکر

منعقدہ جمعرات مورخہ ۱۳- ذیقعد ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۳- جون ۱۹۵۷ء

الحمد للہ وکفٰی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد - مَیں اکثر عرض کر دیا کرتا ہوں کہ یہ اجتماع دراصل اس جماعت کا ہے جو اللہ اللہ کرنے والی ہے۔ خدا یاد کرنے کا یہ ذوق زندگی میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنا نام اور اپنا شوق نصیب فرمائے۔ مَیں کہا کرتا ہوں کہ جس طرح بعض جسمانی بیماریاں مہلک ہوتی ہیں اسی طرح بعض روحانی امراض مہلک ہوتے ہیں۔ مثلاً دق اور سل۔ دق ایک ایسا مرض ہے۔ جس کا شافی علاج آج تک ڈاکٹر دریافت نہیں کر سکے۔ میرا عقیدہ ہے کہ اس کا شافی علاج اللہ تعالےٰ کے ہاں موجود ہے لیکن اس کے باوجود جسمانی امراض ایسے ہیں کہ ان کا مریض اس دُنیا سے جاتا ہے تو ساتھ ہی مرض بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے برخلاف شرک۔ کفر۔ عجب۔ کبر۔ حسد زر پرستی۔ جاہ طلبی وغیرہ ایسے مہلک روحانی امراض ہیں۔ جو انسان کو جہنم تک پہنچائینگے جو قیامت تک قبر میں تڑپائیں گے اور قبر سے اُٹھ کر حشر میں ساتھ جائیں گے۔ حشر کا ایک روز ہمارے پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔ اور خدا جانے قبر میں کتنا زمانہ رہنا پڑتا ہے۔ عربی زبان کی بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ آدم ؑ کو اس دُنیا میں آئے ہوئے سات ہزار برس گذر چکے ہیں۔ اور جدید تحقیقات کے مطابق اس دُنیا کو آباد ہوئے دس ہزار برس ہونے کو آئے ہیں۔ اور حضرت ابراہیم ؑ کو چار ہزار برس گزرے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت ۱۳۷۶ سال سے قیامت کے انتظار میں ہے۔ خدا ہی جانتا ہے ابھی ہم کو قبر میں کتنے ہزار برس سونا ہے۔ لیکن یاد رکھئے اگر ان مہلک روحانی امراض سے شفایاب ہو کر اس دُنیا سے نہ گئے تو قبر جہنم کا گڑھا بنے گی۔ عذاب قبر ان ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔ اس کے لئے باطن کی آنکھیں درکار ہیں۔ یہ روحانی امراض کی سمجھ بھی اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہے جس کو چاہے نصیب فرمائے۔ ورنہ عموماً کسی روحانی معالج کے بتائے بغیر ان کا احساس بہت کم ہوتا ہے۔ مَیں آپ کی دُعاؤں کا محتاج ہوں اور آپ کے لئے دُعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں مزید سمجھ عطا فرمائے۔ اور کسی گناہ کی شامت میں اپنے دروازے سے نہ ہٹائے۔ میرے بھائیو۔ اوّل تو اصلاح کا احساس بہت کم ہوتا ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو اصلاح کا خیال پیدا ہو۔ پھر علاج کے لئے کامل کا ملنا مشکل۔ تلاش ہادی یہ اللہ کی دوسری رحمت ہے۔ اگر مصلح مل جائے تو پھر اس سے کسب فیض ہر شخص کا کام نہیں۔ اگر یہ میسّر آ جائے تو پایۂ تکمیل تک پہنچانا آسان نہیں۔ اور یہ سب کچھ محض خدا کے فضل سے حاصل ہوتا ہے ورنہ ؎

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

کیا منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔ بلکہ رئیس المنافقین عبداللہ ابن اُبی کے انتقال پر حضورؐ نے اپنا پیراہن مبارک کفن کے لئے عطا فرمایا، اور خود نمازِ جنازہ پڑھی۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ط اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ط سورہ توبہ رکوع ۱۰ پارہ ۱۰

ترجمہ۔ تو ان کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ۔ اگر ان کے لئے ستّر بار بخشش مانگے تو بھی اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔

تو میرے بھائیو! جب تک اُوپر بیان کردہ پانچ چیزیں یعنی (۱) اصلاح کا خیال (۲) ہادی کی تلاش (۳) ہادی کا مل جانا (۴) اخذ فیض (۵) پایۂ تکمیل تک پہنچ جانا، حاصل نہ ہوں۔ اس وقت تک پوری کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اگر ان امراضِ روحانی سے شفایاب ہو کر اس دُنیا سے نہ گئے تو پھر یہ امراض ماہی بے آب کی طرح قبر میں بھی تڑپائیں گے۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی، نہ حوض کوثر سے پانی پلائے جائیں گے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ عَنْ سهل بن سعد قَالَ قَالَ رسول الله صلى الله عليه وسلم اِنّی فرطکم علی الحوض مَنْ مَرَّ عَلَیَّ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَاءُ اَبَدًا لَيَرِدَنَّ عَلَیَّ اقوام اعرفهم يَعْرِفُونِی ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِی وَ بَيْنَهُمْ فَاَقُوْلُ اِنَّهُمْ مِنّی فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِی مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فاقول سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِی (مشکوٰۃ شریف باب الحوض والشفاعۃ)

ترجمہ۔ سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَیں حوض کوثر پر تمہارا میر سامان ہوں گا۔ جو شخص میرے پاس سے گزرے گا پانی پئے گا۔ اور جو پانی پئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہو گا۔ البتہ میرے پاس بہت سی قومیں آئیں گی مَیں اُن کو پہچانوں گا اور وہ مجھ کو پہچان لیں گی۔ پھر میرے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل کر دی جائیگی مَیں کہوں گا یہ لوگ میرے ہیں یا میرے طریقہ پر ہیں۔ اس کے جواب میں بتایا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئی باتیں پیدا کی تھیں (یہ سن کر) مَیں کہونگا ہٹا دو ان کو جنہوں نے میرے بعد دین کو بدل دیا تھا۔

تو میرے دوستو! اللہ تعالےٰ سب کو ہدایت عطا فرمائے۔ ہم کسی کے دشمن نہیں ہیں۔ لیکن آپ نے دیکھ لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے بتلائے ہوئے دین "ما انا علیہ و اصحابی" سے پھر جانے والے رُوحانی مریضوں کو حوض کوثر پر جانے نہ دیا جائیگا۔ لیکن اُن روحانی بیماریوں کا اس دُنیا میں احساس تک نہیں ہوتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔ کہ انسان کو تعلقات ناسوتی کا کلورو فارم سُنگھا دیا گیا ہے۔ کلورو فارم کا ترجمہ مَیں کر رہا ہوں۔ شاہ صاحب کا لفظ تخدیر ہے جیسے کلورو فارم کے سُنگھانے سے تکلیف کا اثر نہیں ہوتا۔ اور جب کلورو فارم کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ تو پھر درد شروع ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی جب انسان کو دُنیا کی تخدیر سے نجات مل جائیگی تو قبر میں اسے امراض روحانی کا احساس ہونے لگے گا۔ اس وقت دُنیا کی ایک ایک چیز کو یاد کر کے روئے گا۔ کہ ہائے بیوی ساتھ نہ آئی۔ ہائے جس کوٹھی میں رہتے تھے۔ وہ کوٹھی کہاں گئی۔ ہائے وہ دولت جس پر بڑا غرور تھا کہاں چھوٹ گئی، ہائے وہ بیٹے جنہیں پال پوس کے جوان کیا کہاں رہ گئے۔ اس وقت

معلوم ہوگا یہ سب غدّار نکلے۔ کسی ایک نے بھی ساتھ نہ دیا۔ جن کے لئے نمازیں قضا کرتے رہے۔ روزے نہ رکھ سکے۔ جن کے باعث خدا کو بھلائے رکھا۔ دُعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اسی دُنیا میں ہی اس تخدیر سے نجات دیدے، امراض روحانی کا احساس اور اس سے شفایاب ہونے کی توفیق دے۔ ورنہ یاد رکھئے یہ وقت گزرنے کے بعد وہاں کچھ نہ ہوسکیگا۔ سوائے دست حسرت ملنے کے۔ آپ لوگ اندازہ کیجئے ذرا اس بدنصیب کا جس کو دق کا مرض ہے۔ اور اسے پتہ بھی نہیں۔ اور جب ڈاکٹر احساس دلائے کہ باقاعدہ علاج کرو کہ تمہارا مرض خطرناک صورت اختیار کرگیا تو اس وقت علاج کی توفیق نہ رہی ہو۔ معمولی معمولی اعضا شکنی بڑھتے بڑھتے دق بن جاتی ہے۔ اور آخر موت کا سبب بنتی ہے۔

مجھے اپنے روحانی مربیوں سے بیحد محبت ہے۔ جن کے فیضِ صحبت سے اللہ تعالےٰ نے مجھے روحانی امراض کا شعور اور ان سے نجات حاصل کرنے کی سمجھ عطا فرمائی۔ میری عادت ہے۔ میں جب کبھی سفر پر جاتا ہوں تو واپسی کا پروگرام لاہور سے بنا کر چلتا ہوں۔ اور کبھی کسی کے کہنے پر اس میں تبدیلی نہیں کرتا۔ لیکن بعض اوقات حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ فرما دیتے۔ بیٹا آج میرے لئے اور ٹھہر جاؤ تو میں فوراً پروگرام بدل دیتا۔ اس سے میرے دل کو ایسی ٹھنڈک اور راحت ملتی کہ بیان نہیں کرسکتا۔ میرے دوسرے مربی حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو میری بیعت کے بعد ۴۰ برس تک حیات رہے۔ میں دونوں کے در کا بھکاری تھا۔ جو اس در سے ملتا وہ میں کاسہ گدائی میں ڈال لیتا۔ اور جو اس در سے ملتا وہ بھی کاسۂ گدائی میں ڈال لیتا۔

یہ تھی تمہید۔ جو خاص بات آج عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ والوں کی صفات میں سے ایک صفت " اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرنا" یہ اللہ والوں کو اللہ تعالےٰ انعام دیتا ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ ڈرنے والا ہمیشہ قانون کی خلاف ورزی سے بچتا ہے۔ اس لئے وہ ہمیشہ عزّت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور جو نہیں ڈرتا، وہ خلاف ورزی کرتا ہے اور ذلیل ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس صفت سے متصف فرمائے۔ میں کہا کرتا ہوں اللہ والوں کے جوتوں کی خاک میں سے وہ موتی ملتے ہیں۔ جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔ اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنے سے ایک انعام ملتا ہے۔ " اللہ تعالےٰ سے ڈرانا" جوں جوں اللہ والوں سے تعلق بڑھتا ہے اسی قدر دل میں زیادہ خوفِ خدا پیدا ہوتا ہے۔ فارسی میں کسی نے کہا ہے۔ ع

قربِ شاہاں آتش سوزاں بود

دہلی میں حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رح نقشبندی خاندان کے بہت بڑے بزرگ اور ولی کامل گزرے ہیں۔ مزاج بڑا نازک پایا تھا مجھے "جمعیۃ علماء ہند" کے جلسوں کے سلسلہ میں جب بھی دہلی جانے کا اتفاق ہوتا تھا۔ میں حضرت رح کے مزار پر فاتحہ کے لئے ضرور حاضر ہوتا تھا۔ آپ کے ایک خلیفہ شاہ غلام علی رح تھے۔ وہ پنکھا ہلاتے تھے، جب پنکھا ذرا زور سے ہلاتے تو حضرت فرماتے مجھے اُڑا دوگے کیا؟ وہ آہستہ ہلاتے تو فرماتے غلام علی تیرے ہاتھوں میں زور نہیں رہا۔

شاہ صاحب نے فرمایا حضرت تیز ہلاتا ہوں تو آپ ناراض ہوتے ہیں، آہستہ ہلاتا ہوں تو آپ ناراض ہوتے ہیں۔ اس پہ آپ نے فرمایا کہ پنکھا ہلانا چھوڑ دو۔ حضرت شاہ صاحب رونے لگ گئے۔ کہ میرے شیخ مجھ سے ناراض ہو گئے۔ تو پھر دوبارہ پنکھا ہلانے کی اجازت مل گئی۔

حضرت اتنے نازک مزاج تھے، اگر ایک تنکا ٹیڑھا پڑا ہوتا تو آپ کے سر میں درد ہو جاتا۔ میں کہا کرتا ہوں۔ کامل سے اخذ فیض کے لئے عقیدت ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے۔ علم ظاہری کے لئے ۵۰ فیصد استاد کا ادب اور ۵۰ فیصد طالب علم کی محنت ہو تو ترقی ہوتی ہے۔ لیکن فیضِ باطنی کے لئے ۱۰۰ فی صدی ادب کی ضرورت ہے۔ میں اپنے بیٹوں کو جب وہ دیو بند میں پڑھتے تھے لکھا کرتا تھا کہ اپنے اُستادوں کا بہت ادب کیا کرو ان کی ہر خدمت اپنے لئے فخر سمجھو، اُٹھتے وقت اُستادوں کے جوتے سیدھے کردیا کرو۔

میرے مربی و محسن حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رح ۲۵ سال ہندوستان سے باہر رہنے کے بعد جب واپس تشریف لائے تو میں اس وقت ایک کانفرنس میں شرکت کے لئے دہلی گیا ہُوا تھا۔ دہلی سے سیدھا کراچی پہنچا۔ جو اور احباب ان کے استقبال کے لئے کراچی گئے۔ ان میں میاں ظہیر الحق بھی تھے جو اس وقت حلقہ ذکر میں موجود ہیں۔ کراچی اُترنے کے بعد مولانا مظہر العلوم میں ٹھہرے۔ آپ اُوپر کی منزل پر کتب خانہ میں آرام فرماتے تھے۔ جب نیچے آنے کی ضرورت ہوتی تو اُن کا جوتا میں اُٹھایا کرتا تھا۔ وہاں میں نے میاں ظہیر الحق اور دوسرے احباب کو مخاطب کرکے کہا کہ تم لوگ میرا جوتا اُٹھاتے ہو۔ اور مولانا کا جوتا اُٹھانا میرا فرض ہے۔ آدمی کتنا بھی بڑا ہو جائے بڑوں کے لئے چھوٹا ہے۔ کبر فی موت الکبریٰ، جس طرح اللہ والوں کی صحبت سے اور بہت سی چیزیں حاصل ہوتی ہیں اسی طرح یہ نعمت یعنی "خوف خدا" بھی حاصل ہوتی ہے۔

قرآن میں اللہ والوں کی اس صفت کا ذکر اسی طرح کیا گیا ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۝ ترجمہ:- ایمان والے وہی ہیں جب اللہ کا نام آئے تو ان کے دِل ڈر جائیں۔ اور جب اس کی آیتیں ان پر پڑھی جائیں تو ان کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ (سورۂ انفال رکوع ۱)

دوسری جگہ فرمایا وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا ۝ ترجمہ:- اور وہ اس کی محبت پر مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم جو تمہیں کھلاتے ہیں تو خاص اللہ کے لئے۔ نہ ہمیں تم سے بدلہ لینا مقصود ہے اور نہ شکر گزاری۔ ہم تو اپنے رب سے ایک اداس اور ہولناک دن سے ڈرتے ہیں (سورۃ الدہر رکوع ۱)

اللہ والے اپنے ہر قول و فعل پر نظر رکھتے ہیں۔ وہ ہر وقت خدا سے ڈرتے ہیں۔ کہ خدا جانے اس فعل کی جزا ملنی ہے یا سزا۔ بالکل ایسے ہی جیسے بچہ سکول میں سوال نکالنے کے بعد ڈرتا رہتا ہے کہ صحیح جواب آگیا تو اُستاد سے شاباش ملے گی ورنہ مُنہ پر تھپڑ پڑے گا۔ اسی طرح طالبِ صادق شیخ کامل سے ہر وقت ڈرتا رہتا ہے۔ خدمت شیخ میں رہنے سے بیشمار فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن بے ادبی کے نقصانات کا خطرہ بھی ہر وقت لگا رہتا ہے۔ اسی لئے واصل زیادہ ڈرتا ہے۔ غافل کم ڈرتا ہے۔ قرآن میں آتا ہے جب تم تین ہوتے ہو تو چوتھا تم میں خدا ہوتا ہے اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنے سے یہ سبق پک جاتا ہے کہ انسان اگر سات کوٹھڑیوں کے اندر گناہ کرکے آئے تو دیکھنے والا دیکھتا ہے اور سزا دیتا ہے۔ یاد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلس ذکر

منعقدہ جمعرات - ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۰ر جون ۱۹۵۷ء

امراض روحانی سے شفا ہوئی ہے یا نہیں

اس کا اندازہ ہر شخص خود کر سکتا ہے

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ اما بعد عرض یہ ہے کہ میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں - یہ اجتماع ' در اصل ان احباب کا ہے - جن کو یہ شوق ہے کہ وہ امراض روحانی سے شفایاب ہو کر اس دنیا سے جائیں جسمانی بیماریوں کا علاج کافر و مشرک سبھی کرتے ہیں - لیکن روحانی بیماریوں کا علاج بھی لوگ کرتے ہیں - جن کو اللہ تعالےٰ نے قرآن حکیم کی سمجھ دی اور جن کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا نور ہے - اللہ تعالےٰ ہر مسلمان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا متبع بنائے - سب سے پہلے روحانی امراض کا احساس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ہوا - اور سب سے پہلے ان امراض سے شفایابی بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت کا نتیجہ تھی - خوش نصیب [illegible] وہ انسان جن کو یہ نعمت نصیب ہوئی اور حضور سے تعلق خاطر کی بنا پر روحانی بیماریوں کا احساس اور ان سے شفایاب ہو کر اس دنیا سے جانے کا شوق پیدا ہوا - ورنہ یہ روحانی امراض جن کو قرآن و حدیث میں بیان کیا گیا ہے - شرک، کفر، حسد، کبر، عجب، بغض، حب جاہ و مال وغیرہ اور جن کو میں تفصیل سے بیان کر چکا ہوں - اس مجلس میں باقاعدہ شریک ہونے والے احباب ان امراض سے اچھی طرح واقف ہیں - اگر ان بیماریوں سے شفایاب ہو کر اس دنیا سے نہ گئے تو یاد رکھئے پھر یہ بیماریاں قبر میں بھی ساتھ جائیں گی - اور قیامت تک تڑپائینگی اور حشر میں بھی - جس کا ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہے - وہاں بھی ساتھ جائینگی پھر جہنم کی بھٹی میں پڑ کر، جب ان امراض روحانی سے شفا ہوگی - تب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے دوزخ سے نکال کر جنت میں لائے جائیں گے - لیکن میرے بھائیو، ان بیماریوں کے مریض کو ایک دفعہ جہنم میں جانا ضرور پڑے گا - اس کے برعکس جسمانی امراض مہلکہ جیسے سِل، دق وغیرہ کی میعاد زیادہ سے زیادہ اس زندگی تک ہے - ادھر موت آئی ادھر مرض سے نجات مل گئی - مگر کسے خبر ہے کہ قبر میں دو ہزار برس سونا ہے - یا دس ہزار برس - اللہ تعالےٰ سے دعا ہے - کہ وہ ہمیں روحانی امراض سے شفایاب ہو کر اس دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے - خدا گواہ ہے - میں اپنے آپ کو آپ سے زیادہ نیک و پارسا نہیں سمجھتا - میں آپ سب سیاہ کار ہوں - یہ میرا فرض منصبی ہے - کہ روحانی امراض کی ہلاکت خیزی سے آپ کو مطلع کر دوں تاکہ ہم غافلوں کی طرح نہ جئیں، بلکہ مقصد زندگی کو پہچان کر زندگی بسر کریں یہ تھی تمہید - آج کی گزارشات کا عنوان ہے کہ "امراض روحانی سے شفا ہوئی ہے یا نہیں اس کا اندازہ ہر شخص خود کر سکتا ہے" -

بے شک اصل کیفیت ماہر طبیب یا ڈاکٹر ہی بتا سکتا ہے - لیکن مریض کو خود بھی محسوس ہوتا ہے کہ پہلے نیند آتی تھی - بھوک نہیں لگتی تھی - اب نیند خوب آتی ہے - پہلے ایک چپاتی ہضم نہیں ہوتی تھی - اب دو دو چپاتیاں ہضم ہو جاتی ہیں - پہلے طبیعت گری گری رہتی تھی - اب ہشاش بشاش ہے اور پہلے بخار کتنا تھا - اب کتنا ہے - جس طرح ظاہری امراض میں - انسان خود اندازہ لگا لیتا ہے - بالکل ایسے ہی باطنی امراض کا حال سمجھئے، اصل تشخیص تو کامل کرتا ہے جیسے ڈاکٹر آلہ لگا کر اور طبیب نبض دیکھ کر حال معلوم کرتا ہے - اسی طرح کامل توجہ سے حقیقت حال معلوم کر لیتا ہے - اور مریض خود بھی محسوس کرتا ہے کہ امراض روحانی سے شفا ہوئی ہے یا نہیں -

اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مومن کے سینہ میں نور پیدا ہوتا ہے - صحابہؓ نے عرض کی اس کی پہچان کیا ہے - آپ نے اس نور کی تین علامتیں بیان فرمائی ہیں - پہلی علامت اَلتَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ - یعنی دھوکے کے گھر دنیا سے طبیعت ہٹ جائے - اس نور کی برکت سے انسان کی طبیعت دنیا سے اچاٹ ہو جاتی ہے - پہلے یاروں کی مجلس میں خوب لطف آتا تھا - ہر وقت ان کے ہاں آنا جانا رہتا تھا - مگر اب یادالٰہی میں مزا آتا ہے - انسانوں سے قطع تعلق کرنے کو جی چاہتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نجات کا نسخہ پوچھا گیا - آپ نے ارشاد فرمایا - اَمْسِکْ عَلَیْکَ لِسَانَکَ - زبان کو قابو میں رکھ - انسان کو کھیلوں اور تماشوں میں مزا آتا ہے میں لاہور میں دیکھتا ہوں - لوگ صبح منہ دھو کے فونٹن پن لگا کر دفتر چلے گئے - واپس آئے تو کھیل تماشوں میں لگ گئے - رات کو کھانا کھا کر بازاروں محلوں میں بیٹھ کر ڈسکس شروع کر دی - کہ آج فلاں اخبار نے یہ لکھا ہے - فلاں لیڈر نے یہ کہا ہے - یہ شیطان نے انسان کو گمراہ کر رکھا ہے - اللہ کے بندو اس بک بک سے کیا فائدہ - شیطان ایسا لعین ہے کہ کسی کو سینما بینی کا شوق لگا دیا - تو کسی کو مجلس آرائی اور بک بک کرنے کا - اللہ کے بندو جب قبر میں جاؤگے - تب پتہ چلے گا - یہ دوست، یار، کھیل، تماشے اور لغو مجلسیں سب یہیں رہ جائیں گی - وہاں ان سے کوئی فائدہ نہ ہوگا - اسی واسطے اللہ والے فرماتے ہیں کہ غافلوں کی مجلس میں بیٹھنے کی بجائے تنہا بیٹھنا بہتر اور تنہا بیٹھنے کی بجائے اللہ والوں کے ساتھ بیٹھنا بہتر - آپ میں کئی لوگ ایسے ہوں گے کہ جب تک خدا کے دروازہ پر نہیں آئے تھے - ایک رات کا سینما بھی قضا نہیں ہونے پایا تھا - مگر اب کبھی خیال تک نہیں آتا - بلکہ نماز، روزہ، ذکر، اشغال اور تلاوت قرآن میں وہ مزا آتا ہے - کہ کبھی قضا ہونے نہیں پاتا - اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت اور اپنے دروازے پر آنے کی توفیق نصیب فرمائے - آمین -

اسی نور کی دوسری علامت ہے وَالْاِنَابَۃُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ - اور ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع کرنا - یعنی اس دنیا سے طبیعت ہٹ کر آخرت کی طرف متوجہ ہونے لگے - جانور کسی

چوری چھپے نکاح کرنے والی عورتوں کی سزا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ : جو عورتیں اپنا نکاح شاہد گواہ کے بغیر (چوری چھپے) کرلیں وہ حرام کار ہیں۔ جامع ترمذی

عورت کا حق مہر ادا کرنا نہایت ضروری ہے

میمون کردیؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی عورت سے کم یا زیادہ مہر پر نکاح کیا اور اس کے دل میں اس حق مہر کی ادائیگی کا ارادہ ہی نہیں ہے تو قیامت میں اللہ کے حضور میں زناکار کی حیثیت سے پیش ہو گا۔ معجم اوسط

دوسری طرف جانا چاہتا ہے۔ مگر مالک اُس کو کسی دوسری طرف کھینچتا ہے۔ اس طرح نفس انسان کو دنیا کی طرف کھینچتا ہے۔ مگر اس نور کی برکت سے اس کا دل دنیا سے ہٹتا جاتا ہے۔ اور اس نور کی تیسری علامت یہ ہے۔ وَالاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِہٖ اور موت آنے سے پہلے موت کے لئے تیاری یعنی سفر آخرت کے لئے انسان ہر وقت پا بہ رکاب رہے۔ اس جہان کے لئے جہاں سدا رہنا ہے۔ جیسے حاجی حج پر جانے سے پہلے مکمل تیاری کرتا ہے۔ روپیہ جمع کرتا ہے۔ کپڑے بنواتا ہے۔ زادِ راہ مہیا ہو جانے کے بعد حج بکنگ آفس میں درخواست دیتا ہے۔ پھر ہر صبح و شام حج پر جانے کے لئے اجازتِ سفر کا منتظر رہتا ہے۔ ایسے ہی موت سے پہلے موت کے لئے مکمل تیاری رکھنا اس نور کے پیدا ہونے کی علامت ہے کیونکہ موت کے وقت کا کسی کو پتہ نہیں۔ گھر سے دفتر کے لئے نکلے۔ راستہ میں کوئی حادثہ پیش آ گیا۔ بجائے شام کو گھر آنے کے اُسی وقت جنازہ گھر آ گیا۔ بسا اوقات بیماردار سمجھتے ہیں۔ مریض رو بصحت ہو رہا ہے۔ یکایک حالت بگڑ جاتی ہے اور موت آ جاتی ہے۔ موت سے پہلے موت کی تیاری یہ چیز امراض روحانی سے پاک ہونے کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ ورنہ پہلے خدا کا خوف۔ عذاب قبر کا ڈر اور آخرت کی تیاری کا کوئی فکر نہیں تھا۔ اب ہر ایک چیز کا پورا خیال ہے۔ اگر اللہ اللہ کرنے کے بعد طبیعت میں یہ تین چیزیں پیدا نہ ہوں تو سمجھئے کہ روحانی علاج تو کیا۔ مگر کامل شفا حاصل نہیں ہوئی اور اگر یہ تینوں چیزیں پیدا ہو جائیں تو اسے اللہ کا فضل سمجھئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منعقدہ ۲۷ ذیقعد ۱۳۷۶ھ

مجلسِ ذکر

مطابق ۲۷ جون ۱۹۵۷ء

طالب مولا کی تربیت تین طریقوں سے ہوتی ہے

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد عرض یہ ہے کہ ہر مجلس ذکر میں کوئی نہ کوئی صاحب نئے ہوتے ہیں۔ اس مجلس میں بعض احباب نئے ہیں تو آئندہ دوسرے احباب آجائیںگے اس لئے ہر جمعرات کو مجھے اس مجلس کے انعقاد اور اس کے مقصد کو بیان کرنا پڑتا ہے تاکہ جو احباب نئے آئے ہیں انہیں بھی علم ہو جائے۔ آپ کو معلوم ہوگا۔ بعض ملکوں میں بعض خاص بیماریاں ہوتی ہیں۔ مثلاً کسی جگہ جونکیں بہت ہوتی ہیں۔ کشمیر میں پسّو۔ چینوٹ میں گلٹڑ اور کراچی میں کھٹمل ہوتے ہیں اور ہزار کوشش کے باوجود ان پر قابو نہیں پایا جا سکتا۔ اسی لئے کراچی کی عموماً آبادی پلنگوں اور چارپایوں کی بجائے فرش زمین پر سوتی ہے۔ جیسے ہر ملک کی خاص تکلیفیں اور بیماریاں ہیں جو دوسرے ملک میں نہیں ہوتیں۔ ایسے ہی اس جہان کی روحانی بیماریاں ہیں۔ جو عالمِ ملکوت، جہاں سے ہم آئے ہیں وہاں نہیں تھیں اور عالمِ ناسوت میں آتے ہی انسان کو لگ گئیں۔ ان روحانی بیماریوں کو گزشتہ مجلسوں میں کافی تفصیل سے بیان کر چکا ہوں۔ ان بیماریوں کی تشخیص اور ان کا علاج یہ ہے۔ اس مجلس کا اصل مقصد اللہ تعالےٰ ہمیں ان امراض سے شفایاب ہو کر اس دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آج کی معروضات کا عنوان ہے۔ **طالب مولا کی تربیت تین طریقوں سے ہوتی ہے**

چنانچہ جن لوگوں کا مقصد زندگی حصول رضائے مولا ہے۔ انہیں کامل سے تین طریقوں سے تربیت حاصل کرنی چاہیئے (۱) کامل کے اقوال سے (۲) کامل کے افعال سے (۳) اور کامل کی توجہ باطنی سے، منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے ان تین طریقوں سے وابستگی کی اشد ضرورت ہے۔ یہ ہماری حدیث کی کتابیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے اقوالِ و افعال ہی کے مجموعے تو ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم حضورؐ کے ارشادات کو یاد رکھتے تھے۔ آپ کے اعمال و افعال سے سبق حاصل کرتے تھے۔ اور حضورؐ کی دعائیں ان کے شامل حال تھیں۔ صحبتِ شیخ میں ان تین طریقوں پر عمل پیرا ہونے سے "وصول الی اللہ" حاصل ہو جاتا ہے۔ ہر فن کی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں۔ تصوف اور تزکیہ باطنی کے لئے بھی چند اصطلاحات مقرر ہیں۔ چنانچہ شیخ ان اصطلاحات کے ماتحت بولتا ہے اور طالب کان لگا کر سنتا ہے۔ ہر صاحب فن اپنے فن اور ہنر کے متعلق معلومات حاصل کرتا ہے۔ مثلاً ایک چنے کا تاجر لائلپور لاہور اور جڑانوالہ سے چنے ہی کے بھاؤ معلوم کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح تربیت روحانی کے طالب کامل کے افعال و اعمال اور اقوال معلوم کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو میرے حضرت کے خادم خاص اور خلیفہ مجاز تھے۔ انھوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ سنایا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت کے ساتھ ایک دعوت میں شریک ہوئے حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارک تھی کہ کسی بے نماز کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ چنانچہ اس دعوت میں سب نے کھانا کھایا۔ حضرت بیٹھے رہے اور کھانا نہ کھایا، صبح حضرت نے میزبان سے پوچھا رات روٹیاں کس نے پکائی تھیں۔ اس نے کہا حضور کی خادمہ نے، حضرت نے پوچھا اور ساتھ کون تھا۔ اس نے جواب دیا میری بہو ساتھ پیڑے بنا بنا کر دیتی جاتی تھی۔ حضرت نے پوچھا وہ نماز پڑھتی ہے۔ اس نے کہا نہیں حضرت وہ نماز نہیں پڑھتی حضرت نے ایک دوسری پابند صوم وصلوٰۃ خادمہ کو فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھ کر روٹی پکا کر لائے۔ ہم نے رات اسی وجہ سے کھانا نہیں کھایا۔ لوگ کہتے ہیں اس جہاں میں بینا سارے اندھا کوئی کوئی۔ میں کہتا ہوں اس جہان میں اندھے سارے بینا کوئی کوئی۔ جس کو بکری اور سؤر میں تمیز نہ ہو جو حلال و حرام میں فرق نہ کر سکے جو نمازی اور بے نماز سب کے ہاتھ کی پکی کھا جائے اسے نابینا کہا جائے گا۔ یا بینا۔ ہماری اس مسجد کے ایک امام حافظ عبدالرحمٰن صاحب تھے۔ اللہ تعالےٰ انہیں غریق رحمت فرمائے۔ پندرہ بیس سال تک یہاں نمازیں پڑھاتے رہے اور کسی سے کچھ نہیں لیتے تھے۔ ان کی آنکھیں دیکھنے میں بالکل صحیح و سلامت تھیں۔ مگر انہیں نظر کچھ نہیں آتا تھا۔ ایک عام آدمی کو حرام و مشتبہ چیز کھانے سے بظاہر کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن عالم ملکوت میں اس کے اثرات ظاہر ہو کے رہیں گے اور کامل کو ان چیزوں کی تمیز ہوتی ہے وہ حرام و مشتبہ چیز کے اثرات بد سے بچنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے ایک لقمہ حرام کھانے سے قلب کی کیفیت بدل جاتی ہے۔ اللہ ھُوَ کے پاک نام کی لذت اور اس کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ طبیعت پر انقباض طاری ہو جاتا ہے اولیاء اللہ کی صحبت میں مدید مدت تک رہنے سے یہ ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ میرے دادا پیر حضرت محمّد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں لنگر میں فقراء کو پتلا بھات دیا جاتا تھا اور دنیاداروں کے نذرانے الگ رکھے جاتے تھے۔ جو دنیا داروں کو کھلانے پلانے پر صرف ہوتے تھے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ طالب شیخ کے اقوال و اعمال اور شیخ کی نشست و برخواست سے عکس لیتا ہے۔ میرے پاس ایک کتاب ہے۔ جس میں سلسلہ قادریہ کے بزرگوں کے اقوال درج ہیں اقوال کے پڑھنے سے بھی شعور پیدا ہوتا ہے۔ مجھے اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنے کا طریقہ معلوم ہے۔ میں اپنے حضرت کے حضور میں ہمیشہ دو زانو بیٹھتا تھا اور کبھی اسی ہیئت کے خلاف نہیں بیٹھا۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے کہ حضرت جبرائیل امین آنحضرت

ابو سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مہر کتنا تھا؟ تو انہوں نے بتلایا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی بیویوں کے لئے جو مہر مقرر فرمایا تھا وہ ساڑھے بارہ اوقیہ تھا۔(ایک اوقیہ چالیس رہم کے برابر ہوتا تھا۔ اس حساب سے ساڑھے بارہ اوقیہ کے پانچ سو درہم ہوتے تھے (مروجہ وزن کے حساب سے تقریبًا ۱۵۳۰ گرام چاندی)۔ یہ حساب اور تشریح خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ اس زمانے میں پانچ سو درہم کی رقم اچھی خاصی ہووتی تھی اس سے کم و بیش چالیس پچاس بکریاں خریدی جاسکتی تھیں۔) صحیح مسلم

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے فَاَسْنَدَ رُکْبَتَیْہِ اِلٰی رُکْبَتَیْہِ وَوَضَعَ کَفَّیْہِ عَلٰی فَخِذَیْہِ۔ ترجمہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لیے۔

حضرت صدیق اکبرؓ پہلے دن حضور کو پہچان گئے۔ لیکن ابو لہب اور ابوجہل آخر وقت تک حضورؐ کا مرتبہ نہ جان سکے۔ میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیو بند کو اولیاء اللہ میں سے سمجھتا ہوں۔ میں کہا کرتا ہوں لاہوری اندھے ہیں جو حضرت مولانا حسین احمد مدنی کو نہیں جانتے۔ وہ یقینًا اولیائے کرام میں سے ہیں۔ جمعیۃ علمائے ہند کے جلسوں میں جب شرکت کے لئے جاتا تھا۔ ہمیشہ ان کے سامنے دوزانو بیٹھتا تھا۔ ماشاء اللہ وہ مجاہد بھی ہیں بعض اوقات تین تین چار چار گھنٹے جلسہ گاہ میں بیٹھے رہتے۔ میں اسی ہیئت پر ان کے سامنے بیٹھتا۔ بعض اوقات میری رانوں میں درد ہو جاتا اور کبھی کبھی کافی شدت اختیار کر جاتا۔ لیکن میں نفس کو کہتا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو تجھے حضرت کے سامنے اسی طرح بیٹھنا ہے۔ یہ باتیں میں آپ کی تربیت کے لیے کہہ رہا ہوں۔ آپ کی تربیت کرنا میرا فرض ہے۔ جب طالب ادب اور عقیدت کے ساتھ شیخ کے سامنے خاموش بیٹھتا ہے تو شیخ اس کے قلب پر توجہ کرتا ہے جس سے طالب کو کمال حاصل ہوتا ہے۔ دنیا کے اور علوم و فنون سے یہ فن بالکل الگ ہے۔ باقی علوم بولنے اور پڑھنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ مگر یہاں خموشی میں سب کچھ ملتا ہے۔

خاموشی معنیہا دارد کہ در گفتن نمی آید

اگر طالب صادق عقیدت ادب اور اطاعت کے ساتھ شیخ کے پاس کچھ عرصہ رہے تو شیخ دل سے نکال کر دل میں ڈال دیتا ہے اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ لیکن یہ سب کچھ تب ہے کہ جب واقعی کسی اللہ والے سے تعلق پیدا ہو جائے۔ ورنہ پنجاب کے روپیے پیر کا میں نے گذشتہ جمعہ میں آپ کو ایک واقعہ سنایا تھا کہ اس نے اپنے ایک مرید سے پانچ ہزار روپے کا مطالبہ کر دیا۔ مرید نے تین ہزار روپے لا کر دیدیئے [بقیہ ۲۲]

۲۲ لیکن پیر صاحب کا منہ سیدھا نہ ہوا جب تک اس نے پانچ ہزار روپے پورے نہ کر دیئے۔ ادھر میں حضرت امروٹیؒ کا ایک واقعہ آپ کو سنایا کرتا ہوں۔ کہ ایک شخص نے پانچ سو روپیہ لا کر حضرت کے سامنے رکھ دیئے اور کہا کہ لنگر کا بہت خرچ ہے۔ میں آپ کی مدد کیلئے لایا ہوں یہ سننا تھا کہ حضرت غصہ میں آ گئے۔ فرمایا اسے واپس لے جا۔ مجھے خدا کی مدد کی ضرورت ہے۔ مجھے تیری مدد کی ضرورت نہیں۔ تو میرے بھائیو یہ فرق ہے مگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلس ذکر

منعقدہ ۲ار ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ مطابق اار جولائی ۱۹۵۷ء

اللہ ہُو کے پاک نام کا خاصہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی ـــ اما بعد اللہ تعالےٰ سے دُعا کیجئے کہ اے اللہ جب تو ہمیں اپنے دروازے پر بُلاتا ہے تو ہم پر اپنی رحمت نازل فرما اور ہم سے وہ کام کرا جن سے تو راضی ہو۔ اور مرنے کے بعد ہماری قبروں کو بہشت کے باغوں میں سے باغ بنا۔ قیامت کے دن حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرما۔ آپ جانتے ہیں۔ جب کوئی کسی کی دعوت کرتا ہے یا کسی کو مہمان ٹھہراتا ہے تو وہ اس کی ہر طرح خدمت و تواضع کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ سے ہم یہ توقع رکھتے ہیں کہ جب وہ اپنے دروازے پر بُلاتا ہے تو کچھ دینے کے لئے ہی بُلاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یاَ ایھا الذین اٰمنوا اَستجیبوُ للہ و للرسول اذا دعاکم لما یحییکم واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہٖ و انہ الیہ تُحشرون (سورۃ الانفال رکوع ۳) **ترجمہ** اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ جس وقت تمہیں اس کام کی طرف بلائے۔ جس میں تمہاری زندگی ہے اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ اور بے شک تم اُسی کی طرف جمع کئے جاؤگے تو گویا انسان اپنے ارادہ پر اللہ تعالےٰ کی مرضی کے سوا عمل پیرا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اپنے دل پر آدمی کا قبضہ نہیں بلکہ دل خدا کے ہاتھ ہیں۔ جدھر چاہے پھیر دے اسی مضمون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں بیان فرمایا ہے۔ کہ انسانوں کے دل اللہ تعالےٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ انسان اور اس کے ارادہ کے درمیان اللہ تعالےٰ کے آڑے بننے کی کیا کیفیت ہے یا آدمی کے دل کا اللہ تعالےٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہونے کا مطلب کیا ہے۔ اسے اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اہل السنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ ایسی چیزوں پر ہم صرف ایمان لانے پر مجبور ہیں ان کی کیفیات سمجھنے کے مکلّف نہیں ہیں۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب انسان، انسان کو بلاتا ہے تو کچھ نہ کچھ ضرور کھلاتا پلاتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اپنے دروازے پر بُلا کر کسی کو خالی ہاتھ کیسے لوٹا دے گا۔ جب خدا اپنے دروازے پر آنے کی کسی کو توفیق دے تو یہ اس کا فضل سمجھنا چاہیئے۔ اور ہر وقت خدا سے ڈرنا چاہیئے۔ اور اس کی رحمت طلب کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ ہر کسی کو اخلاص نیت کے ساتھ اپنے دروازے پر آنے کی توفیق دے۔ میں انگریز کے زمانہ میں سی آئی ڈی والوں سے کہا کرتا تھا کہ نماز کی نیت سے مسجد میں آیا کرو اور یہ کہ اللہ کا بندہ اللہ کا جو پیغام سنائے گا۔ اسے سن آئیں گے۔ باقی رہا انگریز کو ڈائری دینے کا معاملہ تو کہہ دیا کرو کہ نماز روزہ کی باتیں بیان کی گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو صدق دل اور اخلاص نیت کے ساتھ اپنے دروازے پر آنے کی توفیق دے۔ عموماً غربا اور متوسط الحال مسلمان ادھر کا رخ کرتے ہیں۔ مغرور مالداروں کو یہ نعمت کہاں نصیب، بات سے بات نکلتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے زمرے میں دو ہی بادشاہ گزرے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام۔ باقی سب نے غربت میں گزر بسر کی ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر عسرت میں گزاری ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ ملک نبی بننا چاہتے ہو یا عبد نبی تو میں نے عبد نبی بننا پسند کیا۔ اللہ والوں کی سادہ اور ٹوٹی پھوٹی چٹائیوں پر خدا کی رحمت برستی ہے۔ اور دنیا کے متکبّر بادشاہوں کے محلات اور مغرور مالداروں کی سر بفلک عمارتوں اور قالینوں اور قیمتی فرنیچر سے لدی ہوئی کوٹھیوں پر خدا کی لعنت برستی ہے۔ یاد رکھئے کوئی چیز دو حال سے خالی نہیں۔ یا اس پر اللہ کی رحمت برس رہی ہوگی۔ یا اس کی لعنت ـ یا اللہ تعالےٰ راضی ہوگا یا ناراض، رحمۃ للعٰلمین باوجود معصوم ہونے کے ساری ساری رات عبادت میں گزار دیتے تھے۔ اس کے ہاں تو رحمت کے خزانے لُٹ رہے ہیں۔ وہاں کوئی لوٹنے والا چاہیئے۔ خدا معلوم مسجد کی ان ٹوٹی ہوئی چٹائیوں پر کتنی نمازیں پڑھی گئیں اور کتنے سجدے ہوئے ہیں ان پر اللہ کی رحمت کی بارش ہوتی رہی ہے۔ اگر کوئی خورد بین اللہ کی رحمت اور اس کی لعنت کے اثرات مشاہدہ کرا سکتی تو آپ دیکھتے کہ کس طرح ان ٹوٹے ہوئے تنکوں پر اور اللہ والوں کی روکھی سوکھی روٹی پر خدا کی رحمت برس رہی ہے اور ان میں اللہ کی رحمت کا کیسا نور ہے اور بے دین بادشاہ کے زردے پلاؤ، فرنی، پان، سوڈا واٹر، اور اس کے تاج اس کے تخت اور اس کے چھپر کھٹ پر ہر لمحہ خدا کی لعنت برس رہی ہے۔ اللعنت العبد من الرحمت لعنت کے معنی ہیں رحمت سے دور ہونا مبارک ہیں مسجد کی وہ خستہ اور کُہنہ چٹائیاں۔ جن پر اللہ تعالےٰ نے اپنے سبحان ربی الاعلٰی کہنے والے بندوں کے سجدے کرا کر رحمتوں کے انبار لگا دیئے ہیں اور بے دینوں کے قیمتی سے قیمتی قالینوں اور فرشوں پر خدا کی لعنت پڑ رہی ہے۔ کیونکہ ان پر کبھی کسی نے ایک سجدہ بھی نہیں... جو کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ "اللہ ہُو کے پاک نام کے بے شمار خواص میں سے ایک خاصہ یہ ہے کہ جس کثرت سے اس "اللہ ہو" کے پاک نام کو لیا جائے گا۔ اُسی قدر طبیعت میں انقطاع عن الخلق اور احتیاج الی اللہ پیدا ہوگا۔ جب انسان ما سوا اللہ سے کٹ جائے گا۔ تو اس کا یہی جی چاہے گا کہ تنہائی میں بیٹھ کر خدا یاد کرے۔ اور اس کے پاس کوئی دُوسرا شخص نہ آئے ذاکر کی طبیعت چھوئی مُوئی بوٹی کی طرح ہو جاتی ہے کہ کسی نے ہاتھ لگایا نہیں۔ اور وہ مرجھائی نہیں۔ پھر کوئی غافل بے دین

سامنے آئے گا تو طبیعت مکدّر ہو جائے گی ذاکر کو چین اور سُرور فقط ذکر الٰہی میں حاصل ہوتا ہے۔ وہ موٹا جھوٹا پہن کر روکھی سوکھی کھا کر ذکر الٰہی میں محو رہتا ہے۔ ذاکر حرام اور مشتبہ چیز کے کھانے سے بچتا ہے۔ کیونکہ اس سے ذکر کی لذت اور اس کی توفیق سلب ہو جاتی ہے یہ بالکل ایسے ہی جیسے جمال گھوٹے کی معمولی مقدار اندر چلے جانے سے طبیعت بیچین اور پریشان ہو جاتی ہے اور جب تک وہ پیٹ سے خارج نہ ہو جائے چین نہیں آتا۔ ذاکر کی مثال عاشق اور معشوق کی ہے۔ اس کا دل چاہتا ہے کہ محب اور محبوب میں کوئی حائل ہونے نہ پائے۔ یاد رکھئے شریعت یہ نہیں کہتی کہ سب سے بالکل قطع تعلق ہو جائے۔ کیونکہ آخر خود بھی رزق حلال کھانا ہے۔ بیوی بچوں کو بھی کھلانا ہے۔ اسلام میں رہبانیت نہیں لا رہبانیت فی الاسلام کہنے کا مطلب صرف اتنا ہے کہ کاروبار دنیا میں آدمی کھو نہ جائے۔ بلکہ دل بیار دست بکار والا معاملہ ہونا چاہیئے۔ کہ بامر مجبوری سب کام انجام دے۔ پھر جلدی سے جلدی چھٹکارا پاکر یاد الٰہی میں مشغول ہو جائے۔ تجارت پیشہ دُکان پر جائے۔ ملازمت پیشہ دفتر اور زمیندار پیشہ زمین پر جائے۔ لیکن یہ سب بامر مجبوری ہو۔ اصل لو ہر وقت خدا سے لگی ہوئی ہو۔ میں کہا کرتا ہوں کہ رات کو اس کمرہ میں یاد خدا کیجئے۔ جس میں بیوی بچے نہ سو رہے ہوں۔ وہاں آپ کو جو لطف آئے گا۔ وہ اس کمرہ میں ہرگز نہیں آئے گا۔ جس کمرہ میں بیوی بچے سو رہے ہوں۔ آپ کو خود لذّت میں فرق محسوس ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کی طرح بیٹھ جانا کوئی کمال نہیں۔ روما میں عیسائیت کا زور ہے۔ وہاں عیسائی مرد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مجرد رہتے ہیں اور عیسائی عورتیں حضرت مریم علیہا السلام کی طرح مجرد رہتی ہیں۔ پھر جیسی بدمعاشی وہاں ہوتی ہے اور کہیں نہیں ہوتی۔ بعض صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں یہ پروگرام بنایا کہ رات کو شب بیدار رہیں گے اور دن کو روزہ دار تو حضورؐ نے ایسا کرنے سے روک دیا اور فرمایا۔ ان لزوجک علیک حقاً ونفسک علیک حقاً وضیفک علیک حقاً یعنی تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے۔ تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے۔ تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے۔ اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ بھرنا شریعت نے ضروری قرار دیا ہے۔ پھر کوئی مہمان گھر آ جائے تو اسے کھانا کھلانا بھی ضروری ہے۔ بہرحال کسب معاش کے بغیر تو چارہ نہیں۔ لیکن یہ کاشتکار کے بیل کی طرح بامر مجبوری ہونا چاہیئے۔ کہ بیل ہل میں جُتا رہتا ہے۔ لیکن جب کاشتکار پنجالی گلے سے نکالتا ہے تو اسے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ کاروبار ضرور کیجئے۔ لیکن باقی اوقات یاد خدا میں صرف کیجئے۔ "اللہ ھوٗ" کے پاک نام کی خود یہ تاثیر ہے کہ جب آپ اسے کثرت سے لیں گے تو پھر آپ کو اس میں ایسی لذّت محسوس ہوگی کہ جب کوئی ملنے آ جائے گا تو آپ کی طبیعت کو تکدر اور انقباض ہوگا۔ پھر آپ زبان سے چاہے کچھ نہ کہیں۔ کیونکہ شریعت بد اخلاقی تو نہیں سکھاتی۔ لیکن دل میں آپ ضرور محسوس کریں گے کہ اگر یہ وقت بھی یوں ضائع نہ ہوتا۔ تو اچھا تھا۔ اس کے باوجود شریعت نے سارے کام کرنے اور خدا یاد کرنے کا حُکم دیا ہے۔ مثلاً دفتر بھی جایئے۔ دُکان اور کھیت پر بھی جایئے۔ لیکن اس سے فارغ ہو کر سینما یا گپ بازی کے لئے کسی اور مجلس میں نہ جایئے۔ بلکہ دفتر کا یونی فارم اُتار کر پھر یاد خدا کے لئے مسجد میں آ جایئے۔

لقاء الناس لیس یفیدُ شیئاً
سوی الھذیان من قیلٍ وقالٍ

ترجمہ:۔ لوگوں کی ملاقات اور کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ سوائے اس کے کہ یہ کہا گیا کہ فلاں نے کہا۔ "اللہ ھوٗ" کے پاک نام کی برکت سے انسان تضیع اوقات سے بچ جاتا ہے۔ پھر بے کار لوگوں کے پاس بیٹھنے کو انسان نا پسند کرتا ہے۔ اس میں مرد و عورت کی کوئی تمیز نہیں جس کو بھی یاد الٰہی میں لطف آنے لگے گا۔ وہ بے کار اور بے ہودہ کاموں میں وقت ضائع نہیں کرے گا۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنے پاک نام کی لذّت اور اس کے بکثرت لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلس ذکر

منعقدہ ۱۹ ذی الحجہ سنہ ۱۳۷۶ھ ۱۸ جولائی سنہ ۱۹۵۷ عیسوی

ذکر کی ضرورت

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد :- آج جو کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں اس کا حاصل یہ ہے کہ اس دور میں اللہ جل شانہٗ کے ذکر کی بہت زیادہ ضرورت ہے ۔ اور روحانی نظام کو جسمانی نظام کے مساوی چلانے کی بالکل اسی طرح ضرورت ہے ۔ جس طرح لنڈی کوتل سے کراچی تک ریل گاڑی کی دو پٹریاں باہم متوازی چلی گئی ہیں کہ نہ ایک دوسری سے کم اور زائد ہیں ۔ اور نہ کبھی آپس میں معارض و متصادم ہوتی ہیں ۔ میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں ۔ سرگودھا کے علاقہ میں فروکہ ایک جگہ ہے ۔ وہاں اپنی جماعت کے بہت سے آدمی ہیں ۔ میں وہاں جایا کرتا ہوں ۔ وہاں کے اصلی باشندے جنگلی لوگ تھے ۔ کہتے ہیں وہاں کبھی کوئی بیمار نہیں ہوتا تھا ۔ دودھ اناج اور سبزیوں پر گزر کرتے تھے ۔ بیماری کا نام نہیں جانتے تھے ۔ یہ سرگودھا، لائلپور، منٹگمری وغیرہ انگریزوں نے آباد کئے ہیں ۔ ورنہ پہلے یہ سب جنگلات تھے ۔ لاہور رہتے ہوئے مجھے چالیس برس ہو گئے ہیں ۔ مجھے یاد ہے لاہور میں پہلے صرف دو حکیم مشہور ہوتے تھے ۔ ایک مفتی سلیم اللہ صاحب مرحوم ۔ دوسرے مرحوم میاں عالم شاہ صاحب اور کوئی طبیب سُنا ہی نہ تھا ۔ اب ماشاء اللہ صرف ہمارے محلہ میں تین ڈاکٹر اور تین طبیب ہیں ۔ اس پر لاہور کے دوسرے محلوں کو قیاس کر لیجئے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کل غذائیں ناقص ہوتی ہیں ۔ اس لئے لوگ اکثر امراض میں مبتلا رہتے ہیں ۔ یہی حال اب ہمارے روحانی نظام کا ہے ۔ لوگوں کی اخلاقی حالت روز بروز ابتر ہوتی جا رہی ہے ۔ اس لئے روحانی بیماریاں بکثرت پھیل رہی ہیں ۔ اب جس طرح جسمانی صحت کی بحالی اور درستی کے لئے معالج اور ادویہ درکار ہیں ۔ اسی طرح روحانی صحت کی اصلاح اور بقا کے لیے چارہ جوئی کی ضرورت ہے اور وہ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں بکثرت ذکر الٰہی کرنے سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے ۔ لیکن ظاہر ہے کوئی چیز بغیر سیکھے نہیں آتی ۔ خدا یاد کرنے کے لئے کسی کامل کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے ۔ کامل کی صحبت میں مدت مدید تک رہنے اور اس کے بتائے ہوئے اذکار و اشغال کمانے سے یقیناً روحانی امراض سے نجات حاصل ہو سکتی ہے لیکن ہمارے بعض بھائی بیعت کو بدعت اور محدث خیال کرتے ہیں ۔ یہ چیز صحیح نہیں ۔ بیعت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت موجود ہے ۔ کہ نہ صرف آپ نے اسلام اور جہاد پر بیعت لی ۔ بلکہ نماز اور زکوٰۃ اور مسلمانوں کی بھلائی کرنے تک کی بیعت لی ۔ کتب احادیث میں اس کی تفصیل موجود ہے ۔

اصل بات یہ ہے کہ میں کہا کرتا ہوں ۔ ہمارے اُن بھائیوں کو بدعت کی تعریف معلوم نہیں ۔ اس ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو ردٌّ ۔ جو شخص ہمارے کام یا دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کرے اور وہ اس کا جزو نہ ہو تو وہ چیز مردود ہے ۔ حضورؐ کے اس ارشاد میں "فی امرنا ھذا" سے یہ چیز صاف ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی نئی چیز ایجاد کر کے اسے دین اسلام کا جزو قرار دے اور ساری امت پر اسے لازم سمجھے ۔ جو کوئی اسے اختیار نہ کرے ۔ اسے لعن طعن کرے اور اسے اسلام سے خارج سمجھے ۔ تو ایسا شخص اسلام کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا ۔ اب جو لوگ حنفی یا قادری نہیں ہیں ۔ ہم ان پر اعتراض نہیں کرتے کیونکہ یہ کوئی اسلام کا جزو نہیں ہیں آپ اتنے لوگ بیٹھے ہیں ۔ میں نے آپ میں سے کبھی کسی کو کہا ہے کہ آپ میرے ہاتھ پر بیعت کریں اور بیعت نہ کرنے والوں کو کبھی اسلام سے خارج کہا ہے ۔ اس لئے یہ چیز بدعت میں شامل نہیں ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے یاد الٰہی کا شوق پیدا ہوتا تھا ۔ اور آپ کی صحبت کی برکت سے انسان روحانی امراض سے پاک ہو جاتا تھا ۔ اب یہ چیز کسباً حاصل کرنا پڑتی ہے ۔ اس کے برعکس ہمارے بعض بھائی نمازوں کے بعد درود شریف کو بآواز بلند پڑھنا ۔ تیجا چالیسواں ۔ گیارہویں وغیرہ دینا ضروری خیال کرتے ہیں جو ایسا نہ کرے اسے بُرا بھلا کہتے ہیں ۔ یہ چیز بے شک من احدث فی امرنا میں داخل ہے تو جیسے میں نے عرض کیا کہ جسمانی بیماریوں کے پھیلنے کی اصل وجہ غذا کی خرابی ہے پہلے شرفا کے گھروں میں آدھی رات کو چکی چلا کرتی تھی اور دودھ بلویا جاتا تھا ۔ گھروں میں دن بھر کام کرنے کی وجہ سے اتنی ورزش ہو جاتی تھی کہ بیماری پاس نہیں پھٹکتی تھی ۔ اس لئے حکیم ڈاکٹر بھی کم تھے ۔ اب لوگ مشین کا چلا ہوا آٹا کھاتے ہیں جس میں طاقت کم ہوتی ہے ۔ دودھ گھی خالص ملتا نہیں اور عورتیں گھروں میں کوئی محنت مشقت کا کام نہیں کرتیں ۔ جس کی وجہ سے دودھ کم اُترتا ہے اور بچہ ابتدا ہی میں کمزور ہو جاتا ہے ۔ ادھر علاج اتنا مہنگا ہے اور ڈاکٹروں کی فیس اتنی زیادہ ہے ۔ کہ ہر کوئی علاج نہیں کرا سکتا ڈاکٹروں کو سوٹ بوٹ کار اور کوٹھی کا خرچ چاہیئے ۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ مولوی حبیب اللہ اور اس کی چھوٹی بہنیں بیمار ہو گئیں ۔ میں مفتی سلیم اللہ کے ہاں انہیں لے گیا ۔ کوئی ۹ بجے کا وقت تھا ۔ مفتی صاحب مریضوں سے فارغ ہو کر لیٹے ہوئے تھے ۔ ان کے ہاں کسی قسم کا کوئی تکلف نہیں تھا اس وقت لوگوں کی صحتیں اچھی تھیں ۔

شاذ و نادر ہی کوئی بیمار ہوتا تھا۔ اس لئے حکیم صاحب مریضوں سے 9 بجے ہی فارغ ہو چکے تھے۔ میرے معزز دوستو! جس طرح غذا کے خراب ہونے کی وجہ سے جسمانی بیماریاں بڑھ رہی ہیں۔ اسی طرح اخلاقی فضا کے خراب ہونے کی وجہ سے روحانی بیماریاں بڑھ رہی ہیں۔ پہلے لڑکیوں میں اتنی شرم اور حیا ہوتی تھی کہ جس گھر میں ان کی منگنی ہوتی تھی۔ وہاں سے عید کے موقعہ پر حجامن کھانا وغیرہ لاتی تھی۔ تو لڑکی کو پتہ چل جاتا تو لڑکی فوراً چھپ جاتی تھی تاکہ حجامن کہیں میرا حلیہ بیان نہ کر دے اور اب تہذیب جدید کی دلدادہ لڑکیوں کا یہ حال ہے کہ ہار سنگھار کرکے ہونٹوں پہ سرخی جما کر باغوں میں سیر کرتی پھرتی ہیں پہلے بھنگنوں چمارنوں کا یہ حال تھا۔ کہ سامنے سے کوئی مرد آ جاتا۔ تو گھونگھٹ چہرہ پر ڈال لیتی تھیں۔ مگر اب شرم و حیا کا نام نہیں رہا۔ بازاری عورتیں تو ہار سنگھار کرکے اپنے گھروں پر بیٹھتی ہیں اور شرفا کی بہو بیٹیاں عام طور پر بازاری عورتوں سے کہیں زیادہ بن سنور کر گلیوں اور بازاروں میں پھرتی ہیں۔ ان حالات میں کسی نوجوان کا ایمان کیسے بچ سکتا ہے اور یہ بھی کوئی مریم علیہما السلام کی صفت سے موصوف نہیں ہیں۔ جنسی کشش دو طرفہ ہوتی ہے۔ میرے ایک پرانے دوست ہیں جو اب بھی کبھی کبھی مسجد میں آتے ہیں۔ انہوں نے اپنا ایک واقعہ سنایا۔ فرمانے لگے۔ میں اللہ اللہ کیا کرتا تھا۔ خدا کے نام کی برکت سے میرے دل میں ایک چراغ روشن تھا۔ ایک دفعہ پانی کے تالاب کی طرف سے آ رہا تھا۔ جب شہری مسجد سے آگے گزرا تو سامنے سے ایک خوبصورت نوجوان لڑکی آ گئی۔ بس میری نظر کا اس پر پڑنا تھا کہ وہ چراغ بجھ گیا اور پھر روشن نہیں ہوا محبوب حقیقی اتنا نازک مزاج ہے۔ اس کی غیرت گوارا نہیں کرتی۔ جو نظر اس کی طرف ہو وہ غیر پر پڑ جائے۔ ہمارے ملک کی اخلاقی حالت بہت خراب ہے۔ اب اپنے ایمان کو بچانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ذکر الٰہی بکثرت کیا جائے

اسی لئے صوفیائے کرام اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اللہ تعالیٰ کے اذکار کی ایسی تلقین فرماتے ہیں کہ راستہ چلتے ہوئے بھی انسان ذکر الٰہی میں شاغل اور محو رہے اور کسی غیر کی طرف توجہ ہونے ہی نہ پائے۔ نہ کسی غیر پر نظر پڑے نہ کوئی خیال فاسد ہی آئے اور نہ ایمان میں خلل پڑنے پائے۔ اللھم جعلنا من اتباعھم۔ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقین کامل ہے کہ انسان کی روحانی حالت بگڑنے سے محفوظ رہے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں نہ اس قدر لوگوں میں اخلاقی پستی تھی اور نہ مسلمانوں کے اخلاق پر مسموم فضا کا کوئی اثر ہی پڑتا تھا۔ وما علینا الا البلاغ

آخری انتباہ

میں نہ صوفیائے کرام کے مجوزہ اذکار کو جزو اسلام قرار دیتا ہوں۔ اور نہ ان کے نہ کرنے والوں پر کوئی طعن و تشنیع کرتا ہوں۔ والحمد للہ رب العلمین

نکاح کی غرض سے لڑکی کو ایک نظر دیکھنا جائز ہے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک خاتون کے لئے نکاح کا پیام دیا (یا پیام دینے کا ارادہ کیا) تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھ سے فرمایا کہ تم نے اس کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا تو نہیں ہے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ایک نظر دیکھ لو، یہ اس مقصد کے لئے زیادہ مفید ہو گا کہ تم دونوں میں الفت و محبت اور خوشگواری رہے۔ مسند احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلس ذکر

منعقدہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۵۷ء

الحب للہ والحب مع اللہ

الحمد للہ وکفٰی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی

اللہ تبارک و تعالےٰ محض اپنے فضل سے ہمیں اپنے دروازے پر لاتا ہے۔ جو خلوص نیت کے ساتھ اس کے دروازے پر آتا ہے۔ پھر خالی ہاتھ اسے وہ بھی نہیں لوٹاتا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کا عطیہ ہر شخص کو محسوس نہ ہو۔ مزید دعا کیجئے اللہ تعالےٰ ہمیں اپنی رحمت سے حصّہ وافر عطا فرمائے۔ اس کی صورت یہی ہے کہ اس کی رحمت کو حاصل کرنے کے جو طریقے، اعتقادات، معاملات اور عبادات میں خود اس نے تجویز فرمائے ہیں۔ انہیں استعمال میں لایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے دروازے پر آنے سے طبیعت میں عجیب رنگ پیدا ہوتا ہے۔ آپ خود محسوس کرتے ہوں گے کہ پہلے آپ کن لوگوں کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے تھے اور کن مجالس میں آپ کا آنا جانا تھا اور جب سے خدا نے اپنے دروازے پر آنے کی توفیق دی ہے۔ تب کن لوگوں کے ساتھ آپ اُٹھتے بیٹھتے ہیں اور کس قسم کی مجلسوں میں آنے جانے کو جی چاہتا ہے۔ جب آپ خود غافل تھے تو غافل دنیا داروں کی محفلوں میں آنے جانے کو پسند کرتے تھے۔ مگر اب جبکہ آپ خود ذاکر ہیں۔ ذاکروں کی ہی صحبت و ہمنشینی کو باعثِ عزت و نجات خیال کرتے ہیں۔ میرا اپنا یہی حال ہے اور یہی جی چاہتا ہے۔ کہ جب تک زندہ ہوں۔ ذاکروں کے جتھے کے ساتھ رہوں اور اللہ تعالےٰ اسی حالت میں اس دنیا سے جانے کی توفیق دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے۔ کہ آدمی کو جس کے ساتھ محبت ہوگی۔ قیامت کے دن اُسی کے ساتھ اُٹھایا جائیگا۔ یہ تمہید تھی آج جو کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں وہ ہے "اَلحُبُّ لِلّٰہِ وَالحُبُّ مع اللّٰہ" محبّت کی دو قسمیں ہیں ایک "الحبّ للّٰہ" اس پر میں پہلے بھی بعض اوقات روشنی ڈال چکا ہوں۔ یعنی مومن کی اصلی و حقیقی محبت تو اللہ تعالےٰ کی ذات سے ہے لیکن اس کے علاوہ بھی جس کسی سے محبت یا نفرت کا تعلق ہوگا۔ وہ بھی اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہوگا۔ چنانچہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ جو محبت کرے اللہ کے واسطے اور بغض رکھے اللہ کے واسطے اور نہ دے تو اللہ کے واسطے، اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا۔ مثلاً ایک بھائی نماز روزے کا پابند نہیں ہے۔ سمجھانے والوں کی ایک نہیں سُنتا غنڈوں بد معاشوں کے ساتھ اس کا بیٹھنا اُٹھنا ہے۔ ایک شخص کی طبیعت اس کو پسند نہیں کرتی۔ لیکن السلام علیکم پھر بھی کہتا ہے۔ کیونکہ اس سے کوئی ذاتی رنجش تو ہے نہیں۔ وہ آج سُدھر جائے تو اس سے تعلقات بڑھانے کو تیار ہے یہ الحب للہ والبغض للہ کے تحت میں آئے گا۔

لیکن عام لوگوں کو آپ دیکھتے ہیں کہ ان کے کل معاملات دنیا داری کے نکتہ نظر سے ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص نے اپنے بیٹے کے لئے کسی کے ہاں سے رشتہ لینا ہے۔ دو سال پہلے ہی اس سے راہ و رسم بڑھا لیں گے۔ اب ان کے ہاں آنا جانا۔ کھلانا۔ پلانا، دُکھ سُکھ میں شریک ہونا محض اس رشتہ کے خیال سے ہوگا۔ اگر کسی وجہ سے انہوں نے لڑکی دینے سے انکار کر دیا تو بس تعلقات ختم اور لڑائی شروع۔ یہ الحب للہ میں داخل نہیں ہے۔ بلکہ رشتہ کے خیال سے تعلقات بڑھائے تھے اور اس میں ناکامی کی وجہ سے تعلقات ختم کر دیئے۔ لیکن آپ لوگوں میں کوئی خانقاہ ڈوگراں سے آیا ہے کوئی شیخوپورہ سے آیا ہے۔ کوئی لاہور کے کسی محلّہ سے آیا ہے تو کوئی کسی محلہ سے۔ یہ محض یاد خدا کے لئے آپ لوگوں کا دروازہ خدا پر آنا الحب للہ میں داخل ہے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے۔ کہ ۱۵۔۱۶ لاکھ کے لاہور میں سے صرف اتنے آدمی آئے ہیں۔ آپ اندازہ کیجئے لاہور میں کل کتنی مسجدیں ہیں۔ اور ان میں خدا یاد کرنے کے لئے کتنے آتے ہیں، بہر حال جو آئے ہیں۔ ان کے لئے استقامت کی اور جو نہیں آتے۔ ان کے لئے ہدایت کی دعا کرتے ہیں اللہ تعالےٰ سب کو اپنا شوق اور اپنا نام لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

الحب للہ کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ جس کسی سے تعلّقات قائم کریں۔ تو محض رضا الٰہی کے لئے کریں۔ مثلاً ماں باپ کی خدمت کرتے ہیں تو اللہ کے واسطے، بیوی کی دلجوئی کرتے ہیں تو اللہ کے واسطے اولاد کی تعلیم و تربیت کرتے ہیں۔ تو اللہ کے واسطے۔ نوکروں سے حسن اخلاق کے ساتھ پیش آتے ہیں تو اللہ کے واسطے۔

دوسری قسم ہے الحب مع اللہ

جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے۔ بندے کا اپنے خالق سے اصل تعلق تو اُنس و محبّت کا ہے اور محبّت کا معیار و مدار اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران ۴)

ترجمہ:- آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبّت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبّت کرنے لگے گا۔ اس آیت میں اپنے مالک حقیقی کی محبّت کا دعوےٰ کرنے والوں کے لئے جانچ اور پرکھ کا معیار اتباع رسول بتایا گیا ہے کہ جو جتنا زیادہ متبع رسوؐل ہوگا۔ اسی قدر اس کی محبّت میں سچّا اور پکّا سمجھا جائے گا۔ جس کا انعام یہ دیا جائیگا کہ اللہ تعالےٰ اس سے محبّت کرنے لگے گا۔ یعنی اسے ہر طرح کی ظاہری و باطنی عنائیتوں سے نوازا جائے گا۔ اور مغفرت سے سرافراز فرمایا جائے گا۔ تو گویا محبّت کے دو درجے ہوئے۔ ایک یہ کہ خدا کے سوا جس کسی سے محبت کی جائے۔ مثلاً ماں، باپ، بہن، بھائی۔ اعزّہ و اقربا اور استاد وغیرہ

سے وہ بھی اللہ کے لیئے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے واسطے ہونی چاہیئے جیسا کہ ابھی حدیث شریف سے ثابت ہوا یہ "الحب للہ" ہے۔ دوسرا یہ کہ بالراست اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہو۔ یہ "الحب مع اللہ" ہے۔ یعنی جیسے ایک تو کسی بزرگ سے تعلق خاطر کی بنا پر اس کے کسی آدمی سے مروت برتی جائے۔ اور دوسرے خود اس بزرگ کے ساتھ محبت و الفت اور عقیدت و ارادت کا تعلق ہو۔ ان دونوں میں کافی فرق ہے۔ جب محبت کا کنکشن براہ راست اللہ تعالیٰ سے جڑ جائے تو پھر مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ۔ جو خدا کا ہو جائے گا خدا اس کا ہو جائے گا۔ پھر عطائے تو بہ لقائے تو بخشیدم، کا جذبہ پیدا ہو گا۔ یعنی جو کچھ تیرا دیا دلایا ہے قوت دید۔ قوت گویائی۔ قوت شنوائی۔ چلنے پھرنے کی طاقت، اپنی جان اپنا مال سب تیرے راستے میں، تیرے حکم کے مطابق۔ تیری رضا حاصل کرنے کے لیئے خرچ کر دیگا۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ اور اطاعت اور اطاعت رسول میں منحصر ہے یعنی جو جتنا خدا کو محبوب رکھتا ہے۔ اتنا ہی حبیب خدا کے نقش قدم چلے گا۔ تو اتنا ہی محبوب بارگاہ الٰہی ہو گا۔ کیونکہ دنیا میں آج نہ تو کسی نبی کی تعلیمات محفوظ ہیں۔ نہ کسی نبی کی سیرت مبارکہ اسی طرح محفوظ ہے کہ اس کی جلوت کی زندگی اور خلوت کی زندگی۔ اس کی سیاسی زندگی اور اخلاقی زندگی کا ایک ایک واقعہ اور ایک ایک لمحہ ہمارے سامنے آئینہ کی طرح موجود ہو۔ اس لیئے پیغمبر کے سوا دوسرے کسی شخص کی پرائیویٹ زندگی میں دخل دینے اور اس کے پوشیدہ حالات معلوم کرنے کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ جو شخص اپنی ڈیوٹی پورے طور پر انجام دیتا ہے بس کافی ہے۔ اس کی داخلی زندگی سے ہمیں بحث نہیں لیکن پیغمبر کی جس طرح پبلک زندگی ہمارے لیئے باعث تقلید ہے۔ اسی طرح اس کی خلوت کی زندگی لائق عمل ہے۔ مثلاً تعلقات زوجین پرائیویٹ زندگی کا ایک

باب ہے۔ اس میں بھی اتباع کے بغیر چارہ نہیں۔ مثال کے طور پر عورت کے ایام ماہواری کو لیجئے۔ یہودی اسی زمانہ میں عورت سے من کل الوجوہ پرہیز کرتے تھے۔ اور کفار مکہ ہر طرح سے تمتع جائز سمجھتے تھے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درمیان کا راستہ اختیار فرمایا کہ نہ تو ہر قسم کے تعلقات منقطع کیئے۔ اور نہ ہی ہمبستری تک نوبت آنے پائی۔

دعا کیجیئے اللہ تعالیٰ ہمیں دونوں قسم کی محبتیں نوازش فرمائے۔ اور زیادہ سے زیادہ اپنی مرضیات کی توفیق دے

آمین

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ وہ عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں (اور اپنے شوہر کے ساتھ انہوں نے مکہ سے ملک حبشہ کو ہجرت کی تھی، وہیں حبشہ میں) ان کے شوہر عبید اللہ بن جحش کا انتقال ہو گیا تو حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے ان کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کر دیا اور حضور ﷺ کی طرف سے چار ہزار درہم مہر باندھ کے خود ہی ان کو ادا کر دیا اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کو حضور ﷺ کے پاس بھیج دیا۔ سنن ابی داؤد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلسِ ذکر

منعقدہ ۳ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق یکم اگست ۱۹۵۷ء

حصہ بقدر جثہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ اما بعد

عرض یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے جمعرات کو میں اصلاح حال کیلئے جو وہ توفیق عطا فرماتا ہے کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ آپ میرے لئے دعا کریں۔ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس کے مطابق اپنی اصلاح حال کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین۔ مسلمانوں کی اکثریت کی تو اصلاح قال بھی نہیں ہوتی۔ اصلاح قال نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو بات کرنے کا سلیقہ بھی نہیں آتا۔ نہ آپس میں بات کرنے کا سلیقہ آتا ہے۔ نہ چھوٹوں سے اور نہ بڑوں سے بات کرنے کا سلیقہ آتا ہے اور نہ اللہ تعالےٰ سے عرض معروض کرنے کا سلیقہ آتا ہے۔ یہ شکایت عام ہے بعض اوقات دیہاتی اپنے بچے کو ماں کی گالی دیتے ہیں۔ اگر باپ گالی دے گا۔ تو بیٹا بھی گالی سیکھے گا بعض لوگوں کا تکیہ کلام ہی گالی ہوتا ہے۔ وہ پہلے گالی دیتے ہیں اور پھر بات کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی اکثریت تو اس قسم کی ہے۔ تعلیم جدید یا تعلیم قدیم کے تعلیم یافتہ کی اصلاح قال تو ہو جاتی ہے۔ مگر اصلاح حال ان کی بھی نہیں ہوتی جب تک کسی کامل کی صحبت میں مدت مدید تک رہ کر اپنی تربیت نہ کرائیں۔ آج صبح گاڑی کا واقعہ ہے۔ میرے ڈبہ میں دو اور صاحب تھے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ان میں سے ایک صاحب بیرسٹر ہیں اور دوسرے صاحب کے متعلق معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا ہیں۔ وہ بھی اسی ٹائپ کے تھے۔ رات کو دیر تک باتیں کرتے رہے۔ صبح اٹھ کر بھی باتیں کرنے لگے۔ مگر نماز نہیں پڑھی۔ بیرسٹر صاحب جب تک جاگتے رہے ایک منٹ بھی چپ نہیں رہے

ایک ہندوستانی اور دوسرے بیرسٹر۔ نہایت شستہ زبان میں گفتگو کرتے تھے۔ دہلی کی بھنگنیں ایسی زبان بولتی ہیں کہ پنجاب کے لکھے پڑھے بھی ایسی اردو نہیں بول سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر انسان کے ساتھ چار فرشتے ہیں دو دن کے اور دو رات کے۔ فجر اور عصر کی نماز کے وقت ان کی ڈیوٹی بدلتی ہے۔ وہ جب واپس جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں۔ کیف ترکتم عبادی (میرے بندوں کو تم کس حالت میں چھوڑ کر آئے ہو) یہ کار خاص والے فرشتے ہیں۔ جو بارگاہ الٰہی میں روزانہ دو دفعہ ہر انسان کے متعلق رپورٹ پیش کرتے ہیں۔ وہ جب آئے تب بھی اگر کوئی شخص غافل ہو اور جب گئے تب بھی غافل چھوڑ کر گئے۔ تو اللہ تعالےٰ اس شخص سے کس طرح خوش ہو سکتے ہیں۔

یہ تو جدید تعلیم کے تعلیم یافتہ ہیں علما کا بھی یہی حال ہے۔ کسی نے کہا ہے۔ ملّا آں باشد کہ چپ نشود۔ اگر ضدی ملّا ہو تو مجال ہے کہ چپ رہے۔ وہ ہر بات کی ایسی تاویل کرے گا۔ کہ آپ کو ہرا دے گا۔ ان کی بھی اصلاح حال نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (سورہ البقرہ۔ رکوع ۱۸ پارہ ۲)

ترجمہ:۔ تم مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کروں گا۔ اگر اصلاح باطن ہو جائے۔ اور پھر ذکرِ الٰہی کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اندر کوئی چیز آئی ہے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ اکثریت ان کی ہے جن کی اصلاح قال نہیں ہوئی۔ جن کی اصلاح قال ہو چکی ہے۔ ان میں پھر اکثریت ان کی ہے۔ جن کی اصلاح حال نہیں ہوئی۔ رونا اس بات کا ہے کہ اکثریت کو اس کا احساس بھی نہیں۔ ایک شخص بیمار بھی ہوا اور اس کو اپنی بیماری کا احساس بھی نہ ہو۔ تو اس سے بڑھ کر بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے احساس اس وقت ہوگا۔ جب مرض غالب آ جائے گا۔ اور پھر بستر سے اٹھنے کے قابل نہ رہے گا۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں

خوش قسمت وہ ہیں جو جلدی حکیم حاذق کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ وہ احساس مرض کرا دیتا ہے۔ ادھر بھی یہی حال ہے اکثریت مہلک روحانی امراض میں مبتلا ہے۔ اور اس کا ان کو احساس بھی نہیں۔ مہلک روحانی امراض عجب۔ کبر۔ ریا اور حسد وغیرہ ہیں۔ ان کے متعلق میں پہلے مجالس ذکر میں کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں۔ انگریزی دانوں اور ہمارے علماء کرام کی اکثریت ان امراض روحانی میں مبتلا ہے۔ مدارس عربیہ میں طالبعلم ان امراض سے اس طرح عبور کر جاتے ہیں جس طرح رات کے وقت مسافر خیبر میل میں لاہور سے چل کر پشاور تک راوی، چناب، جہلم اور اٹک چاروں دریا عبور کر جاتا ہے۔ مگر اس کو نہ ان کے طول نہ عرض اور نہ پانی کے عمق کا پتہ چلتا ہے۔ اکثریت کو مہلک امراض روحانی کا احساس نہیں۔ اس لئے اصلاح حال نہیں ہوتی۔ یہ تو تمہید تھی۔ آج میں کچھ اور عرض کرنا چاہتا ہوں۔

ایک مشہور ضرب المثل ہے حصہ بقدر جثہ۔ مثلاً چھوٹی مشک میں بمشکل ایک صراحی برابر پانی آتا ہے۔ بڑی ہو تو اس میں سے تین چار صراحی پانی نکل آتا ہے غذا میں بھی یہی حال ہے۔ موٹا تازہ آدمی زیادہ کھاتا ہے اور پتلا دبلا کم۔ ادھر بھی یہی حال ہے۔ اصلاح حال کسی کی اپنی استعداد کے مطابق ہادی کی صحبت میں ہوتی ہے۔ جتنی کسی کے اندر استعداد ہوتی ہے۔ کامل کی صحبت میں اتنی ہی اس کی اصلاح حال ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سینکڑوں صحابہ کرام تھے۔ ہر ایک نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق حضورؐ سے اخذ فیض کیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے اندر جو استعداد تھی وہ کسی میں نہ تھی۔ وہ پہلے دن ایمان لے آئے تھے۔ حضرت عمرؓ چھ سال بعد ایمان لاتے ہیں۔ اس لئے ان کا نمبر صدیق اکبر کے بعد آتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمرؓ میں کچھ ترش کلامی ہو گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم

ہوا۔ تو آپؐ نے حضرت عمرؓ کو ڈانٹا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس نے اس وقت میری تصدیق کی۔ جب تم سب نے مجھے جھٹلایا تھا۔ تم اس کو بھی نہیں چھوڑتے۔ حضرت صدیقؓ کا دل پہلے ہی دن دھل گیا تھا۔ منافقین بھی حضورؐ کی صحبت میں رہتے تھے۔ مگر پلے کچھ نہیں پڑا۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی جب مرا تو حضورؐ نے اپنا پیراہن مبارک اس کے کفن کے لیئے عطا فرمایا۔ اور خود اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ میں مغفرت کی دُعا کی جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے آپ کی دعا کو سختی سے رد فرمایا۔ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ (سورۃ التوبہ رکوع ۱۰ پ ۱۰) ترجمہ: تو ان کے لیئے بخشش مانگ یا نہ مانگ اگر تو ان کیلیئے ستر دفعہ بھی بخشش مانگے گا تو بھی اللہ تعالےٰ ان کو ہرگز نہیں بخشیگا) اس کلام کا زور عربی دان ہی سمجھ سکتے ہیں۔ غیر عربی دان نہیں سمجھ سکتا۔ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی ہیں۔ اور آپ کے حضور میں رہتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ رحمۃ اللعالمین ہیں۔ اس لیئے آپ فرماتے ہیں کہ اگر ستر دفعہ سے زیادہ دعائے مغفرت کرنے سے اگر یہ بخشا جاتا تو میں زیادہ دفعہ بھی کرتا۔ اولیائے کرام کی صحبت میں بھی یہی ہوتا ہے۔ بعض ایسے عالم بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ کے پاس اب میں ذرا نیچے اُترتا ہوں۔

جب بیٹھتا ہوں تو دل چاہتا ہے کہ اُٹھ کر بھاگ جاؤں۔ بعض ایسے بھی ہیں کہ جن کا دل نہیں چاہتا۔ کہ ایک لمحہ کے لیئے بھی کامل کی صحبت سے دور ہوں۔ ان کا نظریہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک کے ذروں میں سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں بھی نہیں ملتے۔ یہ موتی مرنے کے بعد قبر میں بھی ساتھ جائیں گے اور قبر کو جنت کا باغ بنا دیں گے۔ یہ میدان محشر میں بھی ساتھ جائیں گے اور جنت کا ٹکٹ دلائیں گے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر اور سے پانی پلا کر جنت میں پہنچائیں گے۔ تو اولے کے بعد بادشاہ کا تاج اُتار لیا جاتا ہے

(حاشیہ: حضرت عمرؓ کا دل ایک سال بعد دھلا)

اور اس کو بیک بینی دو گوش قبر میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اگر بادشاہ سلامت کا تعلق باللہ درست نہیں تو قبر جہنم کا گڑھا بن جائے گی۔

مستفید اور مستفاد منہ دو لفظ ہیں۔ مستفید کے معنی ہیں فائدہ دفیض حاصل کرنے والا) مستفاد منہ کے معنی ہیں۔ جس سے فائدہ دفیض حاصل کیا جائے) دنیا میں کوئی فن ایسا بتلایئے۔ جس میں مستفید مستفاد منہ سے خاموشی میں اخذ فیض کر سکے۔ یہ کمال صرف اللہ والوں میں ہی نظر آتا ہے۔ شیخ کامل ہو اور طالب صادق ہو۔ تو خاموشی میں بھی فیض اِدھر سے اُدھر آتا ہے۔ طالب صادق وہ ہے۔ جس کا عقیدت ادب اور اطاعت کی تین تاروں کے ذریعہ کامل کے دل سے تعلق ہو۔ دید ہو تو سورج نکلنے کے بعد ہر چیز نظر آتی ہے۔ اگر دید تیز ہو۔ تو یہاں سے جہانگیر کے مقبرے کے منار بھی نظر آتے ہیں۔ میں ڈلہوزی ایک ہی دفعہ گیا ہوں۔ چوہدری فضل الٰہی کی کوٹھی بہت ہی بلندی پر تھی۔ وہاں سے انھوں نے مجھے پانچوں دریا دکھلائے۔ صرف سفید ہی لکیریں نظر آتی تھیں۔ کسی کو سورج نکلنے کے بعد جھولا (پنجابی) پڑتا ہے۔ کوئی ایک فٹ کوئی پانچ فٹ کوئی دس فٹ تک دیکھ سکتا ہے اپنی اپنی استعداد کے مطابق ہر ایک طلوع آفتاب کے بعد فائدہ اُٹھاتا ہے۔ اصلاح باطن کی بھی یہی مثال ہے جو کور باطن ہیں۔ جن کی باطن کی آنکھیں اندھی ہوں۔ وہ کامل کے پاس بیٹھ کر بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جیسے کسی کافر کی صحبت میں۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ۔ (سورۃ الحج رکوع ۱۴ پ ۱۷) ترجمہ: پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں۔ بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں) دید ہو تو آنے سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی بندہ خدا آیا کسی نے ٹھیک کہا ہے کہ

ولی را ولی مے شناسد

اول تو شیخ کامل کا ملنا مشکل ہے۔ اگر مل جائے تو اس سے فیض حاصل کرنا ہر شخص کا کام نہیں۔

ع تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
که خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

کامل سے فیض حاصل کرنے کے لیئے عقیدت ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے میں نے اپنے دونوں مربیوں یعنی حضرت دین پوری اور امروٹیؒ کے ہاں بھی بدقسمت دیکھے۔ یہ وہی تھے جو عقیدت ادب اور اطاعت سے محروم تھے۔ جن کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ عقیدت تھی اور نہ آپ کا ادب۔ اور اطاعت کرتے تھے وہ آپ کے دروازے سے بھی محروم ہی گئے۔ مثلاً عبداللہ بن ابی اور اسی کی پارٹی۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو پہلے تو امراض روحانی کا احساس عطا فرمائے۔ اس کے بعد طبیب روحانی کی تلاش کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر مل جائے تو اس سے فیض حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ ہم قبر میں امراض روحانی سے شفایاب ہو کر جائیں۔ اگر امراض روحانی سے شفا نہ ہوئی تو انگریزی دانوں اور علماء سب کی قبریں جہنم کا گڑھا بن جائیں گی۔

مجلس ذکر

منعقدہ ۱۱ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق ۸ اگست ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّہْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ہَادِیَ لَہٗ وَ نَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ نَشْہَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ۔ اَمَّا بعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُہُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط (سورہ البقرہ رکوع ۳۴ پ ۲)

(ترجمہ:۔ اللہ ایمان والوں کا دوست (مددگار) ہے۔ وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے)۔ عرض یہ ہے کہ آج میں جو کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس کا عنوان ہے۔

ولی کبھی مشرک نہیں ہوسکتا اور مشرک کبھی ولی نہیں ہوسکتا

اس عنوان کے متعلق کچھ عرض کرنے کا خیال چند منٹ پیشتر ہی میرے دل میں آیا۔ میرے ایک عزیز واہ میں ملازم ہیں۔ پرسوں اُن کا خط آیا تھا۔ جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ وہ ایک بزرگ کے پاس جا کر بیٹھا کرتے تھے۔ ایک دن اس بزرگ نے فرمایا کہ ہم تو تصور شیخ کو نماز میں بھی لازمی سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ نماز میں تصور شیخ کرنا شرک ہے تو بھی ہم ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ عزیز نے لکھا ہے کہ میں ان کے اس بیان سے کبیدہ خاطر ہو گیا۔ اور ان کے ہاں آنا جانا چھوڑ دیا۔

تصورِ شیخ بعض صوفیائے کرام کا مسلک ہے۔ میں عرض کیا کرتا ہوں کہ طالب صادق ہو تو کچھ عرصہ بعد وہ شیخ کامل کی صحبت میں اُن کا عکس لینے لگتا ہے۔ اگر اندھیرے میں شیخ کامل کے گرد ایک ہزار بلکہ ایک لاکھ بھی طالب صادق بیٹھے ہوں اور شیخ کامل دلی زبان سے اللہ ہُو کہے۔ تو سب کے دل پر چوٹ پڑے گی۔ اور سب کے اندر ایک کرنٹ دوڑ جائے گی۔ جیسے ایک بچہ پہلی جماعت میں الفاظ کے ہجے کرکے پڑھتا ہے آہستہ آہستہ جب مشق ہو جاتی ہے۔ تو ہجے کئے بغیر پڑھنے لگتا ہے۔ اسی طرح طالب صادق بھی صحبت شیخ میں رہ کر آہستہ آہستہ کامل کا عکس لینے لگتا ہے۔

جو آیت میں نے ابتدا میں تلاوت کی ہے۔ اس سے آج کے عنوان کی تائید ہوتی ہے۔ سارے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ کہیں نہیں فرمایا۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا (ترجمہ:۔ اللہ شرک کرنے والوں کا دوست ہے) اگرچہ اللہ تعالیٰ کافر اور مشرک حتیٰ کہ دہریوں کا بھی خالق اور رازق ہے۔ چونکہ اُسی نے پیدا کیا ہے۔ اس لئے سب کو دنیا کی ہر نعمت دیتا ہے۔ دہری اُس کی ذات کے منکر ہیں۔ لیکن اُن کو بھی سب کچھ دے رکھا ہے۔ ماں بچہ جنتی ہے۔ تو کالے، گورے، اندھے اور بینا سب کو دودھ پلاتی ہے۔ اس کی مامتا کالے اور گورے اندھے اور بینا میں تمیز نہیں کرتی۔ اگر انسان کو یہ احساس ہے کہ وہ جسمانی نقائص کی بنا پر اپنوں میں تفریق نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ جو ارحم الراحمین ہیں وہ کس طرح کر سکتے ہیں۔ ان کا ارشاد ہے۔ وَ مَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُہَا۔ (پ ۱۲۔ کی پہلی آیت)

(ترجمہ۔ اور زمین پر کوئی چلنے والا نہیں مگر اس کی ضروریات کا کفیل اللہ تعالیٰ ہے) اللہ تعالیٰ روزی سب کو دیتا ہے۔ مگر ولی کا لفظ فقط ایمانداروں کے لئے استعمال کرتا ہے۔ جیسے ایک شخص اپنے محلہ کے ہر آدمی کو پہچانتا ہے۔ مگر اپنا دوست صرف اس کو کہتا ہے۔ جس سے قلبی تعلق ہو۔

حدیث شریف میں آتا ہے۔ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَ اَبْغَضَ لِلّٰہِ وَ اَعْطٰی لِلّٰہِ وَ مَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ (رواہ ابوداؤد)

(ترجمہ) ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کے لئے دشمنی رکھی۔ اور اللہ کے لئے دیا اور اللہ کے لئے دینے سے ہاتھ روکا۔ پس تحقیق اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا)۔ حب اور بغض فعل قلب ہیں۔ زبان قلب کی ترجمانی کرتی ہے۔ اگر ایک شخص سے ہمیں محبت ہے تو اس کے آنے پر زبان سے محبت بھرے الفاظ ادا ہوں گے۔ مثلاً آج آپ نے بڑے قدمرنجہ فرمایا۔ آپ کی تشریف آوری ہماری خوشی کا باعث ہے۔ اگر اس سے بغض ہے تو زبان سے اس قسم کے الفاظ نکلیں گے یہ منحوس کہاں سے آ گیا۔

جب تک مریض کے صحت یاب ہونے کی امید ہوتی ہے۔ طبیب ہر طرح کا پرہیز کراتا ہے۔ کھانے اور پینے کی ہر چیز کے متعلق ہدایات دیتا ہے۔ کہ یہ کھلاؤ اور یہ پلاؤ۔ یہ نہ کھلاؤ اور یہ نہ پلاؤ۔ لیکن اگر مریض مایوس العلاج ہو جائے تو اس سے ہر طرح کا پرہیز ہٹا دیتا ہے۔ اور کہہ دیتا ہے کہ جو مانگے دیتے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی دستور ہے۔ پہلے گناہوں پر گرفت فرماتے ہیں کہ شاید باز آ جائیں۔ قحط سالی۔ وبا۔ وغیرہ یہ اللہ تعالیٰ کی گرفت ہیں۔ لیکن جب کوئی قوم اس کے بعد بھی اصلاح پذیر نہ ہو تو پھر اللہ تعالیٰ ہر چیز کے دروازے اُن کے لئے کھول دیتے ہیں۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓی اُمَمٍ

قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ (سورہ الانعام رکوع ۵ پ ۷) (ترجمہ۔ اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سی امتوں کے پاس رسول بھیجے تھے۔ پھر ہم نے انہیں سختی اور تکلیف میں پکڑا تاکہ وہ عاجزی کریں)۔ ایک آیت چھوڑ کر آگے فرماتے ہیں۔ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ط

(ترجمہ۔ پھر جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے۔ جو ان کو کی گئی تھی۔ تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے)۔ یورپ اور امریکہ پر آج کل ہر چیز کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ شراب جتنی چاہیں پئیں۔ زنا جتنا چاہیں کریں۔ جتنی اُن کے پاس دولت ہے ہمارے پاس ہے؟ دوسری عالمگیر جنگ میں انگریز کا یومیہ خرچ ساٹھ کروڑ روپیہ تھا۔ دولت۔ حسن۔ اور آزادی کتنی ہے یورپ میں مردوں اور عورتوں کے ننگے ناچ ہوتے ہیں۔ وہاں بعض جگہ ننگوں کی بستیاں بھی ہیں۔ یہ ری ایکشن ہے (REACTION) جس کو عربی میں رجعت قہقری کہتے ہیں۔ اس کے برعکس اسلام میں ناف سے گھٹنوں تک ستر چھپانا فرض عین ہے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ چونکہ ہر چیز کا خالق ہے۔ اس لئے سب کی ضروریات کا بھی وہی کفیل ہے۔ چند سال ہوئے ساتگھر ہل میں کھدائی کے دوران وہاں پہاڑ کے اندر ایک جگہ پیالے جتنا پانی تھا اس میں ایک مچھلی تھی۔ اللہ تو ہی اس کو وہاں خوراک پہنچاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سؤر کو حرام قرار دیا ہے۔ لیکن چونکہ وہ اس کا بھی خالق ہے۔ اس لئے اس کو بھی رزق دیتا ہے۔

بندہ کا جو تعلق معبود حقیقی سے ہونا چاہیئے وہ تعلق غیر سے رکھنا یہ شرک ہے فعل کا نام شرک ہے اور کرنے والے کو مشرک کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں شریک شرکت وغیرہ الفاظ مستعمل ہیں۔ یہ اسی لفظ شرک سے نکلے ہوئے ہیں۔ جس کے معنی ہیں حصہ دار بنانا۔ غیر اللہ سے خواہ تھوڑا سا بھی وہ تعلق رکھا جائے جو محض اللہ تعالیٰ ہی سے رکھنا چاہیئے تھا تو یہ بھی شرک ہے۔ شرک کا مسئلہ سمجھانے کے لئے مجھے میاں بیوی کے تعلق سے بہتر آج تک کوئی مثال نہیں ملی۔ بیوی ایک دفعہ نکاح کے وقت ہاں کہہ دیتی ہے تو غیور مرد کی غیرت یہ برداشت نہیں کرتی کہ اس کے بعد وہ آدھے ماشہ

عطر کی شیشی بھی غیر سے مانگے۔ اگر منی کے قطرے سے پیدا ہونے والے اے انسان تجھ میں اتنی غیرت ہے کہ صرف ایک دفعہ ہاں کہہ کر عورت غیر سے کچھ نہیں مانگ سکتی۔ تو کلمے بھی پڑھے اور پھر غیر کے دروازے پر ہاتھ بھی پھیلائے۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ کس طرح برداشت کر سکتی ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں سے فرمائیں گے اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا۔ (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲ پ ۱۵) (ترجمہ۔ اپنا نامہ اعمال پڑھ لے آج اپنا حساب لینے کے لئے تو ہی کافی ہے)

سورہ الفاتحہ میں ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (ترجمہ۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں)۔ بندگی کیا ہے؟ بندگی کے تین درجے ہیں۔ (۱) ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہونا (۲) سر جھکانا جسے رکوع کہتے ہیں۔ (۳) سجدہ کرنا۔ اگر غیر اللہ کو سجدہ بھی کر دیا تو اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت کا پھر کون سا مخصوص درجہ رہا۔

اولیاء کرام جہاں بھی ہیں۔ مجھے اُن سے جتنی عقیدت ہے۔ وہ بہت کم لاہوریوں کو ہوگی۔ لاہوریوں کو اندھی عقیدت ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے سمجھ سے عقیدت رکھتا ہوں۔ لاہور میں چار بڑے اولیائے کرام مشہور ہیں۔ اور بھی ہیں۔ لیکن چونکہ اُن کے مزارات پر قبے نہیں ہیں اس لئے لاہوری اُن سے واقف نہیں۔ حضرت خواجہ علی ہجویریؒ۔ حضرت شاہ محمد غوثؒ۔ حضرت میاں میرؒ۔ حضرت شاہ جمال صاحبؒ۔ ان سب کے مزارات پر سجدے ہوتے ہیں۔ لیکن اس شرک سے ان حضرات کا دامن بالکل پاک ہے۔ اپنے بزرگوں سے سنا ہے۔ کہ جہاں شیطان کو جوتے پڑتے تھے اور ذرا ... کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد شیطان وہیں پھر لیتا ہے۔ میں بھی فاتحہ خوانی کے لئے مزارات اولیاء کرام پر جایا کرتا ہوں۔ اُن سے مانگتے کچھ نہیں۔ دینے والا فقط اللہ تعالیٰ ہے۔

اولیاء کرام کا دامن شرک سے پاک ہوتا ہے جو شرک کرتے ہیں۔ وہ ولی نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ اولیاء کرام کا ذکر خیر اُن کے مرنے کے بعد بھی باقی رکھتے ہیں۔ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ اور ہم نے بعد میں آنے والوں میں اس کا ذکر

باقی رکھا) یہ اس لئے ہوتا ہے۔ کہ وہ مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ مقبولیت کا درجہ صرف اپنے دوستوں کو دیتے ہیں۔

حضرت امروٹیؒ اس قسم کے اولیائے کرام میں سے تھے۔ وہ انگریز کے راج میں بلا لائسنس بندوقیں رکھتے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بندوقیں اور گھوڑے جہاد کے لئے رکھے ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ ایک انسپکٹر پولیس نے ایک گھوڑا خریدنے کی خواہش ظاہر کی۔ اُس سے فرمایا۔ پہلے مجھ سے یہ تو پوچھو کہ میں نے یہ گھوڑے بیچنے بھی ہیں۔ پھر فرمایا۔ (۱) میں نے یہ گھوڑے جہاد کے لئے رکھے ہوئے ہیں (۲) جہاد انگریزوں سے کرونگا (۳) اپنے افسروں سے جا کر کہہ دینا انسپکٹر یہ سن کر حضرتؒ کے پاؤں پر گر پڑا اور عرض کی کہ حضرت دعا فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا ایمان عطا فرمائے آپؒ کے دادا کی قبر پر قبہ تھا۔ آپؒ نے اس کو گروا کر اُن اینٹوں سے گاؤں والوں کے لئے ایک کنواں بنوا دیا۔ ایک دفعہ ایک انسپکٹر پولیس اپنے کپتان پولیس کا پیغام لے کر آیا کہ فلاں گھوڑا مجھے دے دیجئے۔ اُس سے فرمایا۔ کہ اسے جا کر کہہ دو کہ میں اپنا اور اپنے گھوڑوں کا پیشاب بھی تمہیں آنکھ میں ڈالنے کو دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ میں نے یہ گھوڑے جہاد کے لئے رکھے ہیں۔

ایک شخص کا واقعہ میں اکثر بیان کیا کرتا ہوں۔ اس کا اپنا بیان ہے کہ اللہ اللہ کرنے کی برکت سے میرے دل میں ایک چراغ روشن تھا۔ ایک دفعہ میں بادامی والے تالاب کی طرف سے آ رہا تھا۔ سنہری مسجد کے پاس سامنے سے ایک خوبصورت نوجوان لڑکی پر میری نظر کا پڑنا تھا اور چراغ کا بجھنا تھا۔ وہ چراغ آج تک پھر روشن نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ تو بڑا نازک مزاج محبوب ہے۔ وہ اپنے تعلق میں غیر کی شرکت برداشت نہیں کرتا۔ اولیائے کرام یہ کب کہہ سکتے ہیں کہ جو عبادت کا طریقہ اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے (مثلاً سجدہ) کہ وہ اُن کے مزار پہ کیا جائے یہ جرأت تو انبیاء علیہم السلام کو بھی نہیں ہو سکتی۔ ان کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّىْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (سورۃ آل عمران۔ رکوع ۸ پارہ ۳)

مجلس ذکر

منعقدہ ۱۷ر محرم الحرام ۱۳۷۸ھ ۱۵ر اگست ۱۹۵۸ء

جیسا کہ گذشتہ اشاعت میں اعلان کیا گیا تھا۔ مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی آج لاہور سے باہر تشریف لے جانے والے تھے۔ مگر اچانک آپ کی طبیعت خراب ہو گئی۔ اس لئے وہ پروگرام منسوخ کرنا پڑا۔ الحمد للہ اب آپ کی طبیعت رو بصحت ہے۔ مجلس ذکر کے بعد آپ نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:۔

دنیا میں رہتے ہوئے ہماری زندگی کا نصب العین

فقط آخرت کی کامیابی ہونا چاہیئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد عرض یہ ہے کہ جمعرات کو ہماری اس مجلس ذکر کا مطلب یہ ہے۔ کہ میرا اور آپ کا قلبی تعلق اللہ تعالیٰ سے درست ہو جائے تاکہ ہماری اصلاح حال ہو جائے اور ہم دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمیں جو بیٹا یا بہو یا نوکر ملے۔ وہ سل ٹائیفائیڈ دق وغیرہ امراض میں مبتلا ہو اور نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہاتھوں سے لولے۔ پاؤں سے لنگڑے۔ اور آنکھوں سے بھینگے ہوں۔ غرضیکہ ہم چاہتے ہیں کہ جو بھی ہمارا ہو وہ ہر لحاظ سے صحیح سلامت ہو اور ہر عیب سے پاک ہو۔ صورت بھی اچھی ہو اور اندرونی امراض سل۔ دق وغیرہ سے بھی محفوظ ہو۔ میں کہا کرتا ہوں کہ جس عقل سے ہم اپنا معاملہ کرتے ہیں۔ اگر اسی عقل سے اللہ تعالیٰ سے معاملہ کرینگے تو انشاء اللہ نجات ہو جائے گی۔ اگر ہمیں ایسے انسانوں کی ضرورت نہیں جو سل۔ دق۔ ٹائیفائڈ میں مبتلا ہوں یا جن کے اندر جسمانی نقائص ہوں تو کیا اللہ تعالیٰ کو بہشت میں بھیجنے کے لئے ایسے بندے چاہیئے۔ جن پر اس کی لعنت ہو۔ کیا اس نے بہشت زانی۔ شرابی۔ فریب کار اور دھوکے باز بندوں کے لئے بنایا ہے۔ اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲ پ ۱۵) (ترجمہ:۔ اپنا نامۂ اعمال پڑھ لے آج اپنا حساب لینے کیلئے تو ہی کافی ہے۔

اس مجلس کا مقصد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ کا ایسا بندہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ جس کی وجہ سے مرنے کے بعد اس کی رحمت ہم پر نازل ہو۔

بیعت کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ بیعت کنندہ بیعت لینے والے سے عہد کرتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حکم مجھے بتلائینگے میں اس کو مانوں گا اور اس پر عمل کروں گا۔ جن لوگوں نے مجھ سے بیعت کر رکھی ہے۔ ان کے لئے میرا کہا ماننا فرض عین ہے۔ بشرطیکہ میں ان کو کتاب و سنت کے احکام کے ماتحت کوئی حکم دوں۔ جس طرح نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کے احکام کی تعمیل فرض عین ہے۔ اسی طرح یہ بھی لازمی ہے۔ جنہوں نے بیعت نہیں کی۔ ان کے لئے ضروری نہیں۔ میری بھی کچھ ذمہ واری ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ سے قیامت کے دن پوچھیں گے کہ میں نے اپنا فلاں بندہ تمہارے پاس بھجوایا تھا۔ تم نے اس کو کیا سکھلایا تھا۔ جس طرح ماں باپ کا کہا ماننا بھی فرض عین ہے۔ اسی طرح شیخ کا حکم ماننا بھی فرض عین ہے۔ بشرطیکہ شریعت کے خلاف نہ ہو۔ اگر ماں یا باپ پانی مانگے اور بیٹا پانی دینے سے انکار کرے تو اللہ تعالیٰ بیٹے کو جہنم میں ڈالیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا حَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِھِمَا قَالَ ھُمَا جَنَّتُکَ وَ نَارُکَ (رواہ ابن ماجۃ) (ترجمہ: ابو امامہؓ سے روایت ہے۔ تحقیق ایک شخص نے کہا۔ یا رسول اللہ۔ والدین کا حق ان کے بیٹے پر کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ وہ دونوں تیری جنت اور تیرا دوزخ ہیں)۔

میں نے کارڈ چھپوائے ہوئے ہیں۔ جن پر چند وظائف درج ہیں جو مجھ سے بیعت کرتا ہے۔ اس کو وہ کارڈ دے دیتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ سے پوچھیں گے کہ جو کچھ تمہیں بتلایا تھا وہ کیا؟ اگر نہیں کرنا تھا تو بیعت نہ کرتے۔ حضرت مولینا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بے نظیر شخصیت کے مالک تھے اب حضرت مولینا حسین احمد صاحب مدنی سلمہ اللہ تعالیٰ ان کے ہم پلہ ہیں۔ جب کوئی شخص بیعت کی درخواست کرتا تو شاہ صاحب فرماتے کہ بھائی بیعت تو نہیں کرونگا اگر پڑھنے کے لئے پوچھنا ہو۔ تو وہ بتلا دوں گا۔ میں اس ڈر سے بیعت کر لیتا ہوں کہ قیامت کے دن اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ پوچھ بیٹھیں کہ میں نے اپنا فلاں بندہ تمہارے پاس بھجوایا تھا۔ تم نے اس کو میرا نام بتلایا تھا؟ تو میں کیا جواب دوں گا۔

میں جو کچھ بتلاتا ہوں اگر آپ اس کو لوح دل پر لکھ کر لے جائیں عمل میں لائیں اور مرتے دم تک نبھائیں تو مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ ہے کہ نجات ہو جائے گی۔ سب کچھ کرنے کے بعد بھی نجات ہمارا حق نہیں لیکن اس کے لئے یہ باتیں وجہ ترجیح بن جائیں گی۔

یہ تو تمہید تھی۔ آج کا عنوان ہے:۔

دنیا میں رہتے ہوئے ہماری

زندگی کا نصب العین فقط آخرت کی کامیابی ہونا چاہئے

دنیا میں کئی نصب العین ہیں۔ کسی کا نصب العین ہے کہ بیٹا بی اے ہو کر اعلےٰ ملازمت پر فائز ہو جائے۔ کسی کا نصب العین ہے۔ کہ اگر پولیس کنسٹیبل بھرتی ہوئے ہیں تو کم از کم ایس پی (سپرنٹنڈنٹ پولیس) ہو کر ریٹائر ہو۔ کسی کا نصب العین ہے کہ اگر نائب تحصیلدار بھرتی ہوئے ہیں تو کمشنر بن جائیں۔ خواہ موت پہلے ہی آ جائے۔ آخرت کی کامیابی اور جنت کے داخلہ کی کسوں کو فکر ہے۔ جنت میں پہنچانے والے آنحضرتؐ ہیں اور آپؐ کے بعد آپؐ کے دروازے کے ملازم اس راستہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ اگر دنیا میں آکر آخرت کی فکر نہ کی تو قبر جہنم کا گڑھا بن جائے گی کئی مسلمانوں کی قبریں جہنم کا گڑھا بنی ہوئی ہیں۔ لیکن اس کا ان آنکھوں سے پتہ نہیں چلتا۔ اس کے لئے باطن کی آنکھوں کی ضرورت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے محرم راز ہیں۔ آپؐ نے اللہ تعالےٰ سے معلوم کرکے ہمیں بتلا دیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ ہر بندے سے یہ سوال فرمائیں گے۔ کہ میرے لئے کیا کرکے لائے ہو۔ یعنے مجھے کتنا یاد کیا تھا۔ نماز، روزہ حج اور زکوٰۃ کے احکام کی پابندی کہاں تک کی تھی۔ سبحان اللہ۔ والحمد للہ۔ اللہ اکبر وغیرہ اذکار کتنے پڑھے تھے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر مرد اور عورت جو مجھ سے وابستہ ہے۔ وہ اس سوال کے جواب میں اللہ تعالےٰ سے قیامت کے دن یہ عرض کرنے کے قابل بن جائے کہ اے اللہ! ہر کام میں تیری رضا مقصود تھی۔ اگر باپ تیرا مخالف تھا تو اس کو چھوڑ دیا تھا۔ مگر تجھے نہیں چھوڑا۔ بیٹا تیرا مخالف تھا۔ تو اس کو چھوڑ دیا تھا۔ مگر تجھے نہیں چھوڑا۔ اسی طرح اگر بھائی تیرا مخالف تھا تو اس کو چھوڑ دیا تھا۔ مگر تجھے نہیں چھوڑا۔

بیس پچیس سال کا واقعہ ہے۔ سردی کا موسم تھا میں سویا ہوا تھا۔ رات کو ۱۲ بجے کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نیچے آیا تو ایک نوجوان اور اس کے ساتھ دو آدمی تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ ہمیں اس نوجوان کے دادا نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ اس کو اجازت دے دیں۔ کہ یہ برات کے ہمراہ باجا لے جا سکے۔ اس نے کہا کہ یہ نوجوان اور اس کی والدہ آپ کے سامنے ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں کہ ہم شادی میں باجا نہیں بجائیں گے۔ اب ادھر یہ دونوں مصر ہیں کہ باجا نہیں بجائیں گے۔ ادھر لڑکی والے باجا بجانے پر اصرار کر رہے ہیں۔ لاہور میں عام دستور ہے کہ نکاح ایک دو دن پہلے کر لیتے ہیں اس بنا پر میں نے دریافت کیا کہ نکاح ہو چکا ہے یا نہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ پرسوں نکاح ہو چکا ہے۔ میں نے کہا پھر لڑکی والوں سے کہلا بھیجو۔ کہ جب آپ باجے کی شرط ہٹائیں گے اس وقت ہم آ کر لڑکی لے جائیں گے۔ میں نے کہا کہ کھانا تیار ہونا شروع ہو چکا ہوگا۔ اس لئے آپ مست رہیں جب دیگیں خراب ہوتی نظر آئیں گی۔ تو خود بخود برات والوں کو بلائیں گے الحق یعلوا ولا یعلیٰ علیہ۔ آپ ڈٹے جایئے۔ پھر دیکھئے فتح ہوتی ہے یا نہیں۔

اب میں آج کے عنوان کے متعلق شہادت پیش کرنا چاہتا ہوں۔ (مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا) (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲ پ ۱۵) (ترجمہ:۔ جو کوئی دنیا چاہتا ہے تو ہم سردست دنیا ہی میں اسے بھی جس قدر چاہتے ہیں دیتے ہیں۔ پھر ہم نے اس کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے جس میں وہ ذلیل و خوار ہو کر گرے گا۔) وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۔ ترجمہ:۔ اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کے لئے مناسب کوشش بھی کرتا ہے اور وہ مومن بھی ہے تو ایسے لوگوں کی کوشش مقبول ہوگی۔

مندرجہ بالا آیات میں دو قسم کے انسانوں کا ذکر ہے

۱۔ دنیا کو محبوب بنانے والے۔ ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ جتنا ہم چاہیں گے دیں گے۔ یہ نہیں کہ وہ جتنا چاہیں گے۔ اتنا مل جائے گا۔

۲۔ آخرت کو محبوب بنانے والے۔ یہ دن رات اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ان کو ان کی نیکیوں کا پورا معاوضہ دیں گے۔ اللہ تعالیٰ رزق تو کافر مشرک سب کو دیتا ہے۔ حتیٰ کہ دہریوں کو بھی دیتا ہے جو اس کی ذات کے بھی منکر ہیں۔ اس کا ارشاد ہے۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (پارہ ۱۲ کی پہلی آیت ترجمہ)۔

جب رزق کا اس نے ٹھیکہ لے رکھا ہے تو اعلےٰ نہ سہی ادنےٰ ہی سہی دیگا تو۔ دعا کیجئے اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو آخرت کی زندگی کو نصب العین بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

ان دونوں قسموں کے انسانوں کا نصب العین دنیا میں علیحدہ علیحدہ ہوگا۔ دنیا کو محبوب بنانے والے اذان سن کر بھی دربار الٰہی میں حاضری کے لئے نہیں آئیں گے۔ آخرت کو محبوب بنانے والوں کو اذان سنائی بھی نہ دے۔ وہ گھڑی دیکھ کر مسجد کی طرف چل دیں گے۔

دنیا اور آخرت میں تعارض ہو تو پتہ چلتا ہے کہ کون دنیا کا طالب ہے اور کون آخرت کا۔ دونوں کی پہچان کے لئے علیحدہ علیحدہ علامتیں ہیں۔ آخرت کے طالب کے دل میں اخلاص ہوگا اور وہ کفر اور شرک وغیرہ امراض روحانی سے پاک ہوگا۔ اس کا ہر سانس بارگاہ الٰہی میں محبوب ہوگا۔ دنیا کے طالب کفر شرک وغیرہ میں مبتلا ہوں گے۔

اس دنیا میں تو جنت کوڑیوں کے مول ملتی ہے۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ارشادات عرض کرتا ہوں۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَفُّ اَهْلُ النَّارِ فَيَمُرُّ بِهِمُ الرَّجُلُ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ يَا فُلَانُ اَمَا تَعْرِفُنِيْ اَنَا الَّذِيْ سَقَيْتُكَ شَرْبَةً وَقَالَ بَعْضُهُمْ اَنَا الَّذِيْ وَهَبْتُ لَكَ وَضُوْءًا فَيَشْفَعُ لَهٗ فَيُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ (رواہ ابن ماجہ) (ترجمہ:۔ انسؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ دوزخیوں کو ایک صف میں کھڑا کیا جائے گا۔ پھر ان کے پاس سے بہشتیوں میں سے ایک آدمی گذرے گا۔ پھر دوزخیوں میں سے ایک آدمی اُسے کہے گا۔ اے فلاں کیا تو مجھے پہچانتا نہیں۔ میں وہی ہوں جس نے تمہیں ایک مرتبہ پانی پلایا تھا اور بعض نے کہا ہے کہیگا۔ میں وہی ہوں۔ جس نے تمہیں وضو کے لئے پانی دیا تھا۔ پھر وہ بہشتی اس کے حق میں شفاعت کرے گا۔ پس اللہ تعالےٰ اسے بہشت میں داخل کر دے گا۔

ایک فرض ادا کرنے پر ستّر فرضوں کے ادا کرنے کا ثواب

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اٰخِرِ یَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ فَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّکُمْ شَھْرٌ عَظِیْمٌ شَھْرٌ مُبَارَکٌ شَھْرٌ فِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ جَعَلَ اللّٰہُ صِیَامَہٗ فَرِیْضَۃً وَ قِیَامَ لَیْلِہٖ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِیْہِ بِخَصْلَۃٍ مِّنَ الْخَیْرِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وَ مَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْہِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وَ ھُوَ شَھْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُہُ الْجَنَّۃُ وَ شَھْرُ الْمُوَاسَاۃِ وَ شَھْرٌ یُزَادُ فِیْہِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ فِیْہِ صَائِمًا کَانَ لَہٗ مَغْفِرَۃً لِذُنُوْبِہٖ وَ عِتْقَ رَقَبَتِہٖ مِنَ النَّارِ وَکَانَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِہٖ شَیْءٌ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَیْسَ کُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِہِ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْطِی اللّٰہُ ھٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰی مَذْقَۃِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَۃٍ اَوْ شَرْبَۃٍ مِّنْ مَّاءٍ وَ مَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاہُ اللّٰہُ مِنْ حَوْضِیْ شَرْبَۃً لَا یَظْمَأُ حَتّٰی یَدْخُلَ الْجَنَّۃَ وَھُوَ شَھْرٌ اَوَّلُہٗ رَحْمَۃٌ وَ اَوْسَطُہٗ مَغْفِرَۃٌ وَ اٰخِرُہٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ وَ مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْکِہٖ فِیْہِ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ وَاَعْتَقَہٗ مِنَ النَّارِ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ:۔ سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ شعبان کے آخری دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو! ایک بڑے مہینے نے تم پر سایہ ڈالا ہے۔ جو بڑا با برکت مہینہ ہے۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اللہ تعالےٰ نے اس مہینے کے روزے فرض قرار دیئے ہیں۔ اور اس کی رات کی عبادت نفل قرار دی ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی سے خدا کا قرب تلاش کرے۔ یعنی خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے نفلی عبادت کرے اس کا ثواب اتنا ہی ہوتا ہے۔ جتنا فرض کا۔ رمضان کے مہینوں کے سوا دوسرے مہینوں میں اور جو شخص اس مہینہ میں فرض کو ادا کرے۔ اس کا ثواب اتنا ہے جتنا رمضان کے سوا دوسرے مہینوں میں ستر فرض ادا کرنے کا۔ اور یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے۔ اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ اور یہ مہینہ غمخواری کا ہے۔ یہ مہینہ ایک ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق زیادہ کیا جاتا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے۔ وہ اس کے لئے گناہوں کی بخشش کا سبب ہوتا ہے اور دوزخ کی آگ سے نجات کا ذریعہ۔ اور روزہ دار کے ثواب کے برابر اس کو ثواب ملتا ہے اور اس سے روزہ دار کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہوتی۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہؐ ہم سب کے پاس اتنا سامان نہیں ہے۔ کہ اس سے ہم روزہ داروں کے روزے افطار کرائیں۔ آپ نے فرمایا اللہ یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا فرماتا ہے جو لسی کے ایک گھونٹ یا ایک کھجور یا پانی کے ایک گھونٹ سے کسی کا روزہ افطار کرائے اور جو شخص روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے۔ اس کو اللہ میرے حوض سے سیراب کریگا۔ ایسا کہ پھر کبھی اس کو پیاس نہیں لگے گی۔ یہانتک کہ وہ جنت میں جائے اور یہ مہینہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کی ابتدا میں رحمت ہے۔ درمیان میں مغفرت اور آخر میں دوزخ سے نجات، اور جس شخص نے اس مہینہ میں اپنے غلام (روزہ دار) سے کم کام لیا۔ اور اس کے کام میں تخفیف کر دی۔ اس کو اللہ بخشتا ہے اور دوزخ سے نجات دیتا ہے۔

دنیا کمانا تو کوہ کندن کاہ برآوردن والا معاملہ ہے۔ یہاں بڑی مصیبت ہے۔ لیکن آخرت کی نجات کا تمغہ بڑا سستا ملتا ہے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو آخرت کی زندگی کی کامیابی کو دنیا میں ہی اپنا نصب العین بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

یوم استحکام پاکستان پر

حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ کی تقریر

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ط بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا - (سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۴ پارہ ۱۵)

ترجمہ — اور عہد کو پورا کرو بیشک عہد کی باز پرس ہوگی۔

اس آیت سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ وعدہ کے متعلق باز پرس فرمائیں گے۔ اگر کسی نے ایفائے عہد کیا ہوگا تو اللہ تعالےٰ کی رحمت و شفقت اس کے شامل حال ہوگی اور جس نے باوجود استعداد کے وعدہ پورا نہیں کیا تو اس سے پوچھا جائیگا کہ تو نے وعدہ پورا کیوں نہیں کیا۔ آج یوم آزادی پاکستان ہے۔ اس لئے آج ہم پاکستان کے لئے دُعا بھی کرینگے۔ اور ساتھ ہی میں یہ عرض کروں گا کہ پاکستان کا مطالبہ کرتے وقت ہم نے اللہ تعالےٰ سے جو عہد کیا اس کو ہم نے پورا کیا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں کیا تو اس کے ذمہ دار کون لوگ ہیں؟

انگریز کے دور غلامی میں ہندو کی عادت تھی کہ پہلے مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملا کر انگریز سے مطالبہ کرتا تھا۔ جب کچھ ملتا تھا تو تقسیم کرتے وقت ہندو کو ترجیح دیتا تھا۔

مسٹر جناح مرحوم پہلے کانگرسی تھے۔ بعد میں ہندو کی خود غرضی اور تعصب دیکھ کر علیحدہ ہو گئے۔ جب انگریز سے حقوق کا مطالبہ کیا جاتا تو وہ جواب دیتا کہ ہندو اور مسلمان مل کر مطالبہ کریں۔ اس بنا پر الہ آباد میں ہندو اور مسلمان لیڈروں کا ایک اجلاس بلایا گیا۔ ان نمائندوں کا انتخاب کرنے کے لئے لاہور میں برکت علی ہال میں ایک جلسہ ہوا۔ جس میں سیالکوٹ لاہور لائلپور اور گوجرانوالہ کے نمائندے شریک ہوئے۔ سیالکوٹ کی طرف سے آغا صفدر مرحوم۔ گوجرانوالہ سے ملک لال خاں۔ لائل پور سے ڈاکٹر محمد عالم مرحوم اور لاہور کی طرف سے مجھے اور مولانا ظفر علی خاں مرحوم کو منتخب کیا گیا۔ سندھ سے منتخب ہو کر آنے والی پارٹی میں میرے شیخ حضرت امروٹی رح بھی تشریف لائے تھے۔

آزادیٔ ہند کی تحریک میں کانگرس پیش پیش تھی۔ اور اس میں مسلمان لیڈروں۔ علماء کرام اور عوام نے بھی بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا تھا۔ ہندو قوم تو ستیہ گرہ کی قائل تھی۔ لیکن مسلمان نے تحریک آزادی ہند کو اپنے خون سے سینچا۔ قصہ خوانی بازار پشاور میں انگریز خبیث نے مشین گن لگا کر سینکڑوں مسلمانوں کو شہید کرا دیا۔

تقسیم ملک کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بمبئی میں ایک تقریر کی تھی۔ جلسہ گاہ میں جواہر لال نہرو بھی موجود تھے۔ اس تقریر میں انہوں نے صاف الفاظ میں کہا تھا کہ ہندوستان کی آزادی میں مسلمان کی قربانیوں کا برابر کا حصہ ہے۔

ہندو چونکہ خود غرض تھا۔ اس لئے مسلمانوں کو خطرہ ہوا کہ یہ انگریز سے حکومت لے کر ہمیں حصہ دار نہیں بنائے گا۔ کیونکہ اس کی اکثریت تھی تعلیم دولت ملازمت اور تجارت میں بھی وہ ہم سے آگے تھے۔ اس بنا پر مسلمانوں نے یہ مطالبہ کیا کہ ہمیں ہندوستان کی سرزمین سے ایک حصہ کاٹ کر الگ دے دیا جائے۔ تاکہ وہاں ہم آزادی سے اسلامی تہذیب، اسلامی تمدن۔ اسلامی ثقافت کو نافذ کر سکیں۔ ہندوؤں کا لیڈر گاندھی بیرسٹر تھا۔ اس لئے مسلمانوں نے بھی مسٹر جناح مرحوم کو جو بیرسٹر تھے اس کے مقابلے میں اپنا لیڈر چنا گاندھی جو چال چلتا تھا۔ یہ اس کا منہ توڑ جواب دے دیتے تھے اس وقت دو قسم کے نظریات پیش کئے جاتے تھے۔ گاندھی کہتا تھا کہ ہندو مسلمان سب ایک ہندوستانی قوم ہیں اور مسٹر جناح مرحوم کہتے تھے کہ نہیں تم رام کے پجاری ہو اور ہم کلمہ طیبہ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

پڑھنے والے مسلمان ہیں اور تم سے علیحدہ قوم ہیں۔ مسٹر جناح اپنے مطالبہ پر اڑ گئے اور بالآخر گاندھی اور انگریز دونوں کو ان کا مطالبہ تسلیم کرنا پڑا۔ یہ قاعدہ ہے کہ لیڈر وہ کامیاب ہوتا ہے جس کی پشت پر اُس کی قوم ہو۔ گاندھی دُبلا پتلا تھا۔ لیکن چونکہ ساری قوم اس کی ہمنوا تھی۔ اس لئے اس کی آواز میں طاقت تھی۔ مسٹر جناح مرحوم نے جب پاکستان کا مطالبہ کیا تو مسلمان قوم نے بھی اُس کی پشت پناہی کی۔ مردوں، عورتوں اور کالج کے طلبا اور دفتر کے ملازموں نے پاکستان کے مطالبے کو اپنایا۔ جلسے ہوئے جلوس نکالے گئے اور یہ نعرے لگائے جاتے تھے کہ پاکستان کا مقصد کیا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور لے کر رہیں گے دینا پڑے گا۔ پاکستان! اس کے بعد انگریز پاکستان بنانے پر رضا مند ہو گیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے ہماری دعاؤں کو قبول فرما لیا اور پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا ہمارا کوئی حاکم اور معبود نہیں۔ جب اللہ تعالےٰ حاکم ٹھہرے تو قانون بھی اُسی کا ہی نافذ ہونا چاہیئے۔ اس کا قانون قرآن مجید ہے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے معلم اول ہیں۔ ہمارے اس مطالبے کا مقصد یہ ہوا کہ اس ملک میں کتاب و سنت کا قانون رائج ہوگا۔ قرآن مجید لاء (قانون) ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت بائی لاز (شرح قانون) ہے۔

افسوس صد افسوس ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا۔ دس سال گزرنے کے باوجود بھی ہم نے اُسے پورا نہیں کیا۔ پاکستان بننے کے بعد اسلام کی جس قدر توہین اس ملک میں ہو رہی ہے وہ انگریز کے وقت میں نہیں تھی۔ جس طرح کہ اگر ایک شریف آدمی کے چار لڑکے اور چار لڑکیاں ہوں اور خدا نخواستہ وہ چاروں لڑکے بدمعاش ہو جائیں اور لڑکیاں بھی آوارہ ہو جائیں تو اُس شریف آدمی کے خاندان کی ساکھ

پشتوں کی بنی بنائی عزت خاک میں مل جائے گی۔ پاکستان میں اسلام کی بھی یہی حالت ہے۔ لاہور میں ہی ایک محتاط رپورٹ کے مطابق پانچ ہزار پرائیویٹ زنا کے اڈے ہیں۔ شراب پہلے سے زیادہ پی جاتی ہے۔ چوری قتل و غارت ڈاکہ زنی تمام جرائم پہلے سے زیادہ ہیں۔ یہ سب جرائم اسلام کی توہین ہیں کیونکہ پاکستان بالحاظ دیگر اسلامی ممالک کے ہے۔

ان جرائم کے لئے میری رائے میں رعایا مجرم نمبر اوّل ہے۔ حکومت تم سے کب کہتی ہے کہ تم ان جرائم کا ارتکاب کرو۔ نمبر۲ میں حکومت کو بھی مجرم قرار دیتا ہوں۔ کیونکہ وہ ان جرائم کی مناسب حال سزا نہیں دیتی۔ ایک مجرم کو اگر قرار واقعی سزا مل جائے۔ تو دوسروں کو عبرت ہو جائے۔ جب ملزم رشوت دے کر بری ہو کر آ جاتے ہیں تو دوسروں کو بھی جرأت ہو جاتی ہے۔ اگر ایک دو چوروں کے ہاتھ کاٹ کر دہلی دروازہ کے باہر لٹکا دیئے جائیں تو ایمان سے کہئے پھر کسی کو چوری کرنے کی جرأت ہو سکتی ہے؟ میرا خیال ہے کہ سب چور لاہور سے بھاگ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک بیماری کا علاج بتا دیا ہے۔ چوہوں کا علاج بلی ہے۔ کہ چوہے بلی کی آواز سن کر ہی بھاگ جاتے ہیں۔ جرائم کا علاج بھی اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے۔ چور کی سزا ہاتھ کاٹنا۔ اور شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا۔ اور غیر شادی شدہ ہو تو سو دُرّے لگانا شرعی سزائیں ہیں۔ ان سزاؤں کے متعلق اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ یہ وحشیانہ ہیں۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ شہنشاہ لندن کے سینکڑوں باغیوں کو لاہور سنٹرل جیل میں تختہ دار پر لٹکایا جا سکتا ہے اور یہ وحشیانہ سزا نہیں سمجھی جاتی تو مالک حقیقی کے باغیوں کو سزا دینا کیونکر وحشیانہ سزا کہی جا سکتی ہے۔

میں پاکستان کی مختصر تاریخ عرض کر گیا ہوں۔ میں نے یہ بھی عرض کر دیا ہے کہ ہم نے خدا تعالیٰ سے بد عہدی کی ہے۔ اس میں رعایا اور حکام دونوں ملزم ہیں۔ حکام ہیں دو قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض تو ایسے ہیں جو کتاب و سنت کے قانون کا نفاذ کر سکتے ہیں اور کرتے نہیں۔ یہ تو مجرم ہیں اور بعض بے بس ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ کتاب و سنت کے قانون کا نفاذ ہو۔ لیکن افسران بالا نہیں کرنے دیتے۔ یہ معذور ہیں۔ ان کو ان کی نیت کا اجر ضرور ملے گا۔

پہلی قسم کے حکام سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور پاکستان کے عوام بھی ناراض ہیں۔ اب میں اپنا نظریہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ۱۔ میں پاکستان کو خدا کی نعمت سمجھتا ہوں۔ ۲۔ میں پاکستان کو زندہ تابندہ درخشندہ اور پائندہ دیکھنا چاہتا ہوں ۳۔ میں موجودہ حکام کی ذات کا مخالف نہیں اور نہ میں اُن سے ان کی کرسیاں چھیننا چاہتا ہوں۔ میں تو ان کو اسلام کا بہی خواہ دیکھنا چاہتا ہوں۔

اگر حکومت دو کام سرانجام دیدے تو ہمارا پاکستان ناقابل تسخیر بن سکتا ہے

۱۔ نماز لازمی قرار دے دی جائے ترک نماز قابل دست اندازی پولیس جرم قرار دیا جائے۔ اس سے خدا کی رحمت نازل ہوگی اور نصرت الٰہی ہمارا ساتھ دے گی۔

۲۔ حکومت ہر نوجوان مسلمان کو فوجی ٹریننگ دے کر مسلح کرے۔ اس سے پاکستان کی موجودہ فوج سے دس گنا زیادہ مجاہد فی سبیل اللہ تیار ہو جائیں گے جو گھر سے کھا کر ملک و ملت کی حفاظت کے لئے ہر وقت سینہ سپر رہیں گے۔ لیکن اس کے برخلاف حکومت مسلمانوں کو روز بروز کمزور کر رہی ہے۔ مثلاً لاہور میں رقص و سرود کا سکول کھول کر مسلمانوں کو ناچ گانا سکھا رہی ہے۔

اللہ تعالےٰ پاکستان کے عوام اور حکام کو ایفائے عہد کی توفیق عطا فرمائے اور صحیح معنوں میں کتاب و سنت کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور پاکستان کو صحیح معنوں میں ایسا مضبوط پاکستان بنانے کی توفیق عطا فرمائے کہ آئندہ آنے والی نسلیں موجودہ دور کے مسلمانوں کے لئے دعاء رحمت کریں۔ آمین یا الٰہ العالمین

مجلس ذکر

منعقدہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:۔

روحانی امراض سے شفایافتہ حضرات کی علامات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی :۔

اما بعد میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ اجتماع ان اللہ کے بندوں کا ہوتا ہے۔ جن کو یہ شوق ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کو امراض روحانی سے شفایاب ہو کر دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے عام طور پر ان بیماریوں کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ جس بیمار کو اپنی بیماری کا احساس نہ ہوگا۔ وہ علاج کیا کرے گا۔ مثلاً ایک شخص کو چھ ماہ سے معمولی اعضاء شکنی کی شکایت ہے۔ کبھی کبھی معمولی سا بخار بھی ہو جاتا ہے۔ چھ ماہ بعد وہ طبیب کے پاس جاتا ہے۔ وہ اس کو احساس دلاتا ہے کہ یہ معمولی اعضاء شکنی نہیں۔ اگر علاج نہ کراؤ گے تو یہی دق بن جائے گی۔ یہی حال امراض روحانی کا ہے۔ جب ان کا عام طور پر احساس ہی نہیں تو علاج کون کرائیگا اگر یہاں دنیا میں علاج نہ کرایا تو قبر میں علاج ہوگا اور قبر جہنم کا گڑھا بن جائے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بالکل ٹھیک ہے۔ کہ کسی کی قبر جہنم کا گڑھا اور کسی کی جنت کا باغ بنتی ہے۔ امراض روحانی کا احساس ہادی کی صحبت میں پیدا ہوتا ہے۔ پھر شوق پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان امراض سے شفا عطا فرمائے۔

آج کا عنوان ہے:۔

روحانی امراض سے شفایافتہ حضرات کی علامات:۔

اس قسم کے حضرات میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ ارتقاء۔ ۲۔ انحطاط۔ ارتقا کے معنی ہے اوپر چڑھنا اور انحطاط کے معنی ہیں نیچے گرنا۔ قرب الی اللہ میں ان کا ارتقاء ہوتا ہے اور ان کا انحطاط یہ ہوتا ہے کہ ان کی ہستی فنا ہوتی ہے۔ انسان قرب الی اللہ میں جتنا اوپر چڑھتا جاتا ہے۔ اتنی ہی اس کی ہستی فنا ہوتی جاتی ہے۔ جیسے فارسی میں کسی نے کہا ہے۔ ع

قرب شاہاں آتش سوزاں بود

شاعر کا مطلب یہ ہے کہ بادشاہ کے مقربین کو ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔ اگر کسی بات پر بادشاہ کو غصہ آ گیا۔ تو فوراً حکم دے دیگا کہ "بتوپ بپرانید" (توپ سے اڑا دو۔) اس کو ادھر لے جایئے تو اس شعر کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ مقربین الٰہی کی ہستی فنا ہوتی ہے۔ ان کے اندر "میں" نہیں ہوتی۔ "میں" کو قرآن مجید میں اتباع ہوا کہا گیا ہے۔

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ (سورۃ الجاثیہ رکوع ۳ پ ۲۵) (ترجمہ: بھلا آپ نے اس کو بھی دیکھا جو اپنی خواہش کا بندہ بن گیا)۔ مقربین الٰہی کی زندگی کا نقشہ اس آیت میں پیش کیا گیا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (سورۃ الانعام رکوع ۲۰ پ ۸)

(ترجمہ:۔ کہہ دیجئے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لئے ہے۔ جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا اور میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں)۔ یہ اعلان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کرایا گیا ہے۔ آپ کو دوسری جگہ ہمارے لئے نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ الآیہ (سورۃ الاحزاب رکوع ۳ پ ۲۱) (ترجمہ الآیۃ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اچھا نمونہ ہے) ان دونوں آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان کی زندگی کا بھی وہی نصب العین ہونا چاہیئے۔ جو حضورؐ کی زندگی کا تھا۔ مقربین الٰہی کی زندگی کا تو بطریق اولےٰ یہ نصب العین ہونا چاہیئے

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب کوئی چیز درجہ کمال کو پہنچ جاتی ہے تو اس کے اندر کچھ علامات پیدا ہو جاتی ہیں۔ جو اس کے درجہ کمال تک پہنچنے کو ظاہر کرتی ہیں۔ مثلاً آم کا درخت جب درجۂ کمال تک پہنچتا ہے تو اس پر آم لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔ بچہ جب جوان ہو جاتا ہے تو اس کے چہرے پر داڑھی نمودار ہو جاتی ہے۔ اسی طرح تقرب الی اللہ کی بھی کچھ علامات ہیں جو مقربین الٰہی کے اندر ظاہر ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک علامت ہے کہ ان کی ہستی فنا ہو جاتی ہے۔ پودا جتنا بڑا ہوتا ہے اتنی ہی اس کی جڑیں زمین کے اندر گہری ہوتی ہیں۔

مثلاً اگر ایک سال کا ہے تو جڑ ایک ہاتھ زمین کے اندر ہوگی۔ دو سال کا ہے تو دو ہاتھ ہوگی۔ گویا پودا جتنا اوپر چڑھتا جاتا ہے۔ اتنا ہی نیچے گہرا ہوتا جاتا ہے۔ بعض پیپل اور بڑ کے درختوں کی جڑیں پانی کی سطح تک پہنچ جاتی ہیں۔ اسی طرح کامل قرب الی اللہ میں جتنا اوپر چڑھتا ہے اتنی ہی اس کی ہستی فنا ہوتی جاتی ہے۔

میرے دو مربی ہیں۔ دائیں طرف والے (حضرت دین پوریؒ) کم بولتے تھے۔ میری بیعت کے بعد وہ چالیس سال زندہ رہے۔ اس عرصے میں میں نے ان کو تقریر کرتے ہوئے نہیں سنا۔ بائیں طرف والے (حضرت امروٹیؒ) بولتے تھے۔ وہ عالم بھی تھے۔ انہوں نے قرآن مجید کا سندھی ترجمہ کیا ہے۔ جو سندھ میں بہت بکتا ہے۔ میں نے ان کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے اب اس کو آٹھویں بار چھپوایا ہے۔ اس ترجمہ کے

ٹائٹل پیج پر میں نے حضرتؒ کو قطب الاقطاب لکھا ہے۔ اس کے لئے میرے پاس دلائل ہیں۔ لیکن حضرتؒ جب کوئی خاص بات فرماتے تو فرماتے۔ "ان گنہگار آنکھوں نے یہ دیکھا"۔ الہ آباد میں ایک دفعہ ہندو مسلمان لیڈروں کا دونوں قوموں کے حقوق تعین کرنے کے لئے اجتماع ہوا تھا۔ میں پنجاب کی طرف سے منتخب ہو کر گیا تھا اور حضرت امروٹیؒ سندھ کی طرف سے تشریف لائے تھے۔ الہ آباد کا ذکر فرماتے ہوئے حضرتؒ نے ایک دفعہ فرمایا۔ احمد علی تمہیں یاد ہے کہ ایک دن مغرب کے وقت جب کھانا آیا تھا۔ تو تمہاری بائیں طرف ایک شخص تھا۔ جس نے پیالہ میں چاول لے کر رکھ لئے تھے۔ کھاتے نہ تھے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں حضرتؒ۔ یاد ہے۔ فرمایا وہ اس علاقہ کا قطب تھا۔ جس تحصیل میں ڈپٹی کمشنر جاتا ہے تو وہاں کا تحصیلدار اس کے ہمراہ رہتا ہے۔ اسی طرح روحانیت میں بھی ہے۔ جب قطب الاقطاب کہیں تشریف لے جاتے ہیں تو اس علاقہ کا قطب ان کے استقبال کے لئے وہاں ضرور آتا ہے۔

حضرتؒ کا ایک اور واقعہ عرض کرتا ہوں۔ پہلی عالمگیر جنگ کے بعد جب اتحادی فوجیں قسطنطنیہ پر قابض ہو گئیں تو بہت سے قوم کا درد رکھنے والے مسلمان پریشان تھے۔ کہ اب ترکی کا کیا بنے گا۔ مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب بھی ان میں سے ایک تھے۔ وہ اس زمانہ میں لاہور تشریف لائے تو میاں عبدالعزیز صاحب کے مکان واقعہ بیرون بھاٹی دروازہ پر ان سے ملنے کے لئے گیا۔ تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ مولوی صاحب کوئی اللہ تعالےٰ کا بندہ بھی ہے جو یہ بتلائے کہ اب ترکوں کا کیا بنے گا۔ میں نے کہا کہ ہاں میرے حضرتؒ ہیں۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ اچھا آپ ان سے دریافت کرکے مجھے فلاں تاریخ کو اسٹیشن پر بتلایئے گا۔ میں نے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ عرض کیا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالےٰ ۳۔ ۴ ماہ بعد ترک غالب آ جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ جیسے تقدیر الٰہی دیکھ کر فرما رہے ہیں۔ کمالات یہ ہیں۔ اور ہستی اس قدر فنا تھی کہ جب خاص بات فرماتے تو فرماتے۔ "ان گنہگار آنکھوں نے یہ دیکھا"۔

جس کی اپنی ہستی فنا نہ ہو۔ وہ کامل نہیں ہو سکتا۔ اور یہ چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آئی ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے:۔

عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُہٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ

(متفق علیہ) (ترجمہ)۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میری تعریف میں زیادتی نہ کرنا۔ جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریمؑ (یعنی عیسیٰؑ) کی تعریف میں زیادتی کی۔ میں سوائے اس کے نہیں کہ میں اس کا بندہ ہوں۔ پس تم مجھ کو اللہ کا بندہ اور اس کا رسولؐ کہو)۔ ہر انسان اللہ کا بندہ ہے اور اس سے نیچے کوئی درجہ نہیں۔ حضورؐ کی اپنی حالت یہ ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

انبیاء علیہم السلام کا اُستاد کوئی نہیں ہوتا۔ وہ اللہ تعالےٰ کی نگرانی میں تربیت پاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے حضورؐ کو کیسا سوہنا بنایا۔

صدیق اکبرؓ کے بعد عمرؓ کا درجہ ہے۔ حضرت حذیفہؓ کے پاس حضورؐ کی کچھ راز کی باتیں ہوتی تھیں۔ حضرت عمرؓ ان سے پوچھا کرتے تھے۔ کہ میرا نام کہیں منافقین کی فہرست میں تو نہیں ہے۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو موسےٰ اشعریؓ میں اس موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی۔ جس کا ذکر مشکوٰۃ شریف میں باب البکاء والخوف کی اس روایت میں آتا ہے۔

ابی بردہ بن ابی موسےٰؓ کہتے ہیں۔ کہ مجھ سے عبداللہ بن عمرؓ نے کہا۔ تم جانتے ہو میرے باپ نے تمہارے باپ سے کیا کہا تھا۔ میں نے کہا مجھ کو معلوم نہیں ... تجھ کو خوش کرتی ہے کہ ہمارا اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی بعثت) کے ساتھ تھا۔ اور ہماری ہجرت آپ کے ساتھ تھی اور ہمارا جہاد آپ کے ساتھ تھا اور ہمارے سارے اعمال آپ کے ساتھ تھے۔ جو ہمارے مال غنیمت کی طرح ہیں۔ (یعنی ثابت و برقرار) اور آپ کے بعد جو عمل ہم نے کئے ہیں ان سے اگر ہم برابر سرابر چھوٹ جائیں تو ہمارے لئے کافی ہے۔ تمہارے باپ نے یہ سن کر میرے باپ سے کہا۔ نہیں یوں نہیں۔ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے جہاد کیا۔ ہم نے نماز پڑھی۔ ہم نے روزے رکھے اور بہت سے نیک اعمال ہم نے کئے اور ہمارے ہاتھوں سے بہت سے لوگ مسلمان ہوئے اور اُمید ہے کہ ہم کو ان اعمال کا ثواب ملے گا"۔ میرے باپ نے یہ سن کر کہا۔ لیکن میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں عمرؓ کی جان ہے۔ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ جو اعمال ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئے ہیں وہی ثابت و برقرار رہیں۔ اور جو ہم نے آپ کے بعد کئے ہیں۔ ان سے ہم برابر سرابر چھوٹ جائیں۔ میں نے یہ سن کر کہا کہ تمہارے باپ خدا کی قسم میرے باپ سے بہتر تھے (بخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسریٰ کی ہلاکت کے متعلق پیشینگوئی فرمائی تھی۔ ھَلَکَ قَیْصَرُ فَلَا قَیْصَرَ بَعْدَہٗ ھَلَکَ کِسْرٰی فَلَا کِسْرٰی بَعْدَہٗ۔

اس پیشینگوئی کو عملی جامہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں پہنایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے کام یہ کیا کہ ساری دنیا کے کفر کے جھنڈوں کو اسلام کے جھنڈے کے سامنے سرنگوں کر دیا۔ غیر مسلموں نے بھی ان کی عظمت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے۔ کہ اگر ایک عمرؓ اور پیدا ہو جاتا تو تو ساری دنیا میں کفر کا نام و نشان نہ رہتا۔ مگر ان کی اپنی ہستی فنا تھی۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ انسان ہر کافر فرنگ ملحد اور زندیق کو اپنے آپ سے بدرجہا بہتر سمجھے۔

ہم ان کو مجدد مانتے ہیں اور یہ اُن کا حال ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد ہوگا جو دین کو زندہ کرے گا۔

ان کے مجدد ہونے پر اُمت کا اجماع ہے ان کا درجہ یہ ہے اور حال وہ ہے کہ ہر کافر فرنگ۔ ملحد اور زندیق کو اپنے سے بہتر سمجھتے تھے ــــ سندھ میں ایک بزرگ تھے جن کا اسم گرامی پیر رشید الدینؒ تھا۔ حاجی محمد یوسف صاحب ریشم والے بہت عیاش تھے وہ ان کے مرید

باقی صفحہ ۱۱۷ پر

نکاح کے موقع پر شوہر کو کیا دعا مانگنی چاہیے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے یا خدمت کرنے والا غلام یا باندی خریدے تو یہ دعا کرے : اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ یعنی اے اللہ !اس میں جو خیر اور بھلائی ہے اور تونے اس کی فطرت میں جو خیر اور بھلائی رکھی ہے میں تجھ سے اس کا سائل ہوں وہ مجھے نصیب فرما۔ اور اس کے شر سے اور اس کی فطرت کے شر سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں تو اس سے میری حفاظت فرما۔ سنن ابی داوٗد

شادی جتنی ہلکی پھلکی اور آسان ہو اتنی ہی بابرکت ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نکاح بہت بابرکت ہے جس کا بوجھ کم سے کم پڑے۔ شعب الایمان

بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۹ سے آگے

ہو گئے۔ ایک دن کسی نے عرض کی کہ حضرت! حاجی محمد یوسف کا تو بیعت کے بعد بھی وہی حال ہے۔ فرمایا کہ یہ کالے ناگ کا ڈنگ ہے انشاء اللہ رنگ لا کر رہے گا۔ بالآخر یہ ڈنگ رنگ لایا۔ اس کے بعد میں نے خود ان کو دیکھا کہ کُتّے کے پلّوں کو چوما کرتے تھے۔ ہستی فنا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے گناہوں پر ہر وقت نظر رہے بڑے بڑے گناہوں کا ایک سائن بورڈ بنا لیا جائے۔ اور ان کو یاد کر کے نفس کو سمجھایا جائے کہ تو بڑا پاکباز بنتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ستاری سے کام لے رہے ہیں اور تیرے گناہوں کو چھپا رکھا ہے۔ اگر لوگوں کو ان کا علم ہو جائے تو تیرے منہ پر بھی نہ تھوکیں۔ یہ تعلّی کا علاج ہے۔ جتنا زیادہ ذکر اللہ ہوگا۔ اتنی زیادہ ہستی فنا ہوگی۔

قرب الی اللہ کا پھل یہ ہے۔ کہ انانیت نہ رہنے پائے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنی ہستی فنا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

مجلسِ ذکر

منعقدہ ۲ صفر المظفر ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۹ اگست ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد ——— آج کا عنوان ہے۔

صحتِ روحانی کی علامت

انسان دو چیزوں کا مجموعہ ہے۔ ۱۔ روح۔ ۲۔ جسم۔ دونوں کی صحت اور بیماری کے کچھ اسباب ہیں۔ اگر صحت جسمانی درست نہ ہو تو نہ اشتہا ہوتی ہے اور نہ کھانے کو دل چاہتا ہے۔ بیوی کہتی ہے کہ کھانا کھا لیجئے۔ میاں جواب دیتا ہے کہ بھوک ہی نہیں۔ اگر صحت جسمانی درست ہو اور کھانا بھی لذیذ ہو تو جوں جوں کھاتے جاتے ہیں۔ اشتہا بڑھتی جاتی ہے۔ گھر میں تو انسان کو بیوی بچوں کا بھی خیال ہوتا ہے۔ اس لئے ضرورت سے زیادہ نہیں کھاتا۔ تاکہ دوسرے بھوکے نہ رہیں۔ لیکن شادیوں میں لوگ زیادہ کھاتے ہیں۔ چاروں طرف سے "اور دینا جی" کی آوازیں آتی ہیں۔ دو آدمی پلاؤ کی تین بڑی پلیٹیں کھا جاتے ہیں۔ میں نے اپنے دونوں مربیوں کے ہاں دیکھا کہ اللہ اللہ کرنے والی جماعت کے ہر فرد کو تو بچا تلا کھانا ملتا تھا۔ وہاں "اور لاؤ" کی آوازیں سنائی نہیں دیتیں۔

روحانیت کا بھی یہی حال ہے۔ روح کی غذا ذکر الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورۃ الرعد رکوع ۴ پ ۱۳)۔ (ترجمہ:۔ خبردار اللہ کی یاد ہی سے دل تسکین پاتے ہیں۔) اگر روحانی صحت بحال ہے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے طبیعت میں سرور پیدا ہوتا ہے۔ نماز کا وقت آیا تو طبیعت میں بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر دوکاندار ہے تو دوکان کا دروازہ بند کرکے یا کپڑا تان کر مسجد کی طرف چل دے گا۔ اگر ملازم ہے تو کام چھوڑ کر مسجد کی راہ لے گا۔

اگر جسمانی صحت بحال ہو اور کھانا بھی لذیذ ہو تو انسان معمول سے زیادہ کھا جاتا ہے۔ اور سیر ہونے کے بعد پیالہ بھی چاٹ لیتا ہے۔ ادھر بھی یہی حال ہے۔ اگر روحانی صحت بحال ہے۔ تو فرضوں کے بعد سنتیں اور نفل بھی پڑھیگا اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمایا ہوا یہ وظیفہ بھی پڑھے گا۔ تین دفعہ استغفار۔ ایک دفعہ آیت الکرسی ۳۳ دفعہ سبحان اللہ۔ ۳۳ دفعہ الحمد للہ۔ ۳۴ دفعہ اللہ اکبر یا ۳۳ دفعہ اللہ اکبر اور ایک دفعہ لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر اس کے بعد دعا مانگے گا اور طبیعت سیر ہو جائیگی۔ جس طرح ریل کی دونوں پٹڑیاں کراچی سے لنڈی کوتل تک متوازی چلتی ہیں۔ اسی طرح جسمانیت اور روحانیت کی دونوں لائنیں متوازی چلتی ہیں۔ عقلمند انسان دونوں کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔ جس طرح جسم کو غذا دیتا ہے۔ اسی طرح روح کو وقت پر ذکر الٰہی کی غذا بہم پہنچاتا ہے۔ جس طرح ادھر لوگ چاہتے ہیں کہ مرتے وقت بھی منہ میں دودھ یا شہد ڈالا جائے۔ اسی طرح ادھر بھی شریعت کہتی ہے کہ آخری دم لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہوئے نکلے۔ یہ چیز قرآن کی تعلیم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے پیدا ہو جاتی ہے۔ دنیا دار خوب کماتے ہیں اور جو دل چاہتا ہے۔ خوب کھاتے ہیں۔ لیکن چونکہ آخرت کی فکر نہیں یہ کانے ہیں۔ ان کی دنیا کی آنکھ تو ٹھیک ہے۔ مگر آخرت کے لحاظ سے یہ نپٹ اندھے ہیں۔ ان کے مربی انگریز کا بھی یہی حال ہے۔ میں اس کی دنیوی عقل کی داد دیتا ہوں۔ وہ دنیوی لحاظ سے بڑا عقلمند۔ بڑا سمجھ دار اور بڑا معاملہ فہم ہے۔ میرے پاکستان میں انگریز کا سا دماغ رکھنے والا ایک بھی آدمی نہیں ہے۔ لیکن آخرت کے لحاظ سے وہ نپٹ اندھا ہے اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق درست نہیں ہے اس کے اندھا پن کی وجہ سے قیامت کے دن حضرت عیسٰی علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں مسئول ہوں گے۔

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ الآیہ (سورۃ المائدۃ رکوع ۱۶ پ ۷)۔ (ترجمہ:۔ اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے عیسٰی بیٹے مریم کے کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی دو خدا بنا لو۔ میں انگریز کے وقت یہ سب کچھ کہا کرتا تھا اور مجھے اس وقت یقین تھا کہ جو میں کہتا ہوں وہ سب کچھ اس کو پہنچتا ہے۔ ایک دفعہ چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے نے۔ جنہوں نے سارا قرآن مجید اس مسجد میں مجھ سے پڑھا ہے۔ اسٹیشن پر میاں عبدالعزیز صاحب ڈی آئی جی۔ سی آئی ڈی سے میرا تعارف کرایا۔ ان کو یہ علم نہ تھا کہ میں میاں صاحب سے واقف ہوں۔ جب پہلی عالمگیر جنگ کے دوران مقدمہ سازش میں گرفتار ہوا تو ان کے سامنے کئی دفعہ مجھے پیش کیا گیا۔ چوہدری فتح محمد صاحب کے تعارف کرانے کے بعد میاں صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب آپ جو کچھ کہتے ہیں وہ سب کچھ ہمیں پہنچتا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ میں جو کچھ کہتا ہوں یہ سمجھ کر کہتا ہوں کہ آپ کو پہنچتا ہے قرآن مجید پڑھنے سے آنکھیں کھلتی ہیں تو انسان آخرت کی فکر کرتا ہے۔ میں جرأت سے تب بھی کہتا تھا اور اب بھی کہتا ہوں کہ جو قرآن مجید کا اتباع نہیں کرتے۔ وہ آخرت کے لحاظ سے نپٹ اندھے ہیں۔

ذکر الٰہی کا اصل محل تو دل ہے۔ زبان تو اس کا اظہار کرتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا (سورۃ الکہف رکوع ۴ پ ۱۵) (ترجمہ) اور اس شخص کا کہنا نہ مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد

سے غافل کر دیا ہے۔)

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو روح اور جسم دونوں کے پروگراموں کو ساتھ ساتھ نباہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

بعض صحابہ کرام کو جب حضورؐ کے اندرون خانہ کے مشاغل کا علم ہوا۔ تو انہوں نے ارادہ کیا کہ ہم بھی دن کو روزہ رکھا کریں گے اور رات کو شب بیدار رہا کریں گے۔ حضورؐ کو جب اس کا پتہ چلا تو آپ نے ان کو اس پروگرام پر عمل کرنے سے روک دیا۔ آپ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَى اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْئَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِهَا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا اَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّى اللَّيْلَ اَبَدًا وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَصُوْمُ النَّهَارَ اَبَدًا وَلَا اُفْطِرُ وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّىْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهٗ لٰكِنِّىْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّىْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِىْ فَلَيْسَ مِنِّىْ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ تین آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا حال دریافت کریں۔ جب ان لوگوں کو آپ کی عبادت کا حال بتلایا گیا تو انہوں نے آپ کی عبادت کو کم خیال کرکے آپس میں کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ہم کیا چیز ہیں۔ خدا نے تو ان کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں (یہ سن کر ان میں سے) ایک نے کہا۔ میں اب ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کرونگا دوسرے نے کہا اور میں دن کو ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا۔ اور کبھی افطار نہ کروں گا۔ تیسرے نے کہا۔ میں عورتوں سے الگ رہوں گا۔ اور کبھی نکاح نہ کروں گا۔ (آپس میں یہی باتیں ہو رہی تھیں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور ان سے فرمایا۔ کیا تم نے ایسا ایسا کہا ہے۔ تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں تم سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں اور تم سے زیادہ تقوےٰ کرتا ہوں۔ باینہمہ روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں (یہی میرا طریقہ ہے) پس جو شخص میرے طریقہ سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ (یعنی جس نے میرے طریقہ کو پسند نہیں کیا وہ میری جماعت سے خارج ہے۔ (بخاری ومسلم)

اسلام یہ نہیں چاہتا کہ ہم جسمانیت کو فنا کر دیں۔ بلکہ وہ روحانیت اور جسمانیت دونوں کے پروگراموں کو نبھانے کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام کا ترجمان قرآنمجید ہے۔ اور قرآن مجید (۱) تمام ذوی الحقوق کی فہرست بتلاتا ہے ——— (۲) ان کے نمبر بتلاتا ہے ——— (۳) ——— ہر ایک کے حقوق کے ادا کرنے کا طریقہ بتلاتا ہے۔ جن کے حقوق ہمارے ذمہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان سب کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العلمین

میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آباد رکھے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہوں کہ جسمانیت کے ساتھ ساتھ روحانیت کے پروگرام کو بھی نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس پروگرام پر معمولی سے معمولی عقل والا انسان بھی آسانی سے چل سکتا ہے۔ جس طرح ادھر پیٹ نہیں بھرتا۔ ہر شخص هَلْ مِنْ مَّزِيْد کہتا ہوا سنائی دیتا ہے۔ ادھر بھی یہی ہونا چاہیئے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ لاکھوں مسلمان ایک ہی لائن پر جا رہے ہیں۔ آپ کے محلہ میں ایسے لوگ ہوں گے۔ جن کو نہ خدا یاد ہے اور نہ شریعت کا لحاظ ہے۔ ان کے پیش نظر دنیا ہی دنیا ہے۔ یہ ان کی بدقسمتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو خوش نصیب بنائے۔ آمین یا الہ العالمین

میں بھی پاک نہیں ہوں۔ آپ میرے لیے دعا کریں میں آپ کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دونوں پروگرام نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العلمین

مجلس ذکر

منعقدہ ۹ صفر المظفر ۱۳۷۷ھ مطابق ۵ ستمبر ۱۹۵۷ عیسوی

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی ۔

استقامت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ ۔
اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ (سورہ حٰمٓ السجدہ ۱۷ رکوع ۴ پ ۲۴) (ترجمہ بے شک جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے ۔ پھر اس پر قائم رہے ۔ ان پر فرشتے اُتریں گے کہ تم خوف نہ کرو ۔ اور نہ غم کرو اور جنت میں خوش رہو ۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا)

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ مجلس ان احباب کے لئے منعقد کی جاتی ہے جن کو یہ شوق ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کو امراض روحانی سے شفایاب ہو کر دنیا سے رخصت ہونے کی توفیق عطا فرمائے ۔ میں یہ بھی عرض کیا کرتا ہوں کہ بیماریاں دو قسم کی ہیں ۔ ۱ ۔ جسمانی ۔ ۲ ۔ روحانی ۔ جسمانی امراض کا تو عام طور پر احساس ہوتا ہے بچہ کے پیٹ میں درد ہو تو وہ بھی روتا ہے ماں اس کے رونے سے سمجھ جاتی ہے ۔ کہ اس کے پیٹ میں درد ہے ۔ اللہ تعالےٰ کا فضل شامل حال ہو تو علاج کرانے کے بعد اکثریت شفایاب بھی ہو جاتی ہے ۔ لیکن امراض روحانی کا احساس بہت کم لوگوں کو ہوتا ہے ۔ روحانی امراض کے متعلق میں وقتاً وقتاً کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں ۔ دروازہ الٰہی پر آنے اور ہادی کی صحبت نصیب ہونے کے بعد ان امراض کا احساس ہوتا ہے پہلے ہادی تشخیص کرتا ہے پھر علاج کرتا ہے ۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے شفا بھی ہو جاتی ہے ۔ جس طرح

والدین بچہ کی تربیت کرتے ہیں ۔ باپ کماتا ہے اور ماں پکاتی اور کھلاتی ہے ۔ جو بچہ پہلے کروٹ بھی نہ بدل سکتا تھا ۔ وہ والدین کی تربیت سے آہستہ آہستہ جوان ہو جاتا ہے ۔ اسی طرح ہادی کی تربیت سے آہستہ آہستہ روحانیت میں ترقی ہوتی جاتی ہے ۔ طالب تربیت کے بعد آہستہ آہستہ اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے ۔ جہاں سے عالم ملکوت کے حالات کو اخذ کرنے لگتا ہے ۔ اسی لئے تو میں کہا کرتا ہوں کہ اولیاء اللہ کے جوتوں کے تلووں کی خاک کے ذروں میں سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے ۔ نہیں ہوتے ۔ نہیں ہوتے ۔

اگر امراض روحانی کا اس دنیا میں علاج نہ ہوا تو قبر میں ہوگا ۔ اولیاء اللہ قبر دیکھ کر بتلا دیتے ہیں کہ یہ جہنم کا گڑھا بنی ہوئی ہے یا جنت کا باغ ۔ یہ علم غیب نہیں ہے ۔ علم غیب بلا حیلہ بلا وسیلہ بلا ذریعہ اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے ۔ مشکوٰۃ شریف کی پہلی حدیث میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام انسانی شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوال کرتے ہیں ۔ ان میں سے ایک سوال قیامت کے متعلق ہے ۔ حضورؐ نے اس کے جواب میں فرمایا مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْہَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ (ترجمہ ۔ جس سے پوچھا جا رہا ہے ۔ وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا ہے) آپ نے قیامت کی علامتیں بیان فرمائی ہیں ۔ جن میں سے اکثر ظاہر ہو چکی ہیں ۔ صرف دو چار بڑی بڑی علامتیں باقی ہیں ۔ لیکن آپ نے نہ صدی نہ سن نہ مہینہ اور نہ ہفتہ کی تعین فرمائی ۔ صرف دن کی تعین فرمائی ہے کہ جمعہ کا دن ہوگا ۔

ڈاکٹر اور حکیم نبض دیکھ کر مرض بتلا دیتے ہیں ۔ کیا یہ علم غیب ہے ؟ ہر ایک کی استعداد کے مطابق اس کی تربیت میں وقت صرف ہوتا ہے ۔ بعض کی ۵ سال ۔ بعض کی ۱۰ سال بعد تربیت ہوتی ہے اور بعض کی ساری عمر نہیں ہوتی معدودے چند ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی ایک دو روز میں ہی تربیت ہو جاتی ہے ۔

آج کا عنوان ہے **استقامت** ۔ جو آیت میں نے تلاوت کی ہے ۔ اس میں اس کا ذکر ہے ۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس آیت کا مصداق بن کر دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الٰہ العالمین ۔

ایک دن زبان سے رَبُّنَا اللّٰہُ کہا تو اللہ تعالےٰ سے کنکشن ہو گیا ۔ پھر اس کا دروازہ چھوڑ کر دوسرے کسی دروازے پر نہ گئے اور نہ غیر اللہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا ۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُہٗ ‌ۡ الآیہ (سورہ الحجر رکوع ۲ پ ۱۴) (ترجمہ اور ہر چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں) صحت ۔ لباس ۔ مکان ۔ اولاد ۔ عدل و انصاف ہر چیز کے خزانے اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں ۔ جس چیز کی ضرورت ہو ۔ اسی سے مانگی جائے ۔

ہر چیز کی نشو و نما کے تین درجے ہوتے ہیں ۔ (۱) ابتدائی ۔ (۲) اوسط اور (۳) انتہائی ۔ مثلاً انسان جب پیدا ہوتا ہے تو چھ ماہ تک کروٹ بھی نہیں بدل سکتا ۔ ذرا بڑا ہوا تو بیٹھنے لگتا ہے ۔ پھر گھٹنوں کے بل چلتا ہے ۔ اس کے بعد چلنا اور دوڑنا سیکھ جاتا ہے ۔ ۵ ۔ ۶ سال تک ابتدائی درجہ ہوتا ہے ۔ اس کے بعد اٹھارہ سال تک اوسط ۔ اور ۴۰ سال تک انتہائی درجہ ہوتا ہے ۔ دانہ جب بویا جاتا ہے تو پودا اُگتا ہے پودا جب بڑا ہو جاتا ہے تو اس میں بالیاں لگتی ہیں ۔ بالیوں میں دانے پیدا ہوتے ہیں ۔ دانہ پہلے دودھیا ہوتا ہے پھر پختہ ہو جاتا ہے ۔ قرب الی اللہ کے بھی یہی تین درجے ہیں ۔ انتہائی درجے کا نام استقامت ہے ۔

انبیاء علیہم السلام اہل استقامت کے امام ہوتے ہیں ۔ ساری قوم ایک طرف ہوتی ہے اور نبی ایک طرف ہوتا ہے ۔ سید الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک طرف تھے اور سب قریش دوسری طرف ۔ لوط علیہ السلام ایک طرف تھے اور سارے بدمعاش دوسری طرف ۔ انبیاء علیہم السلام کوہ استقامت ہوتے ہیں اور ان پر مخالفین کا ذرہ برابر رعب نہیں پڑتا ۔ جنگ ہوازن میں بکثرت نومسلم نوجوان تھے ۔ جو فتح مکہ معظمہ کے موقعہ پر مسلمان ہوئے تھے ۔ وہ آگے تھے اور تجربہ کار صحابہؓ پیچھے تھے ۔ دشمنوں کی طرف سے جب تیروں کی بارش ہوئی تو بھاگڑ پڑ گئی ۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر کھڑے رہے اور یہ کلمات آپ کی زبان مبارک پر تھے ۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ — اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

(ترجمہ۔ میں کوئی جھوٹا نبی نہیں ہوں میں عبدالمطلب کا بیٹا (پوتا) ہوں یعنی میں دعوٰے نبوّت میں بھی سچا ہوں اور خاندانی لحاظ سے بھی ایک بہادر قوم کا فرد ہوں)

نمبر اوّل صاحب استقامت انبیا علیہم السلام ہوتے ہیں۔ نمبر دوم ان کے دروازے کے غلاموں میں سے بھی بعض اس مرتبہ پر فائض ہو جاتے ہیں۔ فرعون کے جادوگر جب موسٰے علیہ السلام پر ایمان لے آئے تو فرعون ان کو دھمکیاں دیتا ہے۔ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ (سورہ طٰہٰ ع ۳ پ ۱۶) (ترجمہ سو اب میں تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹوا دوں گا اور تمہیں کھجور کے تنوں پر سولی دونگا) فرعون خدائی کا دعویدار سے وہ پھانسی بھی دے سکتا ہے اور ہاتھ پاؤں بھی کاٹ سکتا ہے۔ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ الایہ (سورۃ القصص ع ۴ پ ۲۰) ترجمہ:۔ میں نہیں جانتا کہ میرے سوا تمہارا کوئی اور معبود ہے۔ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (سورہ النّٰزعٰت ع ۱ پ ۳۰) ترجمہ پھر کہا میں تمہارا سب سے برتر رب ہوں) ایسے مغرور بادشاہ کو جادو گر جواب دیتے ہیں۔ فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ط اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۞ (سورہ طٰہٰ ع ۳ پ ۱۶۔ (ترجمہ۔ سو تو کر گزر جو تجھے کرنا ہے۔ تو صرف اس دنیا کی زندگی پر حکم چلا سکتا ہے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بعض قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ صدیق اکبرؓ نے ان کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا۔ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عِقَالًا لَجَاهَدْتُهُمْ عَلَيْهِ (ترجمہ اگر وہ مال زکوٰۃ میں سے مجھ کو اونٹ کی رسّی دینے سے بھی انکار کریں گے۔ تو میں ان کے خلاف جہاد کرونگا حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تَاَلَّفِ النَّاسَ وَ اَرْفُقْ بِهِمْ (اے رسول اللہؐ کے خلیفہ! لوگوں سے اُلفت و موافقت کریں اور ان سے نرمی برتیں) صدیق اکبرؓ نے ان کو ڈانٹا۔ اَجَبَّارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَ خَوَّارٌ فِي الْاِسْلَامِ اِنَّهٗ قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْيُ وَ تَمَّ الدِّيْنُ اَيَنْقُصُ وَ اَنَا حَيٌّ (ترجمہ۔ ایام جاہلیت میں تو تم بڑے بہادر تھے اور اسلام میں (داخل ہو کر) بزدل ہوتے ہو۔ بے شک وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے اور دین کامل ہو چکا ہے۔ اس (دین) میں نقص پیدا ہو اور میں زندہ رہوں (یہ ہرگز نہیں ہو سکتا) صدیق اکبرؓ کی استقامت اسلام کو بچا کر لے گئی۔ ورنہ اسلام مدینہ میں ہی دفن ہو جاتا۔ ایک قبیلہ زکوٰۃ معاف کرا لیتا ۔ دوسرا نماز۔ تیسرا روزے اور چوتھا حج۔ اس موقع پر بڑے بڑے صحابہ کرام کے قدم بھی ڈگمگا گئے تھے۔ غرضیکہ ساری قوم ایک طرف ہے اور حضرت صدیق اکبرؓ ایک طرف وہ تن تنہا اونٹ یا گھوڑے پر سوار ہو کر مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کے لئے تشریف لے جانے لگتے ہیں تو حضرت علیؓ مہار یا باگ پکڑ لیتے ہیں۔ اس کے بعد صحابہؓ کرام کو علم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کی مرضی یہی ہے

صوفیاء کرام فرماتے ہیں :۔

اُطْلُبُوا الْاِسْتِقَامَةَ وَلَا تَطْلُبُوا الْكَرَامَةَ فَاِنَّ الْاِسْتِقَامَةَ فَوْقَ الْكَرَامَةِ (ترجمہ استقامت کی دعا کرو اور کرامت کی دُعا نہ کرو۔ کیونکہ استقامت کرامت سے بالاتر ہے) اللہ والے یہ سبق پڑھاتے ہیں۔ استقامت کا درجہ کرامت سے اس لئے بالاتر ہے۔ کہ استقامت صاحب استقامت کو دے دی جاتی ہے۔ وہ دن کو بھی صاحب استقامت ہوتا ہے۔ اور رات کو بھی۔ کرامت ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ اللہ تعالےٰ جب چاہے ولی کے ہاتھ سے کرامت دکھلا دے کرامت میں ہاتھ ولی کا ہوتا ہے۔ اور طاقت اللہ تعالےٰ کی کام کرتی ہے۔ کرامت اور معجزہ میں فرق یہ ہے کہ نبی کے ہاتھ پر خلاف معتاد کوئی چیز ظاہر ہو تو وہ معجزہ ہے۔ غیر نبی کے ہاتھ پر ہو تو کرامت۔ نہ معجزہ نبی کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اور نہ کرامت ولی کے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى الایہ (سورہ الانفال ع ۲ پ ۹) (ترجمہ:۔ اور آپ نے مٹھی نہیں پھینکی۔ جبکہ آپ ہی نے پھینکی تھی)۔ ایک مٹھی بھر کنکریوں کا ہر کافر کی آنکھ میں پڑ جانا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ بظاہر حضورؐ نے ہی کنکریاں پھینکی تھیں۔ لیکن ان کو اتنا پھیلا دینا یہ اللہ تعالےٰ کا کام تھا۔ ہاتھ حضورؐ کا تھا اور طاقت اللہ تعالےٰ کی۔ چونکہ نبوّت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اس لیے اب معجزات ظاہر نہ ہوں گے۔ لیکن اولیائے کرام کی کرامتیں اب بھی ظاہر ہوتی رہیں گی۔ میں بھی کرامتوں کا قائل ہوں۔ حضرت امروٹی رح کے بڑے خلیفہ حضرت مولانا عبدالعزیز رح سکنہ تھریجانی ضلع سکھر تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت رح ان کے ہاں تشریف لائے انہوں نے صرف ۱۵۔۲۰ آدمیوں کے کھانے کا انتظام کیا تھا۔ لیکن جب کھانے کا وقت آیا تو بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ حضرت رح کو جب اس کا علم ہوا تو فرمایا عبدالعزیز رح روٹیوں اور سالن پر کپڑا ڈال کر کھلانا شروع کر دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جتنے لوگ موجود تھے۔ سب کھا گئے یہ حضرت رح کی کرامت تھی۔

ثُمَّ اسْتَقَامُوْا جو آیت میں نے شروع میں تلاوت کی ہے۔ اس میں ثُمَّ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ ثُمَّ میں کافی دیر پائی جاتی ہے۔ "فَ" بھی اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مگر اس میں کم دیر پائی جاتی ہے۔ جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔ انہوں نے جو کام کیا ٹھیک کیا۔ اللہ تعالےٰ ان سے راضی ہو گئے اور بہشت کا ٹکٹ عطا فرما دیا۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس درجہ پر پہنچائے آمین یا الٰہ العالمین۔

فکر تو اس جہان کی ہونی چاہیئے جہاں سدا رہنا ہے۔ اُس جہان کی ڈیوڑھی قبر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضورؐ کے درمیان ڈھائی ہزار برس کا فاصلہ تھا۔ حضورؐ کی بعثت کو اب [illegible] چودہ سو سال ہو چکے ہیں۔ گویا اب[illegible] کے زمانہ کے لوگ تقریباً چار ہزار سال سے قبروں میں سوئے ہوئے قیامت کا انتظار کر رہے ہیں۔ نہ معلوم ہم نے کتنا عرصہ قبروں میں سونا ہے۔ بے دین دنیا دار اکثر اس قسم کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ ہم جنازہ کو کندھا نہیں دیں گے نہ ہم رشتہ لیں گے اور نہ دیں گے۔ عام لوگ ان دھمکیوں سے ڈر جاتے ہیں لیکن صاحب استقامت کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ فقط ایک اللہ تعالےٰ پر بھروسہ رکھتا ہے۔ ع

میرے مولا میری بگڑی کے بنانیوالے

جن کا کوئی نہیں ہوتا۔ کیا ان کو بیویاں نہیں ملتیں؟ کیا ان کے جنازے پڑے رہ جاتے ہیں؟

قرآن مجید کی برکت سے صحابہ کرامؓ کے ایمان اتنے مضبوط ہو گئے تھے۔ کہ

ان کو اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسولؐ کے سوا کسی کی پرواہ نہ تھی۔ وہ قیصر اور کسریٰ سے ٹکرا گئے۔ دونوں کو اللہ تعالےٰ نے ان کے مقابلے میں شکست دی۔

اب بھی قرآن مجید کے دروازے پر عقیدت سے آیئے۔ پھر ایمان اتنا مضبوط ہو جائے گا کہ کسی کی پرواہ نہوگی ڈاکٹر اور حکیم جسمانی کمزوری کا نسخہ بتلاتے ہیں۔ اس کے استعمال سے واقعی طاقت آ جاتی ہے۔ رُوحانی طاقت کا نسخہ قرآنمجید ہے۔

استقامت کے درجہ پر پہنچنے کے لیے تربیت کی ضرورت ہے پختگی آہستہ آہستہ آتی ہے اوصی نفسی اولا و اپاکم بعدہا اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو سدا ہی قرآن کے دروازہ پر آنے کی توفیق عطا فرمائے مجھے مرتے دم تک اخلاص سے قرآن سنانے اور آپ کو عقیدت سے سُننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

حضرت فاطمہ رضِی اللہ عنہا کی شادی کا سازوسامان

حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی فاطمۃ الزہرا کو جہیز کے طور پر یہ چیزیں دی تھیں، ایک پلُّودار چادر، ایک مشکیزہ، ایک تکیہ جس میں اذخر گھاس بھری ہوئی تھی۔ (فائدہ: اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ چیزیں اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہ کے نکاح کے موقع پر جہیز کے طور پر دی تھیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ میں عرب میں نکاح شادی کے موقع پر لڑکی کو جہیز کے طور پر کچھ سامان دینے کا رواج بلکہ تصور بھی نہیں تھا بلکہ یہ انتظام حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کے سرپرست ہونے کی حیثیت سے انہی کی طرف سے اور انہی کے پیسوں سے کیا تھا کیونکہ یہ چیزیں ان کے گھر میں نہیں تھیں۔) سنن نسائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلس ذکر

مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی ۱۲ ستمبر کو بذریعہ خیبر میل کراچی اور پھر وہاں سے عمرہ کے لئے ۱۶ ستمبر کو حرمین الشریفین روانہ ہو گئے ہیں۔ اگرچہ حضرت اقدس نے اپنے اس پروگرام کو آخری وقت تک اخفاء راز میں رکھا۔ لیکن پھر بھی بعض احباب کو اس کی اطلاع مل گئی اور گیارہ ستمبر بروز بدھ مغرب کے قریب لاہور اور بیرونجات سے کافی احباب جمع ہو گئے۔ نماز مغرب کے بعد حضرت اقدس نے ان حضرات کے سامنے ایک مختصر مگر اہم تقریر فرمائی جو ہدیہ قارئین ہے۔ "ادارہ"

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ

عنوان عرض کرتا ہوں

حرمین شریفین کے سفر پر روانگی کے وقت اللہ اللہ کرنے والی جماعت کے نام آخری پیغام

میرا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکی کا کام اپنے جس بندے سے چاہتے ہیں لے لیتے ہیں۔ نیکی کا کام کرنے میں بندے کا نہ کوئی ذاتی اختیار ہوتا ہے اور نہ اس کی قابلیت اور استعداد کو اس میں دخل ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ کسی سے نیکی کا کام لے لیں۔ کیونکہ نیکی کرنے میں جو قوتیں کام کرتی ہیں وہ سب اسی کی عطا فرمائی ہوئی ہیں۔ آنکھوں میں بینائی۔ کانوں میں قوت شنوائی۔ زبان میں قوت گویائی۔ دماغ میں عقل۔ ہاتھوں میں پکڑنے اور پاؤں میں چلنے کی طاقت۔ سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے۔ اس واسطے کسی اللہ والے نے فرمایا ہے ؎

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی
منت ازو شناس کہ بخدمت گذاشتت

ترجمہ:۔ اگر تو بادشاہ کی خدمت کرتا ہے تو یہ تیرا اس پر احسان نہیں ہے بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تجھے اپنی خدمت کے لیے اس نے مقرر کر رکھا ہے۔ بادشاہ کو خدمتگذاروں کی کیا کمی ہے۔ یہ اس کا احسان ہے کہ جس کو چاہے اپنی خدمت پر مامور فرمائے۔ اسی طرح یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے تو پھر نیکی کا اجر دینا بھی اس کا فضل ہے۔ ورنہ ہمارا حق نہیں ہے کہ ہم کہیں کہ ہمیں اجر دیا جائے۔ فضل کے معنی احسان ہے۔ مطالبہ کرنے کا ہمیں حق ہی نہیں۔ بندہ تو صفر محض ہے۔ نیکی کا کوئی کام لے لے تو یہ اس کا فضل ہے۔ نیکی کا اجر دے دے تو یہ اس کا احسان ہے۔ اپنا حق سمجھ کر اجر کا مطالبہ کرنا جرم ہے۔ البتہ اجر کے لئے دعا کرتا رہے تو یہ جائز ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ سے یہ کہے کہ اے اللہ میں تیرے ہی دروازے پر پڑا ہوں تو ہی دے۔ میں اور کسی سے کیوں مانگوں ——— اللہ تعالیٰ کے سوا دنیا میں جس کسی کا انسان کام کرتا ہے۔ اس سے معاوضہ طلب کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس کا اس پر کوئی احسان نہیں۔ مثلاً دوکاندار سے ہم نے سودا لیا اور دام دے دیئے نہ ہمارا اس پر اور نہ اس کا ہم پر کوئی احسان ہے — عوض معاوضہ گلہ ندارد۔ اللہ تعالیٰ کے سوا یہ اور کسی کا درجہ نہیں کہ ہم اس کا کام کرکے اس سے معاوضہ طلب نہ کر سکیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خصوصیت ہے کہ اس کے دین کی خدمت کرکے اپنا حق سمجھ کر اجر کا مطالبہ کرنا جرم ہے۔ کافر بھی جب کسی سے کوئی کام کراتا ہے۔ تو اس کو مزدوری دیتا ہے تاکہ وہ کچھ کھا پی کر تازہ دم ہو کر دوبارہ پھر کام کے لیے آ جائے۔ اللہ تعالیٰ تو سب سخیوں کا خالق ہے۔ جب اس نے کام کرایا ہے تو اجر بھی ضرور دے گا۔ اگر اور کسی سے بھی اجر مانگتا ہے۔ تو پھر یہ نہ کہے کہ میں خدا واسطے خدمت کر رہا ہوں۔

مجھ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی جماعت کی جو خدمت لی ہے یہ اس کا فضل ہے میں اپنا حق سمجھ کر اس سے اس کا معاوضہ نہیں مانگتا۔ میرے دونوں مربیوں کی قبروں پر اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے آمین یا الٰہ العالمین۔ ان کے جوتوں کی خاک سے ایک یہ موتی ملا ہے۔ کہ میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی سے نہیں مانگتا۔ اللہ تعالیٰ بیچنے کسی سے نہیں اور دینے سب کو ہیں۔ انسان کو اسی سے طمع رکھنی چاہیئے۔ جب وہ خدمت لے گا تو اجر ضرور دیگا۔ اگرچہ یہ اس کا حق نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کا معاوضہ لیتے ہیں۔ ان کی عزت نہیں ہوتی۔ اگر ایک شخص آپ کو پانی مفت پلا دے۔ جبکہ گھڑا اور گلاس آپ کا ہو تو آپ محسوس کریں گے کہ اس نے آپ پر احسان کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد عرض کرتا ہوں۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَفُّ اَهْلُ النَّارِ فَيَمُرُّ بِهِمُ الرَّجُلُ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ يَا فُلَانُ اَمَا تَعْرِفُنِيْ اَنَا الَّذِيْ سَقَيْتُكَ شَرْبَةً وَقَالَ بَعْضُهُمْ اَنَا الَّذِيْ وَهَبْتُ لَكَ وَضُوْءًا فَيَشْفَعُ لَهٗ فَيُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخیوں کو ایک صف میں کھڑا کیا جائیگا پھر ان کے پاس سے بہشتیوں میں سے ایک آدمی گزرے گا۔ پھر دوزخیوں میں سے ایک آدمی اُسے کہے گا۔ اے فلاں کیا تو مجھے پہچانتا نہیں۔ میں وہی ہوں جس نے تمہیں ایک مرتبہ پانی پلایا تھا۔ اور بعض نے کہا ہے۔ کہے گا۔ میں وہی ہوں جس نے تمہیں وضو کے لیے پانی دیا تھا۔ پھر وہ بہشتی اس کے حق میں شفاعت کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اُسے بہشت میں داخل کر دے گا۔)

اس ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ بغیر معاوضہ کے پانی کا ایک گلاس پلانا یا وضو کے لئے پانی دینے کا اتنا بڑا اجر ہے کہ ایک دوزخی

کو دوزخ سے نکال کر جنت میں پہنچا دیا گیا اگر وہ پیسہ لے لیتا تو پھر اس کا حق نہ تھا۔ کہ قیامت کے دن وہ شفاعت کی درخواست کرتا۔

اللہ تعالےٰ نے اپنی جماعت کی مجھ سے جو خدمت لی ہے۔ یہ میرا جماعت پر احسان نہیں ہے۔ بلکہ یہ مجھ پر اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ میں خوش ہوتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے اللہ اللہ سیکھنے کے لئے میرے پاس اپنا کوئی بندہ بھیجا ہے۔ جتنا وہ اللہ اللہ کرے گا۔ مجھ کو ثواب ملے گا۔ بلکہ مرنے کے بعد بھی ملتا رہے گا۔ مجھ پر اللہ تعالےٰ کا اس سے بڑھ کر اور کیا احسان ہوگا کہ اس نے مجھ سے یہ کام لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ (ترجمہ:۔ نیکی پر دلالت کرنے والا مثل نیکی کرنے والے کے ہے)

یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے اور میرے دونوں مربیوں کی دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اپنی دین کی خدمت کا موقعہ عطا فرمایا ہے۔ پیدا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن جننے والی ماں کا بھی حق ہوتا ہے اگر ماں باپ نے بد دعا کی تو دوزخ میں جائے گا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ ھُمَا جَنَّتُکَ وَنَارُکَ (ترجمہ وہ دونوں (ماں باپ) تیری جنت اور دوزخ ہیں میرے جن دو مربیوں کی صحبت میں اللہ تعالےٰ نے مجھے سمجھ عطا فرمائی ہے میرا ایک ایک رونگٹا اُن کے لئے دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے آپ کی جو خدمت کی ہے اس کے اجزاء عرض کرتا ہوں۔ اگر آپ نے ان کو لوح دل پر لکھ لیا اور عمل کیا تو میری اور آپ کی نجات ہو جائیگی اگر آپ ان کو بھول گئے تو آپ بھی خطرہ میں پڑ جائیں گے۔

۱۔ اللہ تعالےٰ میری جماعت کو شرک سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بیعت کے وقت میں جو الفاظ کہلواتا ہوں ان میں سے ایک شرک ہے۔ توبہ بھی ہے۔ شرک کیا ہے۔ بندے کا جو تعلق اللہ تعالےٰ سے ہونا چاہیئے۔ وہ غیر اللہ سے رکھنا یہ شرک ہے شرک کے مقابلہ میں توحید آتی ہے۔ توحید میں وحدت جانبین سے ہونی چاہیئے۔ توحید کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ تیرے سوا میرا کوئی نہیں اور میں بھی تیرے سوا کسی کا نہیں ہوں۔ توحید یہ ہے کہ اگر مصیبت آئے تو خُدا سے دُعا کی جائے۔ صحت بگڑ جائے تو خدا سے صحت مانگی جائے۔ افلاس و ناداری آئے تو اس کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے۔ غرض یہ کہ ہر ضرورت کے لئے اُسی کے سامنے ہاتھ پھیلایا جائے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو توحید پر استقامت عطا فرمائے۔ جس طرح باپ مرجائے تو چھوٹے بچے آوارہ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح شیخ کے بعد استقامت کا پتہ چلتا ہے۔ پھر اپنا اپنا رنگ نکلتا ہے۔ بعض صاحب استقامت نکل آتے ہیں اور بعض ڈھل مل یقین۔

(۲) اللہ تعالےٰ میری جماعت کو کفر سے بھی بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ایمان کی ضد کفر ہے۔ ایمان جائے تو کفر آتا ہے۔ ایمان یہ ہے کہ اے اللہ میں تیرا اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم دل سے مانتا ہوں۔ صدق اللّٰہ العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذالک من الشّٰھدین والشّٰکرین یہ ایمان ہے۔ عمل میں کوتاہی ہو جائے تو بخشش ہو سکتی ہے۔ عام طور پر مسلمان عمل میں قاصر ہیں۔ مثلاً نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ اکثر مسلمان فرض جانتے ہیں۔ لیکن عمل میں کوتاہی آ جاتی ہے۔ اگر ایمان سلامت رہا تو ایسے شخص کے لئے شفاعت بھی ہو سکتی ہے اور نجات بھی۔ اللہ تعالےٰ ایمان میں خلل سے بچائے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا اگر کوئی حکم ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے ہمیں ہر حالت میں اس پر دل سے مہر تصدیق لگانے کی اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمائے۔

(۳) اللہ تعالےٰ میری جماعت کو سنت کا پابند بنائے اور بدعت سے بچائے۔ بکثرت لوگ سنت سے ہٹ کر بدعت میں پھنس جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عَنْ غُضَیْفِ بْنِ الْحَارِثِ الثُّمَالِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَۃً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُھَا مِنَ السُّنَّۃِ فَتَمَسُّکٌ بِسُنَّۃٍ خَیْرٌ مِّنْ اِحْدَاثِ بِدْعَۃٍ (رواہ احمد) (ترجمہ۔ غضیف بن حارث ثمالیؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس قوم نے (دین میں) کوئی نئی بات نکالی۔ اس کے مثل ایک سنت اُٹھا لی جاتی ہے۔ پس سُنّت کو مضبوط پکڑنا بدعت سے بہتر ہے۔

بدعت کے دو جُز ہیں۔ ۱۔ دین کے رنگ میں کوئی نئی چیز ایجاد کرنا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت نہ ہو۔ ۲۔ اس کو ساری اُمت پر لازم کرنا۔ لازم کرنے کی دلیل یہ ہے کہ نہ کرنے والے پر طعن کیا جائے۔ مثلاً ایک شخص روزانہ ہزار مرتبہ لا الٰہ الا اللّٰہ پڑھتا ہے اگر وہ نہ پڑھنے والوں پر طعن نہیں کرتا تو یہ بدعت نہیں ہے۔ میں قادری ہوں۔ نقشبندی۔ سہروردی۔ قادری اور چشتی چاروں طریقوں کو درست سمجھتا ہوں۔ ہمارے بعض بھائی جو گیارہویں نہ دیں ان کو وہابی (بے ایمان) کہتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت با سعادت ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ میں ہے اور سورہ مائدہ کی آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا حجۃ الوداع کے موقعہ پر نازل ہو چکی ہے۔ گویا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سے تقریباً پونے پانچ سو سال پہلے دین مکمل ہو چکا ہے۔ پھر گیارہویں شریف جزو ایمان کیسے بن گئی۔ کہ نہ دینے والوں کو وہابی کہا جائے۔

میرے دادا پیرؒ ایک ہیں اور مربّی دو ہیں۔ حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ میری بیعت کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے۔ انہوں نے قادری خاندان کے سب اشغال سکھلائے۔ لیکن اس میں گیارہویں شریف کا نام کہیں نہیں آیا۔ حضرت امروٹی رحمۃ اللہ میری بیعت کے بعد بائیس سال زندہ رہے۔ انہوں نے بھی کبھی گیارہویں شریف کا ذکر نہیں فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نماز ایمان اور کفر میں مابہ الامتیاز تھی۔ اس زمانہ میں منافقین بھی نماز پڑھتے تھے۔ لیکن اب گیارہویں شریف ایمان اور کفر میں مابہ الامتیاز ہے۔ ایک شخص نماز فرض ہونے کے باوجود نہیں پڑھتا نہ رمضان شریف کے روزے رکھتا ہے۔ حج اگر اس پر فرض ہے تو نہیں کرتا اور اسی طرح زکوٰۃ فرض ہے تو ادا نہیں کرتا۔ لیکن آئمہ مساجد کو بڑے اہتمام کے ساتھ گیارہویں کھلا دیتا ہے تو وہ پکا مسلمان ہے اور جو پنجوقتہ نماز با جماعت ادا کرے۔ رمضان کے روزے باقاعدہ رکھے۔ حج بھی کر چکا ہو اور زکوٰۃ پائی پائی گن کر ادا کرتا ہو لیکن گیارہویں نہ دے تو وہابی (بے ایمان) ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۸ پر)

شادی کے موقع پر دولہا کو کن الفاظ میں دعا دی جائے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی ایسے آدمی کو جس نے شادی کی ہوتی مبارک باد دیتے تو یوں فرماتے: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ یعنی اللہ تم کو مبارک کرے تم پر برکت نازل فرمائے اور خیر اور بھلائی میں تم دونوں کو ہمیشہ متفق رکھے۔ مسند احمد

بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۹ سے آگے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح میرے دادا روحانی ہیں۔ میں تو چاہتا ہوں کہ بال بچوں کو دال روٹی کھلایئے اور جو بچے تین دن متواتر میرے روحانی دادا کی روح کو ثواب پہنچانے میں خرچ کریں (چشم ما روشن دل ما شاد) لیکن اس کو جزو ایمان نہ بنایئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو جو دین سکھلایا تھا کیا وہ ہم پورا کر چکے ہیں کہ نیا دین اور بنایا جائے۔

(۴) اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور مخلوق خدا کو بخدمت راضی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ قرآن مجید کی تعلیم کا خلاصہ یہی ہے کہ خالق اور مخلوق دونوں سے تعلق درست رکھا جائے۔ قرآن مجید ذوی الحقوق کی فہرست بتلاتا ہے ۔۲۔ ذوی الحقوق کے نمبر (مراتب) بتلاتا ہے ۔۳۔ حقوق کے ادا کرنے کا طریقہ سکھاتا ہے ۔۴۔ اور اگر کسی سے تعلق بگڑ جائے تو اس کو درست کرنے کا طریقہ بھی بتلاتا ہے۔

جس طرح تندرست وہ انسان ہے۔ جس کے دونوں پہلو درست ہوں۔ اسی طرح روحانی لحاظ سے بھی وہی انسان صحت مند ہے۔ جس کا خالق اور مخلوق دونوں سے تعلق درست ہو۔ اگر ایک شخص حاجی اور غازی ہے۔ لیکن مخلوق خدا سے اس کا تعلق درست نہیں تو اس کا ایک پہلو فالج زدہ ہے۔ اگر خدا اور مخلوق خدا دونوں سے تعلق درست نہیں تو دونوں پہلو فالج زدہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ ارحم الراحمین ہے۔ ایک دفعہ صدق دل سے توبہ کرنے والے کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔ موت کا یقین نہ ہو اور مرنے سے دس منٹ پہلے توبہ کر لی تو ساری عمر کے گناہ بخشے جا سکتے ہیں۔ یاس کی توبہ قبول نہیں۔ یعنی جب موت کا یقین ہو جائے تو توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اس سے پہلے ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں انسان بڑا سخت دل ہے۔ وہ نہیں بخشتا

میں کہا کرتا ہوں کہ اگر آپ اپنی برادری کو اپنی ران کے گوشت کے کباب بنا کر بھی کھلائیں گے۔ تب بھی وہ راضی نہ ہونگے۔ کوئی کہے گا نمک زیادہ تھا۔ کوئی مرچوں کی شکایت کرے گا۔ اگر برادری سے پوچھ کر اللہ تعالےٰ جنت میں بھیجنے لگے تو کوئی بھی جنت میں نہ جائیگا سب دوزخ میں پھینک دیئے جائیں گے۔ ان کے ساتھ تعلق درست رکھنے کا ایک گر بتلاتا ہوں۔ اپنا حق ان سے مانگئے نہ اور ان کا حق رکھیئے نہ۔ اس طرح سے ان کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے بعد انشاء اللہ نجات ہو جائے گی۔ مثلاً اگر آپ کی بہن یا بھائی ناراض ہے تو آپ خود ان کے گھر جایئے۔ ہو سکے تو ان کے بچوں کو کچھ دے آیئے۔ وہ بولیں یا نہ بولیں۔ آپ کے گھر آئیں یا نہ آئیں۔ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن خود فیصلہ کریں گے کہ وہ مجرم ہیں یا آپ۔

(۵)۔ اللہ تعالےٰ میری جماعت کو اٹھتے بیٹھتے ہر وقت ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مجھے اور آپ کو اس آیت کا مصداق بنائے۔ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

(ترجمہ)۔ وہ جو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے

مجلسِ ذکر

آج ہم حضرت اقدس مدظلہ العالی کی ایک دیرینہ مجلس ذکر کے بعد کی غیر مطبوعہ تقریر ہدیہ قارئین کرتے ہیں :-

مقصدِ حیاتِ انسانی

ربوبیّت سے فائدہ اُٹھانا اور عبودیّت کا حق بجالانا

بِسْمِ اللہِ الرحمن الرحیم
الحمد للہ وکفٰی و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی — اما بعد :-

اللہ تعالےٰ نے انسان کو ایک خاص مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور وہ ہے ربوبیت سے فائدہ اُٹھانا اور عبودیت کا حق بجا لانا اور یہ ہی آج کی معروضات کا عنوان ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (سورہ البقرہ رکوع ۳ پ ۱) ترجمہ اللہ وہ ہے جس نے جو کچھ زمین میں ہے سب کچھ تمہارے لئے پیدا کیا ہے)

اور دوسرا ارشاد باری تعالےٰ یہ ہے :- وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللہِ رِزْقُھَا۔ (سورہ ھود۔ رکوع ۱ پ ۱۲) ترجمہ اور زمین پر کوئی چلنے والا (جاندار) نہیں ہے مگر اس کی روزی اللہ پر ہے)

یہ آیات اللہ تعالےٰ کی ربوبیتِ عامہ کی مظہر ہیں۔ انسان کی عبودیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝ (سورہ الذٰریٰت رکوع ۳ پ ۲۷) ترجمہ (اور میں نے جن اور انسانوں کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے)

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے تو ہر مومن و کافر مشرک و مواحد ایماندار و بے ایمان سب یکساں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ لیکن عبودیت کا حق بجا لانے والوں کی تعداد ہمیشہ قلیل اقلیل رہی ہے۔ اللہ تعالےٰ بھی اس کے متعلق شکایت فرماتے ہیں۔ وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ ۝ سورہ سبا رکوع ۲ پ ۲۲ (ترجمہ اور میرے بندوں میں سے شکر گزار تھوڑے ہیں)۔

عام طور پر انسان مدنی الطبع ہے۔ یعنی یہ مل جل کر رہنے کا عادی ہے۔ اس لئے یہ ہر شئے سے اثر لیتا ہے۔ معدنیات نباتات، فضائے آسمانی غرضیکہ ہر چیز سے یہ اثر لیتا ہے گرمی ہو تو ہلکے اور باریک کپڑے پہن لیتا ہے اور اگر سردی ہو تو گرم اور موٹے کپڑے پہن لیتا ہے۔ حیوانات میں یہ چیز نہیں ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے ایک ہی قسم کا لباس پہنا دیا ہے۔ جو سردی اور گرمی میں یکساں کام دیتا ہے۔ انگوٹھی میں یاقوت اور فیروزہ وغیرہ کو دیکھ کر انسان کے دل کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ یہ اس کا معدنیات سے اثر لینا ہے۔ باغ میں چلا جائے تو پھولوں اور سبزہ کو دیکھ کر مسرور ہوتا ہے یہ اس پر نباتات کا اثر ہے۔ الغرض انسان ہر شئے سے اثر لیتا ہے۔ یعنی یہ متاثر بالطبع ہے۔ اسی طرح انسان خیر و شر سے بھی اثر لیتا ہے۔ اگر انسان کا شیشہ قلب ذکر الٰہی سے صاف ہو جائے تو غافلین کی صحبت تو ایک طرف رہی ان کو دیکھنے سے ہی اس کی طبیعت میں تکدر پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اولیاء اللہ آبادیوں کو چھوڑ کر جنگلوں میں چلے جاتے ہیں وہ مامور نہیں ہوتے۔ اس لئے وہ آبادیوں کو چھوڑ کر فرش زمین پر ڈیرا اور آسمان کی چھت کے نیچے بسیرا کر لیتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام مامور ہوتے ہیں وہ کافروں اور مشرکوں میں رہ کر انہیں تبلیغ حق فرماتے ہیں۔ علماء کرام انبیاء علیہم السلام کے مسند نشین ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ بھی تبلیغ کا حق بجا لانے پر مجبور ہوتے ہیں۔

اولیاء کرام بھاگ جاتے ہیں۔ آبادیوں میں ان کو غافل نظر آتے ہیں۔ اور غافلوں پر اللہ تعالےٰ کی لعنت برستی ہے اس لئے اولیاء کرام کو غافلوں کی ہر شئے سے وحشت ہوتی ہے۔ جنگل میں چلے جایئے ایک کپڑا لے کر کہیں ایسی جگہ بیٹھ جایئے جہاں انسانی مصنوعات نظر نہ آئیں نہ کوئی مکان ہو نہ سڑک نہ موٹر نہ تانگا درختوں کے درمیان بیٹھ جایئے۔ وہاں ہر شئے مغفور و مرحوم ہوگی۔ گھاس مرحوم۔ پتے مرحوم۔ زمین و آسمان مرحوم۔ چڑیاں اور کوّے مرحوم اور ان سب کے درمیان ایک گناہگار انسان بیٹھا ہوا ہوگا۔ ان سب پر رحمت و مغفرت کی جو بارش ہو رہی ہے اس پر بھی اس کا اثر پڑے گا اور یہ بھی مرحوم و مغفور بن جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد میں اچھی اور بُری صحبت کا ذکر فرمایا ہے وہ ارشاد ملاحظہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ کَحَامِلِ الْمِسْکِ وَنَافِخِ الْکِیْرِ فَحَامِلُ الْمِسْکِ اِمَّا اَنْ یُّحْذِیَکَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْہُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا طَیِّبَۃً وَنَافِخُ الْکِیْرِ اِمَّا اَنْ یُّحْرِقَ ثِیَابَکَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا خَبِیْثَۃً (متفق علیہ)

(ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ نیک اور بد ہمنشین مشک بیچنے والے اور دھونکنی دھونکنے والے کی مانند ہیں مشک بیچنے والا یا تو تجھ کو مشک مفت دے دیگا۔ یا تو اس سے خرید لے گا۔ اور کم از کم اور کچھ نہیں تو اس کی خوشبو ضرور تیرے دل و دماغ کو تازہ کر دے گی۔ اور دھونکنی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑوں کو جلا دے گا۔ یا اُس سے دماغ پاشش (دھواں) حاصل کرے گا۔

یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ فرمایا کرتے ہیں کہ غافلوں کی صحبت سے تنہائی بہتر ہے اور تنہائی سے اللہ والوں کی صحبت بہتر ہے۔ اللہ والوں کی صحبت میں رنگ چڑھتا ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ رنگ ہے قرآن رنگ فروش ہیں علمائے کرام۔ اور رنگ ساز ہیں صوفیائے عظام۔ صِبْغَۃَ اللہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللہِ صِبْغَۃً (سورہ البقرہ رکوع ۱۶ پ ۱) ترجمہ (اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہے) ۔ انسان کوئی نہ کوئی رنگ ضرور لیتا ہے۔ غافلین کی صحبت سے غفلت کا رنگ آئے گا۔ کسب معاش کے لئے ہمیں ہر کافر و مشرک کے پاس جانا پڑتا ہے۔ یہ تو ناگزیر ہے۔ لیکن کسب معاش سے فارغ ہونے کے بعد اللہ والوں کی صحبت اور نیکی کے مراکز کی طرف کشش ہونی چاہیئے۔

باقی بر صفحہ ۱۰

قرآن مجید کی اہمیّت

(درس قرآن فرمودہ حضرت شیخ التفسیر مولینا احمد علی صاحب مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۵۷ء بروز اتوار)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
وَ اُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ
فَتْحٌ قَرِیْبٌ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝
(سورہ الصف رکوع ۲ ۔ پارہ ۲۸)

(ترجمہ۔ اور دوسری بات جو تم پسند کرتے ہو۔ اللہ کی طرف سے مدد ہے اور جلدی فتح اور ایمان والوں کو خوشخبری دے دیجئے!)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کام کرنا چاہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی امداد فرماتے ہیں۔ جس طرح حضرت عیسیٰؑ بن مریم نے فرمایا تھا کہ خدا کی رضا حاصل کرنے میں کون میری مدد کرنے کو تیار ہے۔ اور ایک جماعت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی۔ اور ایک نے انکار کیا۔ اور مخالفت کی اور پھر ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کی مدد کی۔ اور ان کو فتح نصیب ہوئی۔

قرآن مجید کی اہمیّت

قرآن مجید ہی دُنیا میں ایک ایسی کتاب ہے کہ جس میں اللہ جلشانہٗ خود بولتے ہیں۔ خداوند قدوس بولنے والے خود اور ماننے والے مومن۔ جیسے ایک شخص خط لکھتا ہے تو وہ خود لکھتا ہے کہ میں یہ کہتا ہوں۔ لیکن پڑھنے والا جب کہے گا۔ تو وہ نقل کرے گا۔ خط میں تو نویسندہ کی کلام ہوگی اور ناقل سنانے والا ہوگا۔

دُنیا میں اس وقت سوائے قرآن مجید کے کوئی آسمانی کتاب موجود نہیں ہے۔ جس میں خداوند کریم خود بولتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود بول رہے ہیں کہ دوسری نعمت مسلمانوں کو یہ نصیب ہوگی کہ جو شخص اللہ تعالےٰ سے اپنا تعلق درست کر لے۔ اس شخص کی دنیا و آخرت کی زندگیاں سنور جائیں گی۔ اور جو شخص خدا تعالیٰ سے تعلق درست نہیں رکھتا اور جس نے اپنا خدا اپنی خواہشاتِ نفسانی کو بنا رکھا ہے۔ غرضیکہ اسکی زندگی کا ہر کام تابع رضائے الٰہی نہیں۔ بلکہ اس کی اپنی خواہشات نفسانی کے تابع ہے۔ تو اس کی دونوں زندگیاں برباد ہوں گی۔ اسی کو کہتے ہیں دُنیا دار۔ یعنی دُنیا دار کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کا مقصد صرف عیش و عشرت مقصود مطلوب و محبوب ہو۔ خدا سے غافل ہونے کا نام دُنیا ہے ؎

چیست دُنیا از خُدا غافل بُودن

دُنیا دار سے مُراد وہ ہے جو متبع ہوا ہے اگر متبع رضائے الٰہی ہے اور کروڑپتی بھی ہے۔ کمانے اور خرچ کرنے میں اللہ تعالےٰ کی رضا کے تابع ہے تو یہ دیندار ہے۔ مگر ایک پان فروش جو ڈیڑھ روپیہ کما کر رات کو سینما دیکھتا ہے تو یہ دُنیا دار ہے وہ کروڑپتی جو اللہ تعالےٰ کی رضا کے ماتحت کماتا اور خرچ کرتا ہے۔ وہ دیندار ہے۔

اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کرو۔ خود پابند بنو اور دُوسروں کو پابند بناؤ۔ اس کا نتیجہ آخرت کی کامیابی ہے۔

میں ہمیشہ نمبر اوّل آخرت کی کامیابی کے لئے دعائیں کرتا ہوں اور نمبر دوم دُنیا کی بہتری کے لئے دعائیں کیا کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے پروگرام زندگی میں بھی آخرت کی کامیابی کا ذکر نمبر اول اور دُنیا کے آرام و عشرت کا خیال نمبر دوم ہے۔ اگر دین پر دُنیا کو ترجیح دی جائے تو یہ دنیا داری ہے۔

اللہ تعالےٰ جس کو توفیق عطا فرمائے اور جس کو اللہ تعالےٰ کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرنی میسر آ جائے تو اُس کی دُنیا و آخرت دونوں سنور جاتی ہیں۔ اور جو اُس پر نہ چلے تو اس کی دنیا بھی برباد اور آخرت بھی برباد۔

فرمان باری تعالےٰ ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ (سورہ النحل۔ رکوع ۱۳ پ ۱۴) (ترجمہ۔ جس نے نیک کام کیا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے۔ تو ہم اُسے ضرور اچھی زندگی بسر کرائیں گے۔ اور مرنے کے بعد بھی نیکیوں کا اجر عطا فرمادیں گے۔ قبر بہشت کا باغ بنائیں گے۔ حوض کوثر پر پانی پلایا جائیگا حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی۔

حیٰوۃ طیبہ کے معنی پُر مُسرّت زندگی عمدہ زندگی۔ فرحت۔ سرور۔ راحت دل میں اطمینان اور خوشی ایک دُنیاوی مثال ہے جان خوش تو جہان خوش۔

بے دین کی زندگی حسرتناک اور دین دار کی نہایت خوشگوار

ڈھائی لاکھ کی کوٹھی اور پچاس ہزار کی کار اور بیگم بیٹے بیٹیوں والے۔ درد گردہ کے مریض رئیس کے مقابلہ میں چھپر کے نیچے چٹائی پر بیٹھنے والے گودڑی پوش تندرست مزدور کی زندگی بہتر ہے

ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ (سورہ البقرہ رکوع ۱۸ ۔ پارہ ۲) ترجمہ:۔ پس مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا۔ لہذا ذاکر کے دل پر قبولیت کے باعث سکون کی لہر آئے گی۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی سزا

؎ تو از حکم داور نہ گردن مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

تو خدا کے حکم سے گردن نہ موڑ۔ تاکہ تیرے حکم سے کوئی گردن نہ موڑے۔ تو اگر خدا کی حکم عدولی کرے گا۔ تو تیری اولاد اور تیری بیوی اور تیرے ماتحت سب تیری حکم عدولی کریں گے۔ اور یہ بھی ایک عذاب ہے۔ کہ بیٹا نافرمان بیوی کہا نہیں مانتی۔ نوکر پرواہ نہیں ...

ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (سورہ طٰہٰ رکوع ۷ پ ۱۶)

ترجمہ:۔ جو میرے ذکر سے مُنہ پھیرے گا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی اور اُسے قیامت کے دن اندھا کرکے اُٹھائیں گے۔ (یعنی آخرت بھی برباد ہوگی) اگر انسان اللہ کی ناراضگی سے بچے اور اس کا بندہ بن کر رہے تو دونوں زندگیاں سنور جائینگی۔ اور جو شخص اُس کی رضا کی پرواہ نہیں کرتا تو پھر چین سے وہ بھی بیٹھنے نہیں دیگا

ایک عالم ربّانی کا ارشاد

رَضِيْنَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِيْنَا۔
لَنَا عِلْمٌ وَ لِلْجُهَّالِ مَالٌ۔
اِنَّ الْمَالَ يَفْنٰى عَنْ قَرِيْبٍ
وَ الْعِلْمُ بَاقٍ لَا يَزَالُ

اے اللہ ہم تیری تقسیم پر راضی ہیں ہمارے لئے علم (عقل) ہے۔ اور جاہلوں (بیوقوفوں) کے لئے مال۔ تحقیق مال فانی ہے اور علم باقی ہے۔

جو تعلق بندے کا خدا سے ہونا چاہیئے اس میں غیر اللہ کا تعلق ہرگز نہ آنا چاہیئے۔ مال خرچ کرکے اور جان کو تکلیف دے کر ہی اللہ کی رضا کو مقدم رکھا جا سکتا ہے۔ جو شخص خدا کی رضا کو مطلوب بنائے اور کوشش کرے تو دونوں زندگیاں کامیاب ہو جائیں گی۔ گناہ معاف ہو جائینگے بہشت میں داخلہ نصیب ہوگا۔ چند روزہ زندگی میں اللہ تعالےٰ کی رضا کے ماتحت کام کرنے سے آخرۃ کی نعمت نصیب ہو جائے تو یہ سستا سودا ہے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ دُنیا میں مخالفین کے مقابلہ میں اللہ تعالےٰ تمہاری مدد فرمائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جتنے غزوات ہوئے ہیں۔ اُن سب میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہی فتح نصیب ہوئی تھی۔ اگر مجاہدین اسلام میں کمزوری ہوتی تو فرشتے آسمان سے آ جاتے تھے۔ غزوۂ بدر میں ملائکہ عظام آسمانوں سے آکر شریک ہوئے تھے۔ وہ مکہ معظمہ جہاں کلمہ پڑھنے کی وجہ سے مسلمان کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ وہاں پر مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور تمام کفار کو نکال دیا گیا تھا۔ یہ سب اللہ کے فضل سے ہوا تھا۔

میں کہا کرتا ہوں کہ مسجدیں روحانیت کی منڈیاں ہیں اور دوکاندار علماء ربانی دُکان ہے۔ اس کا بیشہ مال ہے قرآن۔ خریدار ہے مسلمان اور پونجی ہے ایمان۔ جو شخص خدا کی رضا کو مطلوب زندگی بنائے اور کوشش کرے تو دونوں زندگیاں کامیاب ہو جائیں گی۔ اس نیت سے جو آتا ہے خالی نہیں جاتا۔ تعلق باللہ درست کرنیوالی چیزیں بازاروں میں نہیں ملتیں۔ کچہریوں میں نہیں ہوتیں۔ یہ سب چیزیں خانۂ خدا میں مل سکتی ہیں اور یہ سب کے لئے کھلا ہے۔ یہاں کرایہ یا اجرت وغیرہ بھی نہیں دینی پڑتی۔ جو یہاں سیکھنے کے لئے آئیں اور ایمان سلامت لے کر جائیں۔ اگر قرآن کا رنگ چڑھ گیا تو دونوں زندگیاں خوشگوار ہو جاتی ہیں اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنی رضا کے ماتحت زندگی بسر کرنے کی توفیق

اور ارادہ نصیب فرمائے۔ اس ارادہ کا نام ہے ایمان اور عمل کرنے کا نام ہے اسلام ہمیشہ دربار الٰہی میں حاضر ہونے کی برکت سے عمل کی توفیق بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ صاحب عمل کی صحبت میں انسان آئے تو صحبت کا اثر ہو جاتا ہے۔ اس مجلس میں آنے سے رنگ چڑھتا ہے۔

جس عقل سے آپ دُنیا میں کام کرتے ہیں۔ اسی عقل سے کام لینے سے یہاں بھی کام چلتا ہے۔ ہر صاحب فن کے پاس بیٹھنے سے ہی اُس فن کی سمجھ آتی ہے۔ اگر لوہار کے پاس بیٹھنے سے آدمی لوہار بن سکتا ہے اور بڑھئی کے پاس بیٹھنے سے مستری بن سکتا ہے۔ تو اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے بھی رنگ چڑھ جاتا ہے۔ خدا کا دین معلوم کرنے کے لئے خدا کے دین کے فاضل سے پوچھیں۔ عدالت میں وکالت کے لئے ہر کہ و مہ کو پیش نہیں کیا جاتا۔ امیر کے بیٹے کی منگنی پر اتنا خرچ کیا جاتا ہے کہ غریب کے بیٹے کی شادی پر بھی نہیں ہو سکتا۔ خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی کی منگنی کے لئے صرف حضرت علی رضی نے درخواست کی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرما لی۔ تو یہ منگنی ہو گئی۔ انتخاب رشتہ کا یہ طریقہ غلط ہے کہ دولت ہو تو رشتہ دو۔ رزق تو ہر ایک کا ساتھ ہی آتا ہے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اللہ کی رضا کے ماتحت زندگی بسر کرنے ۲۴۱

۲۴۱ کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ سب طمع کے یار ہیں۔ بے طمع کا یار اللہ تعالےٰ ہے۔ جو سب کچھ دیتا ہے اور کچھ نہیں لیتا اور پھر بے طمع کے یار ایک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ شفاعت کئے بغیر چین نہیں لیں گے بیوی اولاد سب طمع کے یار ہیں۔ یا بے طمع کے یار اللہ والے ہوتے ہیں جن کی اللہ اللہ کرنے والوں سے ہی محبت ہوتی ہے۔ شیخ پتھر جھنگ میں گدی ہے۔ وہاں کے گدی نشین حضرت مدنی مدظلہٗ کے مرید ہیں۔ ایک دفعہ کچھ تحفے (نذرانے) لے کر گئے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ تمہیں مرید کھانے کے لئے نہیں بلکہ کھلانے کے لئے بنایا ہے۔

برادری تو ایسی ہے کہ اگر آپ اپنے بدن کا گوشت کٹوا کر قیمہ بنوا کر انہیں کھلا دیں۔ تو بھی کوئی نہ کوئی نقص نکال کر اعتراض کر ہی دیں گے اور شکایت ہی کریں گے۔

پنجابی میں "پر" سے کفر کی حد شروع ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ مولوی صاحب بات تو ٹھیک کرتے ہیں۔ "پر" دنیا دار جو ہوئے۔ آخر کھایا ہے تو کھلانا بھی پڑتا ہے۔

اللہ والوں کو تو اللہ ہی کی رضا مطلوب محبوب مقصود ہوتی ہے۔ دُعا کریں کہ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اللہ کی رضا کے ماتحت زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

(مرتبہ خاموش مبلغ لاہور)

ولیمہ کی دعوت قبول کرنی چاہیئے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا جب کسی کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اس کو چاہیے کہ دعوت قبول کرے اور آجائے۔ صحیح بخاری

کیسے لوگوں کا کھانا نہ کھایا جائے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے والوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے۔ سنن ابوداؤد

بقیہ مجلس ذکر۔ صفحہ ۷ سے آگے۔
اور یہ جذب اختیاری ہے۔
میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو نیکی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔
جب ہم دنیا کے معاملے میں یہ نہیں چاہتے کہ جس تنخواہ پر ہم ملازم ہوئے ہیں۔ ہمیشہ ہماری وہی تنخواہ رہے تو دین کے معاملہ میں جو کچھ ہم کر رہے ہیں۔ اسی کو کافی کیوں سمجھا جائے۔ آگے بڑھنے کی کوشش کیا کیجئے۔

بدترین کھانا کون سا کھانا ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اس ولیمہ کا کھانا برا کھانا ہے جس میں صرف امیروں کو بلایا جائے اور حاجت مندوں غریبوں کو چھوڑ دیا جائے۔ اور جس نے دعوت کو (بلاوجہ شرعی) قبول نہ کیا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حکم کے خلاف کیا۔ صحیح بخاری

مجلس ذکر

ذکر الٰہی کی برکات

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علےٰ عبادہ الذین اصطفےٰ اما بعد:۔ اللہ تعالےٰ کے ذکر کی بیشمار برکتیں ہیں۔ آج میں ان برکتوں میں سے دو کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں

۱۔ اطمینان

دنیا میں ہر انسان اطمینان چاہتا ہے اطمینان کی ضد بے اطمینانی ہے۔ عربی میں اسے انتشار اور اضطراب کہتے ہیں ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کو اطمینان حاصل ہو اور وہ انتشار اضطراب بیقراری اور بے چینی سے نجات پائے۔ اطمینان والی حالت کو پسند کرتا ہے اور بے قراری کو ناپسند کرتا ہے۔ اطمینان حاصل کرنے کے لئے مختلف وسائل مہیّا کئے جاتے ہیں۔ کاروباری آدمی وسیع کاروبار میں۔ زراعت پیشہ زیادہ رقبہ زمین میں جائدادوں کے مالک بکثرت جائیدادوں میں اسے تلاش کرتے ہیں۔ لیکن یہ سب ذرائع بے چینی بڑھانے والے ہیں۔ ان سے اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔ دلدل کی طرح ان میں جتنا انسان پھنسے گا۔ اتنا ہی نیچے جائے گا۔ پہلے اگر تھوڑا کاروبار تھا تو بے چینی کم تھی۔ اب اگر وسیع ہو گیا ہے تو مصروفیت بڑھ جائے گی اور بے اطمینانی زیادہ ہوگی۔

اطمینان فقط اللہ تعالےٰ کے ذکر سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورہ الرعد ع ۴ پ ۱۳)

(ترجمہ) خبردار اللہ کی یاد ہی سے دل تسکین پاتے ہیں۔)

جس طرح ہر کمال کے حاصل کرنے کی ترکیب ہوا کرتی ہے۔ کاریگر شاگرد کو بتلاتا ہے۔ پھر اس سے مشق کراتا ہے اس کی غلطیاں درست کراتا ہے۔ اس طرح آہستہ آہستہ شاگرد ماہر کاریگر بن جاتا ہے بعینہٖ یہی طریقہ ذکر الٰہی سیکھنے کا ہے کامل طالب صادق کو سامنے بٹھا کر خود ذکر کرتا ہے اور اس سے ذکر کراتا ہے۔ پھر کامل کی توجہ سے طالب صادق کامل کا عکس لینے لگتا ہے۔ کامل کے لیے ضروری ہے کہ وہ مدّت مدید تک اپنے بزرگوں کی صحبت میں رہ کر اپنی تربیت کرا چکا ہو۔ اور طالب صادق کے لیئے عقیدت ادب اور اطاعت لازمی چیزیں ہیں اگر ان تینوں میں سے ایک میں بھی فرق آ گیا تو طالب کامل کے فیض سے محروم رہ جائے گا۔ میں نے اپنے حضرات کے یہاں دیکھا کہ بعض لوگ کافی عرصہ تک اُن کی صحبت میں رہ کر بھی محروم رہے ؎

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

بعض ایسے بھی دیکھے کہ حجرہ میں چند روز بٹھا کر خلافت دے دی ویسے تو اللہ والوں کی صحبت رائیگاں نہیں جاتی کم از کم نماز پنجگانہ کی توفیق تو ضرور حاصل ہو جاتی ہے۔ مجالس ذکر میں شامل ہوں گے۔ بُری مجلسوں سے بچ جائیں گے مرنے کے بعد کامل جنازہ پڑھائے گا۔ دُعائے مغفرت کرے گا۔ یہ کیا کم فوائد ہیں۔

۲۔ استغنا

اللہ تعالےٰ کے ذکر سے ایک تو اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ اور دوسرے استغناء۔ ہر انسان چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے دوسروں کا محتاج نہ بنائے۔ استغنا کی ضد احتیاج ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ذکر کا خاصہ ہے کہ اس سے استغنا پیدا ہوتا ہے۔ ذاکر مستغنیٰ عن الخلق ہو جاتا ہے۔ اگر ذکر کی دولت نصیب نہیں تو جتنی دنیوی دولت جمع کرے گا۔ اتنا ہی محتاج ہوتا چلا جائے گا۔ کسی اللہ والے نے فارسی میں کہا ہے

آنانکہ غنی تر اند محتاج تر اند

ترجمہ:۔ جو زیادہ دولتمند ہیں۔ وہ زیادہ محتاج ہیں باقی صفحہ ہذا۔ کالم اول۔

بقیہ مجلس ذکر:۔ کالم ۴ سے آگے۔

اللہ تعالےٰ کے ذکر میں یہ دو بڑے فوائد ہیں اور بھی بیشمار فوائد ہیں۔ لیکن یہ بہت بڑے فوائد ہیں اور انکی ہر آدمی کو تلاش ہے۔ دنیا کی زندگی ایک عجیب مصیبت ہے۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔ نہ چھوڑ سکتے ہیں اور نہ نبھا سکتے ہیں۔ جو سمجھ دار ہیں وہ روتے ہیں اور جو بے سمجھ ہیں وہ خوش ہیں ؎

دار ہستی کچھ سمجھ لیکن یہی پایا گیا
بے خبر ہنستے ہیں اور با خبر رو دیا کئے

پاگل کا مکان جل رہا ہو۔ کیا وہ ہنس رہا ہوگا۔ لیکن عقل و ہوش والے رو رہے ہونگے۔ اسیطرح دنیا دار تو پاگل کی طرح ہنستا ہے اور خوش گپیوں میں زندگی کے قیمتی لمحات ضائع کر دیتا ہے۔ قبر میں جا کر اُسے سمجھ آئیگی لیکن گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں ۔۔۔ سدا اور دوران دکھاتا نہیں دنیا کی زندگی اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی سے اچھی گزر سکتی ہے۔ اس لئے اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھ کر اللہ اللہ کیا کیجئے اور دُعا کیجئے کہ وہ عقل و ہوش سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

مجلسِ ذکر

نیک آدمی کی موت پر زمین و آسمان کا رونا

قرآن مجید میں فرعونیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ (سورہ الدخان ع ۱ - پ ۲۵) ترجمہ: "پس اُن پر نہ آسمان رویا نہ زمین - اور نہ اُن کو مہلت دی گئی۔"

[illegible]

مفسّرین حضرات اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالے کا کوئی نیک بندہ مرتا ہے تو زمین بھی روتی ہے اور آسمان بھی روتا ہے۔ زمین اس لئے روتی ہے کہ اُس کے اوپر سے ایک نیک بندہ اُٹھ گیا۔ اس کی جگہ... اس لئے روتا ہے کہ اس کے دو دروازے بند ہو گئے۔ ایک وہ جس میں سے نیک بندے کا رزق اُترتا تھا اور دوسرا وہ جس میں سے اُس کے اعمال صالحہ چڑھتے تھے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس طرح زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ جب ہم مریں تو زمین بھی روئے اور آسمان بھی روئے۔ یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب ہم اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق زندگی بسر کریں زمین جس پر بیٹھ کر یاد الٰہی کی جاتی ہے۔ قیامت کے دن وہ بطور گواہ پیش ہوگی۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا (سورۃ الزلزال پ ۳۰) ترجمہ: (اس دن وہ (زمین) اپنی خبریں بیان کرے گی)۔ جہاں بھی انسان جائے اس کا دل مسجد سے وابستہ ہو۔ اُسے اس نیت سے نماز پڑھنی چاہیئے کہ مسجد کی زمین قیامت کے دن اس کے لئے شہادت خیر دے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ اَسْوَاقُهَا (رواہ مسلم) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک تمام آبادیوں میں محبوب ترین مقامات مساجد ہیں اور بدترین مقامات بازار ہیں۔

انسان کو جذب اضطراری کے ماتحت بازار۔ دفاتر اور منڈیوں وغیرہ میں جانا ہی پڑتا ہے۔ لیکن وہاں دل نہ لگائے بلکہ وہاں سے نکلنے کے لئے بے چین رہے۔ جیسے بیت الخلا میں مجبوراً جانا پڑتا ہے۔ فراغت کے بعد انسان کو اختیار ہوتا ہے کہ جہاں دل چاہے جائے۔ یہ جذب اختیاری ہے۔ اس وقت اللہ تعالےٰ کے دروازے پر آئے اور اپنا وقت یہاں گزارے۔ مسجد سے اگر محبت ہے تو یہ محبت قیامت کے دن کام آئے گی۔ ایسے شخص کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن وہ اُن سات لوگوں میں شامل ہوگا۔ جن کو اللہ تعالےٰ اس روز اپنے سایہ میں رکھے گا۔ جس روز خدا کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

حضورؐ کا یہ ارشاد تبرکاً پیش کیا جاتا ہے:- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ - (۱) اِمَامٌ عَادِلٌ (۲) وَشَابٌّ نَشَاَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ (۳) وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰى يَعُوْدَ اِلَيْهِ (۴) وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ (۵) وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ (۶) وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ (۷) وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات شخص ہیں۔ جن کو اللہ تعالےٰ اس روز اپنے سایہ میں رکھے گا۔ جس روز کہ خدا کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ۱ امام عادل ۲ وہ جوان جو اپنی جوانی کو خدا کی عبادت میں صرف کر دے۔ ۳ وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا ہوا ہے۔ جب وہ مسجد سے باہر نکلتا ہے تو جب تک مسجد میں واپس نہ آجائے بے چین رہتا ہے۔ ۴ وہ دو شخص جو خالص خدا کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ اکٹھے ہوتے ہیں تو خدا کی محبت میں اور جدا ہوتے ہیں تو خدا کی محبت میں۔ ۵ وہ شخص جو تنہائی میں خدا کو یاد کرتا ہے۔ پس اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں ۶ وہ شخص جس کو ایک خاندانی اور حسین عورت بڑے ارادہ سے طلب کرے اور وہ کہے کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔ ۷ وہ شخص جو اس طرح چھپا کر صدقہ کرے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔

اس قسم کے اللہ کے نیک بندوں کے متعلق کسی نے کہا ہے ؎

یاد داری کہ وقت زادن تو
ہمہ خنداں بودند و تو گریاں
آنچناں زی کہ وقت مُردن تو
ہمہ گریاں بوند و تو خنداں

ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے:-

تجھ کو یاد ہوگا کہ جب تو پیدا ہوا تھا تو سب ہنس رہے تھے اور تو رو رہا تھا۔ اس طرح دنیا میں زندگی بسر کر کہ تیری موت پر سب رو رہے ہوں اور تو ہنستا ہُوا دنیا سے رخصت ہو۔

یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے کہ ہماری ساری زندگی اللہ تعالےٰ کی رضا کے مطابق بسر ہو۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس قسم کی زندگی بسر کرکے دُنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے

آمین ثم آمین

مجلس ذکر

ذکر الٰہی کی ضرورت

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے :۔ وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَ لٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۵ ۔ پ۱۵)

(ترجمہ :۔ اور ایسی کوئی چیز نہیں جو اس (اللہ تعالےٰ) کی، حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو۔ لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے)

ہر چیز اللہ تعالےٰ کی تسبیح و تحمید بیان کرتی ہے۔ لیکن عام انسان اُن کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ خواص کو اللہ تعالےٰ اتنی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں کہ وہ ہر چیز کی تسبیح کو سنتے ہیں۔ میں اکثر ایک بزرگ کا واقعہ بیان کیا کرتا ہوں جو کبھی کبھی لاہور سے گزرتے ہوئے مجھے زیارت کرانے کے لئے اس مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انھوں نے اپنے ایک خادم کا واقعہ بیان فرمایا۔ ان کی بعض باتوں سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ وہ اس مجلس میں موجود تھا۔ ان کے خادم کو ایک دفعہ رفع حاجت کے لئے کھیت میں جانے کی ضرورت پیش آئی وہ جس طرف جائے ہر پودا اور ہر درخت اُسے ذکر الٰہی کرتا ہوا نظر آئے۔ ان کے درمیان وہ کس طرح بیٹھ کر رفع حاجت کرتا۔ جب اُسے کوئی جگہ ذاکرین سے خالی نظر نہ آئی تو اُس نے پودوں اور درختوں کے آگے ہاتھ جوڑے کہ خدارا ذرا ذکر بند کر دیجئے تاکہ میں فارغ ہو جاؤں

جب ہر چیز ذاکر ہے تو وہ مرحوم و مغفور بھی ہے۔ اُن کے لئے کوئی عذاب نہیں۔ اس کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِیْمًا ○ (سورہ النساء ع ۲۱ پ۵) ترجمہ :۔ (اے منافقو!) اللہ تعالےٰ تمہیں سزا دے کر کیا کرے گا۔ اگر تم شکر گزار ہو اور ایمان لے آؤ اور اللہ تعالےٰ قدردان جاننے والا ہے۔)

انسان کو اختیار دیا گیا ہے کہ وُہ ذکر کرے یا نہ کرے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ ۙ (سورہ الکہف ع۴ پ۱۵) ترجمہ (پھر جو چاہے مان لے اور جو چاہے انکار کر دے)

اگرچہ انسان کا یہ اختیار محدُود ہے لیکن پھر بھی اکثریت اس اختیار کو بیجا استعمال کرتی ہے۔ اس اختیار کی مثال اس گھوڑے کی ہے۔ جس کے پاؤں میں لمبا سا رسّہ باندھ کر اس کو ایک چراگاہ میں چھوڑ دیا جائے۔ وُہ اس حد تک آزاد ہے۔ جس حد تک کہ رسّے کی لمبائی اس کو اجازت دیتی ہے۔ اس کے آگے وہ پابند ہے۔ اسی طرح انسان بھی نہ تو پابند محض ہے اور نہ ہی کلّی طور پر آزاد ہے۔

اے انسان جب ہر چیز اللہ کا ذکر کرتی ہے تو تو کیوں غافل ہے۔ اسلام کسب معاش سے اپنے متبعین کو نہیں روکتا لیکن وہ اس کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ کہ مسلمان کسب معاش میں اتنا غرق ہو جائے کہ وہ اللہ تعالےٰ کو بالکل بھلا دے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مسلمان جب کسب معاش سے فارغ ہو تو اللہ تعالےٰ کی یاد میں لگ جائے۔ کسب معاش کرنا جذب اضطراری ہے اللہ تعالےٰ نے چونکہ انسان کو بھوک اور پیاس وغیرہ کے گورکھ دھندے میں پھنسا دیا ہے اور ساتھ ہی بیوی بچوں کی ضروریات بھی اس کے ذمہ لگا دی ہیں اس لئے اس کو کسب معاش کے بغیر چارۂ کار نہیں۔ لیکن فراغت کے بعد اللہ تعالےٰ اس کے جذب اختیاری پر اس کے متعلق فیصلہ فرما دیں گے۔ اگر فارغ ہو کر یہ بیوی بچوں کو لے کر سینما میں چلا جاتا ہے تو یہ اللہ کا باغی قرار دیا جائے گا لیکن اگر فارغ ہو کر نماز کے لئے مسجد میں حاضر ہوتا ہے تو یہ اللہ تعالےٰ کا ذاکر اور فرمانبردار بندہ سمجھا جائے گا۔

صوفیائے کرام کے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ وہ نماز فجر سے فارغ ہو کر مراقبہ میں بیٹھ جاتے ہیں اور اشراق پڑھ کر مسجد سے باہر جاتے ہیں۔ اس مراقبے میں رات کے اعمال کا محاسبہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی غلطی ہو گئی ہے تو اللہ تعالےٰ سے اس کی معافی طلب کرتے ہیں اور اگر نیکی کی توفیق نصیب ہوئی ہے تو اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح عصر کی نماز کے بعد مغرب تک مراقبہ کر کے تمام دن کے اعمال کا محاسبہ کرتے ہیں اور اس طرح اپنا معاملہ اللہ تعالےٰ سے ہر وقت درست رکھتے ہیں۔

ذاکر بننے کے لئے ضروری ہے کہ انسان ذاکرین کی جماعت کے ساتھ رہے۔ اللہ تعالےٰ نے ہمیں اس کے متعلق حکم دیا ہے۔

وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ (سورۃ الکہف ع ۴ پ۱۵) ترجمہ (اور تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اُسی کی رضامندی چاہتے ہیں اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے)

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ذاکر بندوں کی فہرست میں شامل فرمائے آمین یا الٰہ العالمین۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہم دنیا سے ایسے کام کر جائیں۔ جن کی برکت سے اللہ تعالےٰ مرنے کے بعد اپنے ذاکر بندوں کے زمرے میں شامل فرمائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (انسان اس کے ساتھ ہوگا۔ جس سے اس کو محبت ہوگی ؂

کند ہمجنس با ہمجنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

اللہ تعالےٰ کے ذکر کی مثال ایسی ہے۔ جیسے درخت کے لئے پانی۔ درخت کو پانی ملتا ہے تو وہ سرسبز رہتا ہے۔ نہ ملے تو خشک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح قلب کی تازگی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہے۔ اگر ذکر کی تو فیق نہ ہو تو وہ پژمردہ ہو کر مردہ ہو جاتا ہے

باقی صفحہ ۱۱ پر

مرتبہ محمد مقبول عالم بی۔اے لاہور

ضرورت بعثت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

درس قرآن مجید

فرمودہ حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی ——— مورخہ ۲۴۔۲۵ ر اگست سن ۱۹۵۷ء

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۶۲ : ۲)

ترجمہ۔ وہی ہے۔ جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انہی میں سے مبعوث فرمایا۔ جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ اور بے شک وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

درجہ تفسیر

اس آیت میں سید المرسلین خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض اور آپ کے فرائض بیان کئے گئے ہیں۔ پہلا فرض اللہ تعالےٰ کی آیات پڑھ کر سنانا ہے۔ دوسرا فرض نفوس کو پاک کرنا ہے۔ تیسرا کتاب اللہ کی تعلیم یعنی احکام الٰہیہ کا مطلب سمجھانا ہے۔ چوتھے ان احکام کی حکمت سکھانا ہے

انسان جسم و روح دونوں سے مرکب ہے۔ جسم کی ضرورت کی طرح روح کی بھی ضرورتیں ہیں۔ اگر روح کی ضرورتیں پوری نہ کی جائیں تو روح بے چین رہتی ہے جسم کی غذا کھانا ہے۔ لیکن روح کی غذا ذکر الٰہی ہے۔ بعض دنیا دار آتے ہیں۔ کہتے ہیں اللہ نے سب کچھ دیا ہے۔ لیکن چین نہیں ہے۔ چین نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روح بے قرار ہے جسم کی ضرورتیں پوری ہو گئیں۔ لیکن روح کی ضرورتیں پوری نہیں ہوئیں جیسے پلاؤ کھا لیا۔ پیٹ بھر گیا۔ لیکن پانی نہیں ملا۔ بیقراری تب بھی ہے۔ معدے کو تسکین ہوتی ہے کھانا کھانے سے۔ اور روح کو تسکین ملتی ہے۔ ذکر الٰہی سے

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ؀ (۱۳ : ۲۸)

ترجمہ :۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دلوں کو اللہ کی یاد سے تسکین ہوتی ہے۔ خبردار اللہ کی یاد سے ہی دل تسکین پاتے ہیں"

اگر فطرت مسخ نہ ہو گئی ہو تو روح کو ذکر الٰہی کی غذا نہ ملنے سے بے قراری کا احساس ہوتا ہے۔ اگر مسخ ہو گئی ہو تو پھر احساس نہیں ہوتا۔

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی اصلی غرض روحانیت کی اصلاح ہوتی ہے۔ لیکن اس کے لئے جسمانی نگہداشت بھی کرنی پڑتی ہے روحانی تربیت کے ساتھ شارع کو جسمانی تربیت کا لحاظ ضمناً رکھنا پڑتا ہے۔ جیسے زمیندار کو اصل مقصود وہ بالی ہوتی ہے۔ جس میں دانے لگتے ہیں۔ لیکن اس کی خاطر وہ سارے پودے کی حفاظت کرتا ہے۔ چنانچہ شارح حکم دیتا ہے کہ حلال کھاؤ۔ حرام نہ کھاؤ۔ ظاہر ہے غذا کا تعلق جسم سے ہے۔ لیکن چونکہ اس کا اثر روحانیت پر بھی پڑتا ہے۔ اس لئے حرام کھانے سے روک دیا۔ اگر روحانی احساس باقی ہو تو ایسا ہوتا ہے کہ کہیں سے کھانا کھایا اور نماز کی لذت غائب۔ ساری نماز پڑھ گئے۔ خیال کسی اور طرف لگا رہا۔ یہ حرام کھانے کا اثر ہے۔

ہر ملک کا اپنا سکہ ہوتا ہے۔ دنیا کا سکہ سونا چاندی ہے۔ اور آخرت کا سکہ اذکار الٰہی ہیں۔ جس کے پاس سکہ زیادہ ہو۔ وہ خوشحال ہوتا ہے۔ آخرت میں خوشحال وہ ہوگا۔ جس کے پاس اذکار الٰہی کا سرمایہ ہوگا۔ وہاں دولت اور خاندانیت کو کوئی نہیں پوچھے گا۔ ابولہب خاندان قریش میں سے تھا۔ لیکن ایمان نہ لایا اور اسلام کی مخالفت کرتا رہا۔ اس لیئے اس کا نام لے کر جہنمی ہونے کا اعلان فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کو پتہ تھا۔ کہ وہ مرتے دم تک بے ایمان رہے گا۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب جنت کے باغوں میں سے گزرو تو کچھ کھا پی لیا کرو۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا۔ باغوں سے کیا مراد ہے۔ آپ نے فرمایا مسجدیں اور کھانے پینے سے مراد اذکار الٰہی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مسجدوں میں جا کر ذکر الٰہی کیا کرو۔ اذکار الٰہی دنیا میں تو محض الفاظ ہیں۔ لیکن آخرت میں ان کی صورت جنت کے پھلوں کی ہوگی۔

انبیاء علیہم السلام صفات حمیدہ میں اپنی نظیر آپ ہوتے ہیں۔ وہ اپنے دور میں اپنی ساری قوم میں یکتا ہوتے ہیں۔ جیسے جسمانیات میں ایجادات کا القا ایک کو ہوتا ہے اور باقی سب اس کی ایجاد کا اتباع کرتے ہیں۔ اور فائدہ اٹھاتے ہیں ایسے ہی اصلاح روحانیت کے لئے انبیاء علیہم السلام کو علم دیا جاتا ہے اور باقی سب کو ان کے اتباع کا حکم ہوتا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (۴ : ۶۴)

ترجمہ :۔ "اور ہم نے کبھی کوئی رسول نہیں بھیجا۔ مگر اس واسطے کہ اللہ کے حکم سے اس کی تابعداری کی جائے۔"

ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسوہ حسنہ ہے اور ہمیں آپ کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (۳ : ۳۱)

ترجمہ :۔ کہہ دو اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو تاکہ تم سے اللہ محبت کرے۔

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ دو چیزیں ہیں۔ جن کو مضبوط پکڑنے سے اصلاح روحانیت ہو سکتی ہے اور انھیں سے مولویوں کے سارے جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں۔ جو دین ان میں آیا ہے۔ وہی اصل ہے۔ باقی جو ہے وہ زائد ہے۔ میں اس میں نہیں جھگڑتا۔ جو اس پر عمل کرتا ہے اگر وہ اچھا کام ہوگا تو ثواب مل جائیگا اصل دین میں کوئی جھگڑا نہیں۔ سارا جھگڑا خود ساختہ دین میں ہے۔

الاعتبار والتاویل

ہمارے لئے سبق یہ ہے کہ جسمانی نگہداشت کیلئے اصلاح روحانیت کا بھی خیال رکھیں۔

سارا دن دنیا کے کام کریں تو کچھ وقت خدا کی یاد اور آخرت کی فکر کے لئے بھی نکالیں تاکہ تعلق باللہ درست ہو جائے روحانی تکمیل ہو اور آخرت میں کامیابی حاصل ہو۔ اس کا پروگرام قرآن ہے۔ قرآن کو معمول بہ بنایا جائے۔

انگریز نے نوجوان کا دماغ خراب کر دیا

روٹی کمانے کے لئے بی اے' ایم اے تک تعلیم دی۔ لیکن آخرت کی نجات کے لئے قرآن ناظرہ بھی نہ پڑھایا۔ وہ خود کانا دُنیا کی آنکھ بینا تھی۔ لیکن آخرۃ کی آنکھ اندھی تھی۔ وہ نوجوان کو اندھا کر گیا۔ اسی لئے وہ حاملین دین کی توہین کرتے ہیں۔ اور دین پر استہزا کرتے ہیں۔ انگریز نُطفے بھی پلید کر گیا ہے کہ جو پیدا ہوتا ہے ایسے ہی پیدا ہوتا ہے۔ جیسے حضرت نوح علیہ السّلام نے کہا تھا۔ کہ ان کی اولاد بھی پلید ہو گئی ہیں۔ جو جنتے ہیں۔ فاجر و کافر ہی جنتے ہیں۔

اس وقت ظلم عام ہے۔ ملازمین حکومت کے خزانے سے تنخواہ پاتے ہیں۔ لیکن کام نہیں کرتے وہ حرام کھاتے ہیں۔ ایسی کمائیوں سے روحانیت خراب ہو گئی ہے دوکاندار کم تولتے ہیں۔ اپنے حق پُورا لیتے ہیں لیکن دُوسرے کا حق پُورا نہیں دیتے۔ اگرچہ یہ دُنیا داری کے معاملات ہیں۔ لیکن چونکہ ان کی زد روحانیت پر پڑتی ہے۔ لیکن شارح ان کے بارے میں بھی حکم نافذ کرتا ہے۔ دُنیا میں جو کچھ کرتے ہیں آخرت میں اسی کے مطابق سلوک ہوگا۔ جرم سے اپنے بدن پر چرکے لگاتے ہیں۔ لیکن احساس نہیں ہوتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ یہاں ضروریات جسمانی کا کلوروفارم سنگھایا گیا ہے۔ اس لئے احساس نہیں ہوتا۔ مرنے کے بعد جب جسم الگ ہوجائیگا تو رُوح کو پُورا پُورا احساس ہوگا۔ پھر وہ ظلم کے چرکے محسوس ہونگے۔ وہاں بیوی بچے برادری بھی نہیں ہوگی۔ جن کی وجہ سے ظلم کیا تھا۔ کوئی چھڑانے کے لئے نہیں آئے گا۔ یہ سب غدّار ہیں۔ طمع کے یار ہیں۔ ضرورتیں پُوری کرو تو بچوں کے ابّاجی اور بیوی کے خاوند۔ ورنہ کچھ نہیں۔ دنیا میں رہنے کا طریقہ یہ نہیں کہ ان غداروں کی خاطر عاقبت خراب کر لی جائے۔ دُنیا میں رہنے کا طریقہ مرغ آبی سے سیکھیں۔ جو دریا میں غرق ہوتا ہے۔ لیکن جب اُڑتا ہے تو پر خشک ہوتے ہیں ؎

دلا ز رسم تعلّق ز مُرغ آبی جو
اگرچہ غرق بدریاست خشک پر برخاست

بظاہر تعلق سب سے رکھو۔ اور سب کے حقوق پورے کرو۔ لیکن حقیقت میں تعلق ایک اللہ سے رہے۔ ہمارے ۱۴ ص

۱۴ ص خاندان قادری میں پہلا سبق یہ پڑھایا جاتا ہے کہ جب ذکر کرو تو یہ خیال کرو کہ نہ زمین رہے نہ آسمان نہ انسان رہے نہ شیطان فقط ایک اللہ کی ذات ہو اس سے بیوی بچے اور تمام تعلقات دنیوی اُڑ جاتے ہیں۔ ایک ذاکر رات کو ایسے گھر میں ذکر کرے۔ جہاں بیوی بچے سوئے ہوئے بھی ہوں تو اُن اثر پڑتا ہے۔

تزکیہ سے روحانی بیماریاں نکل جاتی ہیں۔ روحانی بیماریوں کا پتہ نہیں لگتا جب تک قرآن نہ پڑھا جائے۔ اور کسی ہادی کی صُحبت نصیب نہ ہو۔ حسد کبر ریا خود پسندی وغیرہ روحانی بیماریاں ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار فرائض میں سے تزکیہ بھی ایک فرض تھا۔ آپ نے صحابہ کرام کا تزکیہ کیا۔ یہاں تک کہ ان کے اندر انانیت نہ رہی۔ ان کے تزکیہ کا نتیجہ تھا کہ قیصر و کسرے مٹ گئے اور اسلام کا غلبہ ہو گیا۔ اگر ان کا نہ ہوا ہوتا تو اسلام مدینہ میں دفن ہو جاتا۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعوتِ ولیمہ کیسی ہوتی تھی؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی کسی بیوی کے نکاح پر ایسا ولیمہ نہیں کیا جیسا کہ زینب بنت جحش رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے نکاح کے موقع پر کیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پوری ایک بکری پر ولیمہ کیا۔ (معلوم ہوا کہ دوسری بیویوں کے نکاح پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس سے بھی مختصر اور ہلکے پیمانہ پر ولیمہ کیا۔ چنانچہ بعض بیویوں کے ولیمہ کی دعوت میں صرف دو سیر جَو استعمال ہوئے اور حضرت صفیہؓ کے ولیمہ پر تو دستر خوان پر گوشت روٹی کچھ نہیں تھا، کچھ کھجوریں تھیں اور کچھ پنیر اور مکھن تھا۔) صحیح بخاری

شوہر اور بیوی کا ایک دوسرے کے راز کسی کو بیان کرنا گناہ ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں وہ آدمی بدترین درجہ میں ہو گا جو اپنی بیوی سے ملنے کے بعد اس کا راز فاش کر دے۔ صحیح مسلم

خلافِ وضع فطری عمل پر خدا کی لعنت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیوی کے ساتھ خلاف وضع فطرت عمل کرے وہ ملعون ہے۔ مسند احمد

اسلام میں چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت نہیں ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی نے اسلام قبول کیا تو اس وقت ان کی دس بیویاں تھیں۔ ان سب نے بھی ان کے ساتھ اسلام قبول کر لیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہدایت فرمائی کہ چار بیویاں تو رکھو اور باقیوں کو جدا کر دو۔ مسند احمد

بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۸ سے آگے

صوفیائے کرام ذکر کے ایسے طریقے سکھلاتے ہیں کہ پاؤں کے ناخن سے لے کر سر کے بالوں تک سارا وجود ذکر میں مشغول ہو جائے۔ ہر قطرۂ خون اور ہر ذرۂ وجود اللہ کا ذاکر نظر آئے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں بے شمار فائدے ہیں۔ ان میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ انسان مستغنی عن الخلق اور محتاج الی اللہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ذکر الہٰی کے فائدوں سے بہرہ ور ہونے اور ہمیشہ ذکر میں رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ کوئی دم غفلت میں نہ گزرے۔

(آمین یا الہ العالمین)

مجلس ذکر

اہل و عیال کے متعلّق مرد کی ذمہ داری

اللہ تعالیٰ کے پاک نام میں بہت سی خاصیتیں ہیں۔ ان میں سے ایک استغنا عن الخلق ہے۔ جس طرح اللہ تعالےٰ مستغنی عن الخلق ہے۔ اُسی طرح وہ شخص جس کے ہر رگ و پے میں اللہ کا نام سرائت کر جائے مستغنی عن الخلق ہو جاتا ہے۔ وحدت کی طرف جذب اور کثرت سے متنفر ہوتا ہے۔ پہلے دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر گپیں ہانکنے میں مزہ محسوس کرتا تھا۔ اب تنہائی میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنا پسند کرتا ہے۔ جب یہ حالت ہوگی۔ تو ذاکر خود بخود گناہوں سے بچے گا۔ کیونکہ گناہ کثرت میں جانے سے ہوتے ہیں۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے جب لوگوں کے ساتھ اختلاط نہیں رہیگا تو چغلی۔ بدگوئی۔ بد زبانی اور بدنگاہی وغیرہ جملہ گناہوں سے محفوظ رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء کرام کثرت سے بھاگتے ہیں اور وحدت کی طرف آتے ہیں۔ اُن کا دل چاہتا ہے۔ کہ آبادی سے دُور جنگل بسیرا۔ آسمان تلے فرش زمیں پہ ڈیرا ہو وہ غافلین کی مجلس میں بیٹھنا پسند نہیں کرتے۔

اس دین میں جیسے مردوں کا حصّہ ہے۔ ویسے ہی عورتوں کا حصہ بھی ہے۔ عورتیں فقط گھر کی لونڈیاں ہی نہیں کہ کھانا پکائیں۔ کپڑے دھوئیں بستر بچھائیں۔ بچے جنیں اور انہیں پرورش کریں۔ بلکہ جیسے تم جہنم سے بچنے کی تدبیر کرتے ہو۔ اُن کو بھی جہنم سے بچنے کی تدبیر سجھاؤ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّ قُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ الاٰیۃ

(سورۃ التحریم ع۱۔ پ۲۸) **ترجمہ**۔ اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ۔ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

قُوْا امر کا صیغہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں کو حکم دے رہے ہیں کہ اپنے بال بچوں کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لئے کوئی تدبیر کرو۔ اگر ایک شخص کی بیوی اور بچے کسی جسمانی مرض میں مبتلا ہوں اور وہ نہ ان کو ڈاکٹر یا حکیم کے پاس لے جائے اور نہ ڈاکٹر یا حکیم کو اُن کے پاس لائے تو یہی کہا جائے گا۔ کہ وہ اپنے بیوی بچوں پر ظلم کر رہا ہے روحانی امراض کا بھی یہی حال ہے۔ اگر ایک شخص کی بیوی اور بچے رُوحانی امراض میں مبتلا ہوں اور وہ نہ اُن کو معالج روحانی کے پاس لے جائے اور نہ معالج رُوحانی کو اُن کے پاس لے آئے تو یہی کہا جائے گا کہ وہ اس معاملہ میں ظالم ہے۔ اس کی تیسری ترکیب یہ ہے کہ وہ خود کسی معالج روحانی سے کتاب و سنت کی تعلیم و تربیت حاصل کرکے اپنے بیوی بچوں کی خود تربیّت کرے۔ میری بیوی درس اور جمعہ میں نہیں آتی۔ میں نے اس کو علیحدہ کرایہ پر مکان لے کر کتاب و سنت کی تعلیم دی ہے۔

قرآن مجید نے جہاں نیک مردوں کی صفات گنائی ہیں۔ وہاں نیک عورتوں کی صفات کا بھی ذکر کیا ہے۔

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَھُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

(سورۃ الاحزاب ع۵ پ۲۲)

ترجمہ:۔ بے شک اللہ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں اور ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں اور فرمانبردار مردوں اور فرمانبردار عورتوں اور سچے

مردوں اور سچی عورتوں اور صبر کرنے والوں مردوں اور صبر کرنے والی عورتوں اور عاجزی کرنے والے مردوں اور عاجزی کرنے والی عورتوں اور خیرات کرنے والے مردوں اور خیرات کرنے والی عورتوں اور روزہ دار مردوں اور روزہ دار عورتوں اور پاک دامن مردوں اور پاک دامن عورتوں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والوں مردوں اور بہت یاد کرنے والی عورتوں کے لیۓ بخشش اور بڑا اجر تیار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مردوں کے ساتھ ساتھ وہی صفتیں عورتوں کی بیان کی ہیں۔ یہ صفات عورتوں میں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کیا ہے۔ میں بعض ایسی عورتوں کو جانتا ہوں۔ جو ذکر کی برکت سے مستغنی عن الخلق تھیں۔ کثرت سے ان کو نفرت تھی اور وحدت سے محبت۔ لاہور میں بعض ایسی عورتیں ہیں۔ جنہوں نے ذکر شروع کیا اور مجھے کہنے لگیں۔ کہ دل چاہتا ہے کہ ان آبادیوں سے نکل جائیں اور جنگل میں جا کر رہیں۔ میں نے اُن کا حکماً ذکر بند کرا دیا عورتیں چونکہ زیادہ نازک مزاج ہوتی ہیں۔ اس لیئے وہ ذکر کا اثر جلدی قبول کرتی ہیں۔ جیسے ٹین میں اگر ایک انگارہ بھی رکھیں تو وہ فوراً گرم ہو جاتا ہے۔ اور اگر لوہے کی کڑاہی میں انگارہ رکھیں تو وہ دیر سے گرم ہوگی

جس طرح اللہ والوں کے ہاں مرد آکر جمع ہو جاتے ہیں۔ اُسی طرح عورتیں بھی اللہ کا نام سیکھنے کے لیئے وہاں آ جاتی ہیں۔ میرے پڑدادا پیرؒ کے ہاں ایک ذاکرہ عورت تھی۔ وہ نکاح نہیں کرتی تھی۔ حضرتؒ نے حکماً اس کا نکاح کرا دیا۔ حضرتؒ کے حکم کا جب اُسے علم ہوا تو اُس نے عرض کی کہ میں اُس سے نکاح کروں گی جو جھوٹ نہ بولے۔ ایک شخص سے اس کا نکاح ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ نے اس کو ایک بچہ عطا فرمایا۔ ایک دن باپ بچے کو کھلا رہا تھا اور ماں پانی لینے کے لئے کنوئیں پر جا رہی تھی۔ بچہ رو رہا تھا۔ باپ نے بچہ کو کہا کہ چُپ کر وہ تمہاری ماں آتی ہے۔ حالانکہ وہ جا رہی تھی۔ عورت نے جب یہ سُنا تو اس خاوند سے کہا۔ کہ آپ نے جھوٹ بولا ہے۔ اب میرا اور تیرا نکاح نہیں رہا۔ کیونکہ شرط یہ تھی کہ آپ جھوٹ نہیں بولیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ۔ (ترجمہ۔ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

اس ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماتحت جس طرح مردوں کے لیئے اتنا علم دین حاصل کرنا ضروری ہے کہ اپنے آپ کو جہنم سے بچا سکیں۔ اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ضروری ہے اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ذکرِالٰہی کرنے اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچنے کی تدبیر سمجھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

بیویوں کے ساتھ عدل وانصاف سے پیش نہ آنے والے کی سزا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی آدمی کی دو یا زیادہ بیویاں ہوں اور وہ ان کے ساتھ عدل و مساوات کا برتاؤ نہ کرے تو قیامت کے دن وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس کا ایک دھڑ گرا ہوا ہوگا۔ جامع ترمذی

مجلس ذکر

منعقدہ ۷ ربیع الآخر ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ــــ اما بعد میں سمجھتا ہوں اور میرا یہ خیال صحیح ہے کہ جمعرات کو ہم سب یہاں اس لئے جمع ہوتے ہیں کہ ہماری اصلاح ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے راضی ہو جائیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں عذاب قبر سے بچائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے پانی پلائے۔ آپ کی شفاعت نصیب فرمائے۔ اور دوزخ سے بچا کر جنت میں پہنچائے۔ اس مقصد کی تکمیل کیلئے ہم اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر جمع ہوتے ہیں اور اسی لئے میں کتاب وسنت کی روشنی میں کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ آج بھی اور جمعہ کے روز بھی آپ سب آزاد ہوتے ہیں لیکن میں پابند ہوتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے بندے اور حضورؐ کے اُمتی جن کو اللہ تعالیٰ میرے ہاں بھجواتا ہے۔ ان سے کیا کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ وہ مجھ سے وہ کہلوائے جو وہ اور حضورؐ چاہتے ہیں۔ خیر یہ تو تمہید تھی۔ میری آج کی معروضات کا عنوان ہے:۔

انسان اپنے تعلق باللہ کا خود امتحان لے سکتا ہے

اس کے ماتحت ایک حدیث عرض کرتا ہوں۔ جس سے یہ چیز برآمد ہوتی ہے

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ يَّهْدِيَہٗ يَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ اِنْفَسَحَ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ هَلْ لِتِلْكَ مِنْ عَلَمٍ يُعْرَفُ بِہٖ قَالَ نَعَمْ اَلتَّجَافِيْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِہٖ ــ

ترجمہ:۔ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ فَمَنْ یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام (یعنی خداوند تعالےٰ جس شخص کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے) پھر فرمایا۔ جب نور سینے کے اندر داخل ہوتا ہے تو سینہ فراخ اور کشادہ ہو جاتا ہے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہؐ! کیا اس حالت کی کوئی علامت ہے جس سے اس کی شناخت کی جا سکے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں اور وہ نشانی غرور کے گھر (یعنے دنیا) سے دُور ہونا آخرت کی طرف رجوع کرنا اور مرنے سے پہلے مرنے کیلئے تیار ہو جانا ہے

اگر مکان کا دروازہ کھل جائے تو ہر چیز اندر رکھی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر دروازہ بند ہو تو کوئی چیز رکھ سکتے۔ اسی طرح اگر اللہ فضل شامل حال ہو تو پھر وہ جس کی ہدایت کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا سینہ کھول دیتے ہیں۔ پھر جو بات اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آئے تو سُن کر طبیعت میں سرور پیدا ہوتا ہے۔ الحمد للہ جو بات پہلے معلوم نہ تھی۔ آج معلوم ہو گئی۔ اگر اللہ تعالےٰ کے حکم کا پتہ نہ چلتا۔ تو نہ معلوم ہم اپنی مرضی سے کیا کرتے۔ اور ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ ناراض ہو جاتے اور ہمیں سزا ملتی۔ مثلاً ایک شخص پر زکوٰۃ فرض ہے شریعت نے قرضہ کی رقم نکال کر باقی رقم کا ۱/۴۰ حصہ زکوٰۃ فرض کی ہے۔ اگر اس حکم کا علم نہ ہوتا تو زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وجہ سے جہنم میں جانا پڑتا ــ زکواۃ

نہ دینے والوں کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ط هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ؏ (سورۃ التوبہ ع ۵ - پ ۱۰)۔ **ترجمہ**: (جس دن وہ دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا۔ پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی۔ یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا۔ سو اس کا مزہ چکھو جو تم جمع کرتے تھے)

جس کا اللہ تعالےٰ سینہ کھول دیتے ہیں وہ اس حکم کو سُن کر ڈر جاتا ہے اور فوراً زکوٰۃ ادا کرنے لگ جاتا ہے۔ اسی طرح وہ اسلام کے ہر حکم کو طیّب خاطر سے قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو یہ نعمت نصیب فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے۔ جو اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سُن کر کبیدہ خاطر ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی طبیعت بوجھ محسوس کرتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ دُنیا میں اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرکے اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنائیں گے۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ بالا ارشاد میں فرمایا کہ جب نور سینے میں [illegible]وتا ہے تو سینہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ [illegible]ؓ نے اس نور کی علامات دریافت کیں تو آپؐ نے فرمایا۔ اس کی تین علامات ہیں:۔

۱۔ اَلتَّجَافِيْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ۔ دُنیا دارالغرور ہے اگر طبیعت دنیا سے ہٹتی نظر آئے۔ تو سمجھ لیجئے کہ یہ نور آچکا ہے۔ اور سینہ کشادہ ہو چکا ہے۔ اب ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ اس کی طبیعت دنیا میں کُھبہ (پنجابی معنی غرق) ہو رہی ہے۔ یا ہٹ رہی ہے۔ اس جہان کی ہر چیز کے اندر راحت کے مقابلے میں رنج زیادہ ہے۔ یہاں دُکھ اور سُکھ توأم ہیں۔ (توأم کے معنی پنجابی میں جوڑے کے ہیں۔ راحت محض اللہ تعالےٰ کے ذکر میں ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورۃ الرعد ع ۴ پ ۱۳) (خبردار اللہ کی یاد ہی سے دل تسکین پاتے ہیں) یہ دُنیا دھوکے کا گھر ہے۔ یہاں کی کوئی چیز بھی ہماری نہیں ہر چیز سے اللہ تعالےٰ نے ہمیں نفع اُٹھانے کی اجازت دی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ع

کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ فَيَرْجِعُ اِثْنَانِ وَيَبْقٰى مَعَهٗ وَاحِدٌ يَتْبَعُهٗ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَعَمَلُهٗ فَيَرْجِعُ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَيَبْقٰى عَمَلُهٗ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میّت کے پیچھے تین چیزیں رہتی ہیں۔ پھر دو یہیں رہ جاتی ہیں۔ اور ایک اُس کے ساتھ جاتی ہے۔ میّت اپنے پیچھے اپنا اہل اور مال اور عمل چھوڑ جاتی ہے۔ پھر اہل اور مال یہیں رہتے ہیں اور اس کا عمل ساتھ ہی رہتا ہے)

اس حدیث سے حاصل یہ نکلا کہ یہ سب غدّار ہیں۔

۲۔ اَلْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ۔ اِدھر سے طبیعت اُکھڑتی جائے اور اُدھر طبیعت کا میلان ہوتا جائے۔ ہر شخص اپنا امتحان خود لے سکتا ہے۔ اگر سینے میں نور ہو تو طبیعت دُنیا سے ہٹتی ہے۔ ورنہ اس میں گڑتی جاتی ہے۔

۳۔ اَلْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ۔ جس طرح سمجھ دار آدمی حج کے لئے درخواست دینے کے بعد سب ضروریات سفر پہلے ہی تیار رکھتا ہے۔ منظوری کا تار آیا۔ بستر اور ضروری سامان اُٹھا کر اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ اسی طرح مومن مرنے سے پہلے موت کی تیاری کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو وہ نور عطا فرمائے۔ جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے۔ کوشش کیا کیجئے کہ یہ علامتیں پیدا ہو جائیں۔ حقیقت میں ہماری کوئی چیز نہیں۔ چارپائی پر انسان سوتا ہے۔ لیکن اس کو مقصود بالذات نہیں بناتا۔ اسی طرح بیوی اور بچّے اور مکان وغیرہ کوئی بھی مقصود بالذات نہیں۔ بے شک ہر چیز سے نفع اُٹھایئے اسلام اس سے منع نہیں کرتا۔ لیکن مقصود بالذات فقط اللہ تعالےٰ کی رضا ہو۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ایمان کامل اور اسلام محمدیؐ نصیب فرمائے۔ ایمان یہ ہے کہ اے اللہ میں تیرا اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم دل سے مانتا ہوں۔ اسلام یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق زندگی بسر کی جائے

۵ بلے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ انسان جس فن میں کمال حاصل کرنا چاہے۔ اس فن کے کامل کی صحبت میں مدّت مدید رہنے کے بعد کامل کا عکس ادھر منتقل ہو جاتا ہے۔ کامل کچھ زبانی ہدایات دیتا ہے اور کچھ اس کو دیکھ کر شاگرد اخذ کرتا ہے۔ اس طرح آہستہ آہستہ شاگرد بھی کامل بن جاتا ہے۔ مثلاً درزی کا کام سیکھنے کے لئے درزی کی صحبت میں مُدت مدید تک رہنا ضروری ہے۔ موچی کا کسب حاصل کرنے کے لئے موچی کی صحبت ضروری ہے۔ موچی جس طرح سوئی کے باریک دھاگے موٹے کو دھاگے سے جوڑ دیتا ہے۔ اس طرح دارالعلوم دیوبند کا فاضل اور گریجوایٹ بھی نہیں جوڑ سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ حدیث شریف میں یوں آتا ہے۔

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ عَلٰى حَصِيْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِيْ جَسَدِهٖ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَبْسُطَ لَكَ وَنَعْمَلَ فَقَالَ مَا لِيْ وَلِلدُّنْيَا وَمَا اَنَا وَالدُّنْيَا اِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا (رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ) **ترجمہ**:۔ (ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر سوئے۔ پھر اُٹھے۔ تو آپؐ کے جسم مبارک پر چٹائی کے نشان تھے۔ ابن مسعودؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ اگر آپؐ ہمیں حکم فرما دیتے تو ہم آپؐ کے لئے بستر ا بنا دیتے۔ پس آپ نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا تعلق۔ میری اور دنیا کی مثال ایسی ہے۔ جیسا کہ کوئی سوار کسی درخت کے نیچے ٹھہر کر سایہ سے فائدہ اُٹھائے۔ اور پھر چل دے۔ اور درخت کو اپنی جگہ چھوڑ جائے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مسلک کے بانی ہیں۔ آپ کے بعد اللہ تعالےٰ کے بندے اس کے حامل چلے آتے ہیں۔ ایک نبوت کے سوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب کمالات منتقل ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ پیر پگاڑا رحمۃ اللہ علیہ جو میرے شجرہ میں چوتھے منبر پر آتے ہیں۔ اُن کا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں اُن کی اہلیہ محترمہ کا

پاجامہ پھٹ گیا۔ اُس نے عرض کی۔ کہ پاجامہ پھٹ جانے کی وجہ سے نماز میں نقص پیدا ہوتا ہے اور پاجامہ بنا دینے کی فرمائش کی۔ اس پر حضرتؒ ناراض ہو گئے۔ کہ مجھ سے کیوں کہا۔ اللہ تعالےٰ سے کیوں نہیں مانگا۔ اور کئی دن تک گھر میں تشریف نہیں لے گئے۔ اس کے بعد کہیں سے سوسی کا تھان آیا۔ تو اس کو لے کر اندر تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ دُنیا کے طالب کے لیئے دُنیا آگئی ہے۔ اگر آپ چاہیں کہ آپ کی طبیعت میں یہ رنگ پیدا ہو تو اس رنگ کے رنگین کی صحبت اختیار کرنی پڑے گی۔ دنیا داروں کی صحبت میں یہ رنگ پیدا نہیں ہوتا۔ اس قسم کے اللہ کے بندے نایاب نہیں۔ لیکن کمیاب ضرور ہیں۔

میں کہا کرتا ہوں کہ موتی ملنے ارزاں ہیں۔ لیکن اللہ والے ملنے اس سے بھی گراں ہیں۔ موتی تو کافروں کے گھر میں بھی ہوتے ہیں۔ لاہور میں اگر ایک لاکھ میں ایک بھی اس قسم کا اللہ تعالےٰ کا بندہ ہوتا تو ۱۴ لاکھ کی آبادی میں کم ازکم ۱۴ تو ہوتے۔ اگر چودہ ہوتے تو لاہور روشن ہو جاتا۔ یہاں نہ شرک رہتا اور نہ بدعت رہتی۔ حاصل یہ نکلا۔ کہ اللہ والے دُنیا میں ہمیشہ رہتے ہیں۔ اگرچہ کمیاب ہوں۔ اور ان کی صحبت میں دُنیا سے ہٹ کر طبیعت کا میلان آخرت کی طرف ہو جاتا ہے۔

موت سے پہلے موت کی تیاری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں فرق نہ آئے اور ہر ایک کا حق دے دیا جائے۔ یہ نہ کہا جائے کہ دے دیں گے۔ اگر رات کو ہارٹ (دل) فیل ہو گیا تو پھر کس طرح دوگے۔

یہ تین چیزیں آج کا سبق ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو یہ نعمت نصیب فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

اس ضمن میں ایک اور حدیث عرض کرتا ہوں۔ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ وَمَنْ کَرِہَ لِقَاءَ اللّٰہِ کَرِہَ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ فَقَالَتْ عَائِشَۃُ اَوْ بَعْضُ اَزْوَاجِہٖ اِنَّا لَنَکْرَہُ الْمَوْتَ قَالَ لَیْسَ ذَالِکَ وَلٰکِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا حَضَرَہُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللّٰہِ وَکَرَامَتِہٖ فَلَیْسَ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا اَمَامَہٗ فَاَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ وَاَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ وَاِنَّ الْکَافِرَ اِذَا حُضِرَ بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰہِ وَعُقُوْبَتِہٖ فَلَیْسَ شَیْءٌ اَکْرَہَ اِلَیْہِ مِمَّا اَمَامَہٗ فَکَرِہَ لِقَاءَ اللّٰہِ وَکَرِہَ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ (متفق علیہ) ترجمہ: عبادہؓ بن الصامت سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص خدا سے ملاقات کو پسند کرتا ہے خداوند تعالےٰ اُس سے ملنے کو پسند کرتا ہے۔ اور جو شخص خدائے تعالےٰ سے ملنے کو بُرا جانتا ہے۔ خدا اس سے ملاقات کو نا پسند کرتا ہے۔ عائشہؓ نے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی اور بیوی نے یہ سُن کر عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ ہم موت کو بُرا سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مومن کو جب موت آتی ہے تو اس کو خوشخبری پہنچائی جاتی ہے کہ خدا اس سے راضی ہے اور اس کو اچھا سمجھتا ہے۔ پس اس وقت اس کے خیال میں خدا کی رضامندی اور خدا کی نظر میں اس کی عظمت سے بہتر کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اور پھر یہ ہوتا ہے کہ بندۂ مومن خدا سے ملاقات کے لیئے بے چین ہو جاتا ہے اور خدا بھی اس سے ملاقات کو عزیزہ سمجھتا ہے۔ اور کافر بندہ کے پاس جس وقت فرشتہ موت کا آتا ہے تو اس کو عذاب الٰہی اور سزا سے ڈراتا ہے۔ پس اس وقت اس کے خیال میں موت سے کوئی چیز بُری نہیں ہوتی۔ وہ خداوند تعالےٰ سے ملاقات کو بُرا سمجھتا ہے۔ اور خدا اس سے ملاقات کو برا خیال کرتا ہے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس طرح دنیا میں زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ اس کی رضا کے سوا کوئی چیز مقصود بالذات نہ رہے۔ آمین یا الہ العالمین۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا بیویوں کے درمیان برابری کا اہتمام

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی سب بیویوں کے ہاں باری باری رہتے تھے اور پورے عادل کا برتاؤ فرماتے تھے اور اس کے ساتھ اللہ سے عرض کرتے تھے کہ اے میرے اللہ! یہ میری تقسیم ہے ان معاملات میں اور اس عملی برتاؤ میں جو میرے اختیار میں ہیں پس میری سرزنش اور محاسبہ نہ فرما دل کے اس معاملے میں جو تیرے ہیں میرے اختیار میں نہیں۔ جامع ترمذی

مجالس ذکر

مورخہ جمعرات ۱۴ ربیع الآخر ۷۷ھ ۷ نومبر ۱۹۵۷ء

از شیخ التفسیر مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بالکل ٹھیک ہے

"خیار عباد اللہ الذین اذا راؤا ذکر اللہ" باب الغیبۃ والشتم

ترجمہ:۔ اللہ کے برگزیدہ بندے وہ ہیں۔ جنہیں دیکھا جائے تو خدا یاد آجائے۔

برادران اسلام۔ انسان کا یہ فطرتی تقاضا ہے۔ ہر انسان چاہتا ہے کہ لوگ مجھے اچھا خیال کریں اور میرے برُے ہونے کا کسی کے دل میں خیال نہ آئے اسی جذبے کا یہ نتیجہ ہے کہ ہر مجرم بھی اپنے جرم کا انکار کرتا ہے۔ مثلاً چور یہی کہتا ہے کہ میں نے تو چوری نہیں کی۔ جھوٹا کہتا ہے میں نے تو جھوٹ نہیں بولا۔ ڈاکو کہتا ہے کہ میں تو ڈاکوؤں میں شامل نہیں تھا۔

تمام انبیاء علیہم السلام کا ایک ہی نظریہ تھا

کہ انسان کو صحیح اور اصلی معنوں میں انسان بنا دیا جائے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ اچھا سمجھا جائے اور انسانوں کی نظر میں بھی اچھا ہی نظر آئے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ ہر حاجت اور ضرورت سے بے نیاز ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ انسان اچھا ہے جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے عطا شدہ نعمتوں کا دل سے زبان سے اعضا ظاہری سے شکر بجا لائے۔ اور انسان چونکہ اپنی ضرورتوں کے پورا کرنے میں دوسروں کا محتاج ہے۔ اس لئے انسانوں کی نظر میں اچھا انسان وہ ہے جو ان کی ضرورتوں کے پورا کرنے میں ان کی مدد کرے۔ اسی نظریہ کے ماتحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو خدمت خلق کی بہترین طریقہ سے ترغیب دی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ "وَاللّٰہُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا کَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْہِ" ترجمہ (اور اللہ اس بندے کی مدد میں رہتا ہے۔ جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔)

یعنی جب تک کوئی انسان دوسرے بھائی کے کام کو سنوارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے کاموں کو سنوارتا رہتا ہے۔ بھلا جس کے کاموں کو اللہ تعالےٰ سنوارنے لگے۔ اس کے کام کبھی بگڑ سکتے ہیں؟ اسی لئے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ "میرے مولا میری بگڑی کے بنانے والے"

انسان کے بہترین اور بلند تر ہونے کا وہ مقام

ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بصورت عنوان ذکر کیا گیا ہے۔ اس اعلےٰ مقام کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ اس اعلےٰ مقام کو سمجھنے کے بعد میرے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو اس مقام پر پہنچنے کی سعی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس مقام پر پہنچنے کے ذرائع کو حاصل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس مقام پر پہنچائے آمین الٰہ العالمین

انسان اللہ تعالیٰ کی سات صفات کا مظہر ہے

اللہ جل شانہٗ کی سات صفتیں اس جہان میں کار فرما ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ بصیر۔ کلیم۔ سمیع حی۔ قدیر۔ مرید۔ علیم۔ ترجمہ۔ دیکھنے والا۔ بولنے والا۔ سننے والا۔ زندہ۔ قدرت والا ارادے والا۔ جاننے والا۔ اور انسان ان ساتوں صفات الٰہیہ کا مظہر ہے۔ یعنی ان ساتوں کے اثرات انسان کے وجود میں بالکل واضح طور پر نظر آتے ہیں۔

ایک دوسرے پر فوقیت

اگر غور سے دیکھا جائے تو ان صفات میں بعض انسان بعض پر فوقیت کا درجہ رکھتے ہیں۔ مثلاً ایک انسان کی بینائی عمر اتنی کمزور ہے کہ ایک فٹ کے فاصلے پر بھی بمشکل آدمی کو پہچانتا ہے۔ اور بعضوں کی بینائی ایسی تیز ہے۔ کہ اگر انہیں بلند مینار یا پہاڑ پر کھڑا کر دیا جائے تو انہیں ۴۰۔۴۰۔۵۰۔۵۰ ۶۰۔۶۰ میل کے فاصلے کے دریا اور پہاڑ بھی نظر آئیں گے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

سات صفتوں کی تقسیم

انسان کے اندر سات صفتیں تو پائی جاتی ہیں۔ مگر ان میں سے چار کا تعلق انسان کے ظاہری وجود سے ہے اور وہ بصیر۔ کلیم۔ سمیع۔ اور حی ہیں۔ اور تین کا تعلق باطن سے ہے۔ قدرۃ۔ ارادہ اور علم

مومن کے اندر نور فراست

موجود ہے۔ جس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں ہے "اتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ"؟ مومن کی فراست (قیافہ کہئے یا اندازہ) سے ڈرو۔ کیونکہ وہ اللہ کے (دیئے ہوئے) نور سے دیکھتا ہے۔

نور فراست ایک عجیب چیز ہے

یہ نور اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور بخشش ہے جس کو چاہے۔ عطا فرمائے۔ اور اس نور فراست کے بھی کئی درجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو ریاضت اور محنت کے سوا بھی جس کو جتنا چاہے عطا فرما دے۔ اور اگر کسی باطن کے تربیت یافتہ شیخ کامل کی صحبت میں مدت مدید تک رہ کر انسان تربیت کرائے اور باطن کے امراض مہلکہ (مثلاً ریاء۔ کبر۔ حسد۔ عجب۔ شرک کفر۔ نفاق۔ اعتقادی وغیرہ) سے انسان شفا پا جائے۔ تو پھر اسی اسم ذات

(اللہ) کے پاک اسم کی برکت سے انسان پر ایسے ایسے عجائبات کا انکشاف ہوتا ہے کہ شاید اس نورِ فراست کے منکرین کی عقل میں بھی وہ چیزیں نہیں آ سکتیں۔ جوکہ نور فراست کے کامل کو شب و روز مشاہدہ میں آتی ہیں۔ اور اس باخدا کامل کو ان پر اتنا وثوق ہوتا ہے۔ جس طرح ایک اور ایک دو۔ یا دو اور دو چار پر یقین ہوتا ہے۔

نور فراست سے حاصل ہونیوالے عجائبات کی مثالیں

پہلی۔ یہ چیز حلال ہے یا حرام

یہ تو ہر مسلمان کو علم ہے۔ کہ بھیڑ بکری۔ گائے۔ بھینس۔ اونٹ حلال ہے اور کتا۔ گدھا۔ خنزیر۔ شیر اور چیتا حرام ہے۔ یہ بھی عرض کئے دیتا ہوں۔ کہ بعض چیزیں بظاہر حلال ہوتی ہیں۔ مگر حقیقت اور واقع میں حرام ہوتی ہیں۔ مثلاً ہم نے تو قصاب سے بکری کا گوشت لیا۔ اگر وہ بکری قصاب نے کسی چور سے خریدی تھی۔ جو چوری کرکے لایا تھا۔ تو یہ گوشت بظاہر حلال ہے۔ مگر واقع میں وہ حرام ہے۔ نور فراست والا نہ اس گوشت کو خریدے گا۔ نہ کھائے گا۔ اور نور فراست سے محروم اس گوشت کو خرید کر کھائے گا۔

نتیجہ

گوشت یا اس قسم کے اور ہزاروں چیزوں کے استعمال کرنے کا نتیجہ یہ نکلے گا۔ (۱) یہ شخص عبادت کرے گا۔ تو اس کی قبول نہیں ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا"۔ "بے شک اللہ پاک ہے اور پاک چیزیں ہی کو قبول کرتا ہے"۔ اس مضمون کی وضاحت کے لئے ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ مثلاً ایک مسلمان نے دیکھ لیا ہے کہ ایک برتن میں کتا پانی پی رہا تھا۔ گھر کا مالک اسی پیالے میں سے پانی گرا کر اس میں دودھ ڈال کر اس مسلمان کو لا دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ دودھ بالکل خالص ہے۔ اور جوش دے کر کاڑھا کرکے لایا ہوں۔ اور اس پر بالائی بھی آئی ہوئی ہے۔ اور میٹھا بھی ڈال کر لایا ہوں۔ باوجود ساری خوبیوں کے کیا وہ مسلمان اس دودھ کو پیئے گا؟ جس برتن میں سے پہلے کتے نے پانی پیا تھا۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح جب حرام چیز کے کھانے سے انسان کا منہ پلید ہو جائے۔ اور جو اس منہ کے اندر لب ہے وہ پلید ہو۔ اگرچہ عبادت کرنے والا جو مبارک الفاظ پڑھ رہا ہے۔ وہ تو پاک ہیں۔ مگر زبان اور منہ پلید ہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ اس عبادت کو قبول نہیں فرمائے گا۔ علیٰ ہذا القیاس فریب کاری۔ دھوکہ بازی یا رشوت کے ذریعہ سے کمائے ہوئے مال کے کھانے سے بھی یہی نتیجہ نکلے گا۔ (ب) اس قسم کے حرام مالوں کے کھانے کا قیامت کے دن یہ نتیجہ نکلے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَکُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ کَانَتِ النَّارُ اَوْلٰی بِہٖ (رواہ احمد والدارمی والبیہقی)۔ ترجمہ:۔ جابرؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حرام (کے مال) سے پرورش یافتہ گوشت بہشت میں نہیں جائے گا۔ اور ہر وہ گوشت جو حرام (کے مال) سے پیدا ہوگا۔ (دوزخ کی) آگ۔ اس (گوشت) کو (اپنے اندر) لینے کی زیادہ مستحق ہے۔

دوسری۔ میت نجات یافتہ ہے۔ یا عذاب میں مبتلا ہے

ثبوت اوّل:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر کے متعلق یہ ارشاد ہے:۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ اَوْ حُفْرَۃٌ مِّنْ حُفَرِ النِّیْرَانِ (رواہ الترمذی فی باب البکاء والخوف) ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سوائے اس کے نہیں کہ قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

ثبوت دوئم:۔

عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ بَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَائِطٍ لِبَنِی النَّجَّارِ عَلٰی بَغْلَۃٍ لَہٗ وَنَحْنُ مَعَہٗ اِذْ حَادَتْ بِہٖ فَکَادَتْ تُلْقِیْہِ وَاِذَا اَقْبُرٌ سِتَّۃٌ اَوْ خَمْسَۃٌ فَقَالَ مَنْ یَّعْرِفُ اَصْحَابَ ہٰذِہِ الْاَقْبُرِ قَالَ رَجُلٌ اَنَا قَالَ فَمَتٰی مَاتُوْا قَالَ فِی الشِّرْکِ فَقَالَ اِنَّ ہٰذِہِ الْاُمَّۃَ تُبْتَلٰی فِیْ قُبُوْرِہَا فَلَوْلَا اَنْ لَّا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰہَ اَنْ یُّسْمِعَکُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِیْ اَسْمَعُ مِنْہُ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْہِہٖ فَقَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَہَرَ مِنْہَا وَمَا بَطَنَ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَہَرَ مِنْہَا وَمَا بَطَنَ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ فِتْنَۃِ الدَّجَّالِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ فِتْنَۃِ الدَّجَّالِ (رواہ مسلم باب اثبات عذاب القبر)۔ ترجمہ:۔ زید بن ثابتؓ سے روایت ہے۔ کہا ایک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کے باغ میں اپنی خچر پر سوار تھے۔ اور ہم آپؐ کے ساتھ تھے۔ ناگہاں وہ اچھلی۔ پس قریب تھی کہ آپ کو گرا دے اور وہاں چھ یا پانچ قبریں تھیں۔ پس آپؐ نے فرمایا۔ ان قبر والوں کو کون جانتا ہے۔ ایک شخص نے کہا۔ میں۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ کب مرے ہیں۔ اس نے عرض کی شرک کی حالت میں۔ یہ انسانوں کی امت اپنی قبروں میں آزمائش میں ڈالی جاتی ہے۔ پس اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم (مردوں کو) دفن کرنا چھوڑ دو گے تو اللہ سے دعا کرتا کہ تمہیں قبر کا عذاب سنائے جو میں سنتا ہوں۔ پھر آپؐ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا اللہ سے دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگو لوگوں نے کہا۔ اللہ سے دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ سے قبر کے عذاب سے پناہ مانگو۔ لوگوں نے کہا ہم اللہ سے قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ سے فتنوں سے پناہ مانگو۔ ان میں سے جو ظاہر ہیں اور جو باطن ہیں۔ لوگوں نے کہا ہم اللہ سے فتنوں سے پناہ مانگتے ہیں۔ ان میں سے جو ظاہر ہیں اور جو باطن ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ سے دجال کے فتنے سے پناہ مانگو۔ لوگوں نے کہا ہم اللہ سے دجال کے فتنے سے پناہ مانگتے ہیں۔

ثبوت سوم:۔

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ حِیْنَ تُوُفِّیَ فَلَمَّا صَلّٰی عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَوُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَسُوِّیَ عَلَیْہِ سَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَبَّحْنَا طَوِیْلًا ثُمَّ کَبَّرَ فَکَبَّرْنَا فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لِمَ

سَبَّحْتُ ثُمَّ كَبَّرْتَ قَالَ لَقَدْ تَضَايَقَ عَلٰى هٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُهٗ حَتّٰى فَرَّجَهُ اللّٰهُ عَنْهُ (رواہ احمد) **ترجمہ**:- حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا۔ جب سعد بن معاذؓ نے وفات پائی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی طرف گئے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز (جنازہ) پڑھی۔ اور اسے قبر میں رکھا گیا اور اس پر مٹی برابر کر دی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ پڑھنا شروع کر دیا۔ پھر ہم بھی کافی دیر تک سبحان اللہ پڑھتے رہے۔ پھر اللہ اکبر پڑھا۔ پھر ہم بھی اللہ اکبر پڑھتے رہے۔ پھر عرض کی گئی یا رسول اللہ! آپ نے سبحان اللہ۔ پھر اللہ اکبر کیوں پڑھا۔ آپ نے فرمایا۔ اس نیک بندے پر اس کی قبر نے تنگی کی تھی۔ یہانتک (ہم نے پڑھا) کہ اللہ نے اس کی قبر کو کشادہ کر دیا۔

نتیجہ

ثبوتوں سے اس امر کا یقین ہو گیا ہوگا کہ بعض لوگوں کو قبر میں عذاب بھی ہوتا ہے۔

منکرِ عذاب قبر کا منہ توڑ جواب

فقط وہ مومن دے سکتا ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے نور فراست عطا فرمایا ہوا ہو۔ اللہ تعالےٰ نے سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ نور وہباً عطا فرمایا ہوا تھا۔ جس سے عذاب قبر کا مشاہدہ فرماتے تھے۔ آپ کے بعد کی اُمت میں سے جس کو چاہے اللہ تعالیٰ وہبی طور پر عطا فرمائے۔ اس کے علاوہ یہ بھی امر واقع ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں صحابہ کرام کو تین علوم۔ صرف نحو۔ ادب کے پڑھنے کے سوا ہی قرآنمجید اور حدیث رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مطلب خود بخود سمجھ میں آ جاتا تھا کیونکہ ان کی مادری زبان عربی ہی تھی۔ اس طرح یہ نور فراست جس سے مقبور کی حالت کا احساس ہو سکے۔ کہ اس کی قبر بہشت کا باغ ہے۔ یا دوزخ کا گڑھا ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کے پاک نام "اللہ" کی مدت مدید تک مشق کرنے کے بعد حاصل ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ صحیح اور کامل ہادی مل جائے۔ جس کی رہنمائی سے اس پاک نام کی مشق کرنے کے مدارج طے ہو جائیں۔ الحمدللہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ مبارکاً علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اس نور فراست کے حامل اللہ کے بندے آج تک رہے ہیں۔ اور آج بھی ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ قیامت تک رہیں گے۔ اسی قسم کے حضرات ان باطن کے اندھوں کو مُنہ توڑ جواب دے سکتے ہیں۔ جو نور ایمان سے خالی ہونے کے باعث اس قسم کی روحانیت سے تعلق رکھنے والی چیزوں کا انکار کرتے ہیں۔

اللہ والوں کو دیکھنے سے خدا یاد آتا

پہلا واقعہ

اعلیحضرت مولانا السید حسین احمد صاحب مدنی دامت برکاتہم نے لاہور باغ بیرون دہلی دروازہ جلسہ عام میں ہندوستان میں اشاعت اسلام کے اسباب پر تقریر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ قدما ہنود راہبوں اور جوگیوں اور خدا پرستوں کی تعظیم میں بہت افراط کے عادی تھے۔ انہیں ایام کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اجمیر سے دہلی تشریف لے جا رہے تھے۔ راجپوتوں کے ایک گاؤں میں مشہور ہوا۔ کہ آج اجمیر کا سادھو اس راستہ سے گزرے گا۔ گاؤں کے لوگ اپنی عادت قدیم کے مطابق گاؤں سے باہر راستہ پر آ کر اجمیر کے سادھو کے درشن کے لئے بیٹھ گئے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ جب وہاں پہنچے تو جتنا مجمع موجود تھا۔ جب ان کی نظر خواجہ صاحبؒ کے چہرے پر پڑی تو سب نے بے ساختہ نہایت ہی خشوع و خضوع اور تضرع و بکاء سے پکار کر کہا:-

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمداً عبده و رسوله

دوسرا واقعہ

میرے مربی حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم حاجی پور ضلع ڈیرہ غازیخاں کے رہنے والے تھے۔ اور ان کی بیعت کا اصلی تعلق میرے دوسرے مربی حضرت دین پوریؒ سے تھا۔ ایک مرتبہ وہ میرے ہاں لاہور میں مہمان تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ امروٹ شریف (ضلع سکھر سندھ) میں چند آدمی ان کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ ان میں ایک ہندو سادھو بھی تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سب سے بغلگیر ہو کر ملے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد چائے آئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سب مہمانوں کو چاء تقسیم فرمائی۔ اپنی پیالی اُٹھا کر ایک دو گھونٹ پی کر پیالی سادھو کو پینے کے لئے دے دی۔ سادھو نے ایک دو گھونٹ پی کر فوراً کلمہ پڑھا۔ اور مسلمان ہو گیا۔ جب مجلس بر خاست ہو گئی۔ تو میں نے سادھو سے پوچھا۔ کیا تم نے کبھی اسلام کا مطالعہ کیا ہے۔ کہنے لگا نہیں۔ میں نے کہا کیا مسلمانوں کی صحبت میں رہے ہو۔ کہنے لگا نہیں۔ میں تو کوہ ہمالیہ پر عمر بھر رہا ہوں۔ دُنیا کی سیر کرنے کے لئے پہلی مرتبہ ہی پہاڑ سے اُتر کر آیا ہوں۔ پھر میں نے کہا۔ تم نے کلمہ کیسے فوراً پڑھ دیا۔ کہنے لگا کہ جب میں یہاں آیا۔ اور اس فقیر نے مجھے گلے لگایا تھا۔ تو دل چاہتا تھا کہ کلمہ پڑھوں۔ مگر میں نے جبراً اپنے آپ کو روکا تھا۔ کہ میں تو ہندو ہوں کلمہ کیوں پڑھوں پھر اس بزرگ نے مجھے چاء کی پیالی دی اور میں نے پینا شروع کی۔ تو بے ساختہ میری زبان سے کلمہ نکلا ہے۔

مضمون کی وضاحت کیلئے ایک مثال

سورج کے نکلنے کے بعد ہر شخص اپنی اپنی قوت بینائی کے مطابق اشیاء کو دیکھتا ہے۔ اگر اندھا ہے تو کچھ بھی نہیں دیکھتا۔ ایک شخص کی بینائی کمزور ہے تو دو فٹ کے فاصلہ سے بمشکل انسان کو پہچان سکے گا۔ اس سے زیادہ تیز نظر والا دس فٹ کے فاصلہ سے دیکھ لے گا۔ اور بعض آدمیوں کی نظر اتنی طاقتور ہو گی کہ ایک میل کے فاصلہ سے چیز کو دیکھ لیں گے۔ جن اللہ کے بندوں کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔ اُن کے دیکھنے والوں کی استعداد کے لحاظ سے اس چیز کے کئی درجے ہیں جن اللہ کے بندوں کی تربیت کسی کامل

باقی صفحہ 16 پر

طلاق سخت ناپسندیدہ فعل ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال اور جائز چیزوں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ مبغوض طلاق ہے۔ سنن ابی داؤد

روئے زمین پر سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے معاذ! اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کوئی چیز ایسی پیدا نہیں کی جو غلاموں اور باندیوں کو آزاد کرنے سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب اور پسندیدہ ہوں اور روئے زمین پر کوئی چیز ایسی پیدا نہیں کی جو طلاق دینے سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو مبغوض اور ناپسندیدہ ہو۔ سنن دارقطنی

بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۹ سے آگے۔
کی صحبت میں ہو چکی ہوگی۔ ان کے تو اللہ تعالےٰ کے ان مقبول بندوں پر نظر پڑنے ہی سے لطائف جاری ہو جاتے ہیں۔ اور جو تربیت یافتہ نہیں ہیں۔ مگر اعمال صالحہ کی برکت سے ان میں صلاحیت پائی جاتی ہے۔ انہیں ان اللہ کے مقبول بندوں کے پاس بیٹھنے سے ہی طبیعت میں رجوع الی اللہ ہوگا۔ یعنی دل چاہے گا۔ کہ ہم بھی اللہ اللہ کیا کریں۔ اور نیکیاں کریں۔ نماز پڑھیں۔ قرآن شریف کی تلاوت کریں۔ غرضیکہ اس قسم کے پاکیزہ خیال دل میں آئیں گے جب ان کی صحبت سے دور ہو جائیں گے تو یہ خیالات رفع ہو جائیں گے۔ پھر اور اور قسم کے خیالات آنا شروع ہو جائیں گے۔ اس سے معلوم ہو جائیگا کہ پہلے پاکیزہ خیالات کا آنا ان کی صحبت کا اثر تھا۔

وما علینا الا البلاغ

درسِ قرآن

ذکرِ الٰہی

مرتبہ محمد مقبول عالم بی۔ اے لاہور

فرمودہ حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۵۷ء

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (۱۰:۶۲) ترجمہ:۔ پس جب نماز ادا ہو چکے تو زمین میں چلو پھرو اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔

درجہ تفسیر

اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر آؤ۔ تیزی سے آؤ اور کام کاج چھوڑ دو۔ جب نماز ہو جائے تو پھر زمین میں پھیل جاؤ۔ اپنے کام کاج شروع کر دو۔ اور اللہ کا رزق تلاش کرو اور وہاں بھی خدا کی یاد کرتے رہو۔ یہ نہیں کہ مسجد میں آکر ہی خدا کو یاد کرنا ہے۔ بلکہ ہر وقت کام کاج کرتے ہوئے بھی خدا کو یاد رکھنا ہے اور اسے بھلانا نہیں۔ نہ کسی سے فریب کیا جائے۔ نہ دھوکا دیا جائے۔ نہ مال ناحق کھایا جائے۔ نہ بد دیانتی اور ظلم کیا جائے۔ خدا کو حاضر و ناظر سمجھا جائے۔ اور اس کی رضا پیشِ نظر رہے۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ دنیا میں کامیابی اور آخرت میں نجات حاصل ہوگی۔ اسی لئے فرمایا۔ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (تاکہ تم فلاح پاؤ۔ جن کا حساب پاک ہوگا۔ انہیں محاسبہ سے کیا ڈر ہے

آں را کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک

خطرہ تو انہیں ہونا چاہیئے۔ جنھوں نے حساب میں گڑ بڑ کر رکھی ہے۔ ایسے لوگوں کی دنیا بھی برباد ہوتی ہے اور آخرت بھی برباد۔

اللہ کے ذکر یعنی قرآن پر ایمان لانے اور اس پر عمل کرنے سے حیات طیبہ حاصل ہوتی ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً (۹۷:۱۶) ترجمہ:۔ (جس نے نیک کام کیا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی بسر کرائیں گے)۔

اور جو اللہ کے ذکر سے منہ موڑلے اس کی گزران تنگ ہو جاتی ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی (۲۰:۱۲۴) ترجمہ (اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی۔ اور اسے قیامت کے دن اندھا کرکے اٹھائیں گے)

حیوٰۃ طیبہ سے مراد کوٹھیاں اور موٹریں ہی نہیں۔ بلکہ دل کا چین ہے۔

ایک فقیر جھونپڑی میں رہتا تھا اور خدا یاد کرتا تھا۔ میں نے اس سے پانی مانگا۔ اس نے مٹی کے پیالے میں پانی دیا وہ لطف آیا کہ بڑے سے بڑے امیر کے ہاں زردے پلاؤ کا وہ لطف نہیں آسکتا۔ یہ ہے حیات طیبہ۔ جو اللہ کے ذکر سے منہ موڑتا ہے۔ اس کی زندگی چین سے نہیں گزرتی۔ اس کا مقصود دنیا ہی میں ہوتا ہے۔ آخرت کی فکر نہیں ہوتی۔ اس لئے قرآنی ہدایات پر عمل نہیں کرتا۔ خدا کو بھلا دیتا ہے تو خدا بھی اسے بھلا دیتا ہے۔ جب وہ قیامت کے دن اندھا کرکے اٹھایا جائے گا تو وہ کہے گا کہ اے میرے رب! میں تو بینا تھا۔ مجھے اندھا کرکے کیوں اٹھایا گیا۔ اللہ تعالےٰ جواب دے گا کہ ہماری آئتیں تیرے پاس پہنچیں تو نے انہیں بھلا دیا۔ اسی طرح آج ہم نے بھی تجھے بھلا دیا۔

قَالَ کَذٰلِکَ اَتَتْکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَھَا وَکَذٰلِکَ الْیَوْمَ تُنْسٰی ۝ (۲۰:۱۲۶) ترجمہ۔ (فرمائے گا۔ اسی طرح تیرے پاس ہماری آئتیں پہنچی تھیں۔ پھر تو نے انھیں بھلا دیا تھا اور اسی طرح آج تو بھی بھلایا گیا ہے۔

دنیا دار کے معنی یہ نہیں کہ جس کے پاس بہت دولت ہو۔ دنیا دار وہ ہے۔ جس کا دل خدا کی یاد سے غافل ہو۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

بدکار کیا سمجھتے ہیں کہ ان کے ساتھ نیکوکاروں کی طرح سلوک ہوگا۔ یہ غلط ہے

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَھُمْ کَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاھُمْ وَمَمَاتُھُمْ سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ (۴۵:۲۱) ترجمہ:۔ (کیا گناہ کرنے والوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم ان کو ایمانداروں۔ نیک کام کرنے والوں کے برابر کر دیں گے۔ ان کا جینا اور مرنا برابر ہے وہ بہت ہی بُرا فیصلہ کرتے ہیں)

نماز کے لیئے آنا اور کاروبار چھوڑ دینا بہتر ہے۔ ورنہ ذکر الٰہی سے منہ موڑنے سے دنیا بھی برباد ہوتی ہے۔ اور آخرت بھی برباد ہوگی۔

الاعتبار والتاویل

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دین کو دنیا پر ترجیح دینے اور اللہ کو راضی رکھنے کی توفیق دے۔ جو رزق مقدر ہو چکا ہے وہ مل کر رہے گا۔ حلال طریقے سے چاہے تو حلال سے مل جائے گا۔ حرام سے چاہے تو حرام سے مل جائے گا۔ حلال میں برکت ہوتی ہے۔ حلال تھوڑا ہو۔ تو اس سے کام زیادہ نکل آتے ہیں۔ اور دل کو چین نصیب ہوتا ہے۔ حرام زیادہ بھی ہو تو کام پورے نہیں ہوتے۔ اور دل کو بھی چین نہیں ہوتا۔ رزق تو ماں کے پیٹ میں چوتھے مہینے سے مقدر ہو جاتا ہے۔ وہ مل کر رہتا ہے۔ خواہ کسی ذریعہ سے ملے ؎

دو چیز آدمی را کشد زور زور
یکے آب و دانہ دگر خاک گور

آب و دانہ اور قبر کی مٹی کسی نہ کسی بہانے سے کھینچ ہی لیتی ہے آدمی کو پتہ نہیں لگتا۔ اس لئے دنیا کو مقصود نہ بنایا جائے۔

اللہ کی رضا کو مقصود بنایا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا جائے۔ قرآن کو دستور العمل بنایا جائے۔ ایسا آدمی ہی دیندار ہے۔ اس کی دنیا بھی اچھی ہوتی ہے اور آخرت بھی اچھی۔

جس شخص کے پاس دنیا کے سارے سامان ہوں۔ لیکن اللہ کا نام نصیب نہ ہو تو وہ بے چین ہوگا۔ اللہ کا اعلان سچا ہے۔ چھلنی میں چھید کم ہوں گے

اور اس کے دل میں غموں کے بجھید زیادہ ہوں گے۔ ایسے غم جن سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پائے گا۔

دنیا کے سامانوں میں راحت نہیں یہ تو جاہلوں کو بھی مل جاتے ہیں ۔ اسی لئے کسی اللہ والے نے کہا ہے

رضینا قسمة الجبار فینا
لنا علم و للجہال مال

ہم اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہیں ہمیں تو علم دے دیا اور جاہلوں کو مال دے دیا۔ ہمیں علم و عقل کی روشنی دی اور جاہلوں کو دولت دے کر اندھا کر دیا۔

یہ باتیں محبت سے ملتی ہیں۔ جو اپنی دولتوں میں مست ہیں اور اللہ کے دروازے پر نہیں آتے ۔ انہیں ان باتوں کا کیسے علم ہو سکتا ہے۔ جیسے ہر چیز لینے کے لئے اس کی منڈی میں آتے ہیں ۔ ایسے ہی ہدایت لینے کے لئے دروازہ الٰہی پر آؤ۔

شادی کے بعد ولیمہ مسنون ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر (یعنی ان کے کپڑوں پر یا جسم پر) زردی کا کچھ اثر دیکھا تو ان سے پوچھا یہ کیا ہے ؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے کھجور کی گٹھلی کے وزن کے برابر سونے پر (یعنی اس کا مہر اتنا مقرر کیا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تمہیں مبارک کرے! ولیمہ کی دعوت کرو اگرچہ پوری ایک بکری کر ڈالو۔ (عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر زردی کا اثر اس لیے تھا کہ اس زمانہ میں نئی دلہنیں زعفران وغیرہ سے رنگے ہوئے کپڑے پہنتی تھیں، اس کا اثر مرد کے کپڑوں یا جسم پر بھی آجاتا تھا۔)

صحیح بخاری

مجلس ذکر

منعقدہ ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۴ نومبر ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

آخرت کے مدارج میں بڑھنے کی حرص محمود ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد عرض یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کی فطرت میں حرص کا مادہ رکھا ہے۔ ان کا اپنا ارشاد ہے:۔

وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ الآیہ (سورۃ النساء رکوع ۱۸ پ۵)۔ (ترجمہ اور دلوں میں حرص موجود ہے) انسان کے بچہ کو لے لیجئے۔ اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ سب کچھ میری ہی جھولی میں پڑ جائے۔ بڑے تو بجائے خود رہے۔ بچہ کے حرص کی یہ حالت ہے کہ اپنے بھائی بہنوں کا حصّہ بھی خود ہی سمیٹ لینا چاہتا ہے۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ کَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَانِ مِنْ مَالٍ لَا بْتَغٰی ثَالِثًا وَ لَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَ یَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ (متفق علیہ)۔ (ترجمہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر آدمی کے پاس مال سے بھری ہوئی دو وادیاں ہوں۔ تب بھی وہ تیسری کو تلاش کرے گا۔ اور آدمی کے پیٹ کو کوئی چیز نہیں بھرتی مگر قبر کی مٹی۔ (یعنی اس کی حرص گور تک باقی رہتی ہے) اور خداوند تعالےٰ (حرص مذموم) اس بندہ کی توبہ قبول کر لیتا ہے جو توبہ کرے ملازم پیشہ کو لیجئے جب تنخواہ -/15 روپیہ ماہوار تھی تو بھی یہی کہتے تھے کہ ہائے پوری نہیں پڑتی۔ جب -/100 روپیہ ماہوار ہو گئی تو بھی یہی پکارتے رہے۔ پھر جب -/150 روپیہ ماہوار ہو گئی تو بھی یہی صورت حال رہی۔ جتنی آمدنی بڑھتی گئی۔ اتنی حرص بڑھتی گئی۔ پہلے شہر میں رہتے تھے۔ اب کوٹھی بنا لی ہے۔ کوٹھی کے لئے مستقل دھوبی۔ بھنگی اور مالی کی ضرورت ہے۔ ان سب کی رہائش کے لئے کوٹھی میں مستقل رہائش چاہیئے۔ جتنی آمدنی بڑھتی گئی۔ اتنا خرچ بڑھتا گیا۔ گویا

ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

دنیا کی حرص مذموم ہے اور آخرت کی محمود۔ دُعا کیجئے کہ ادھر کی حرص مر جائے اور ادھر کی پیدا ہو جائے۔ خدا کرے میرے اور آپ کے اندر یہ تبدیلی پیدا ہو جائے۔ ہادی کی صحبت میں یہ تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ کسی نے ٹھیک کہا ہے۔ بڑا سداون۔ بڑا دُکھ پاون مثلاً ایک شخص کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ ان سب کے ہاں بھی اولاد ہے۔ یہ شخص دادا اور نانا تو بن گیا مگر کبھی ایک بیٹا بیمار ہے تو دُکھ۔ کبھی بہو بیمار ہے تو دُکھ۔ کبھی پوتا بیمار ہے تو دُکھ۔ غرضیکہ اس کو سب کا دُکھ ہے۔ بزرگوں کی باتیں تجربات پر مبنی ہوتی ہیں۔ بڑا سداون بڑا دُکھ پاون والا مقولہ بالکل ٹھیک ہے۔ ادھر کی حرص دُکھ کا باعث بنتی ہے۔ قرب الی اللہ کی حرص میں دُکھ ہے ہی نہیں۔ اس میں سُکھ ہی سُکھ ہے۔ جتنی کسی کی برادری ہوگی اتنا ہی اس کو دُکھ ہوگا۔ برادری والے

کسی کو شکل دیکھ ہی نہیں سکتے۔ میں کہا کرتا ہوں اگر آپ اپنی رانوں کا قیمہ بنا کر اس کے کباب بھی برادری والوں کو کھلائیں گے۔ تو بھی یہ آپ سے راضی نہ ہوں گے۔ کوئی کہے گا مرچ زیادہ تھی کوئی نمک نہ ہونے کی شکایت کریگا میں کہا کرتا ہوں کہ سب طمع کے یار ہیں۔ بے طمع کا یار یا اللہ تعالےٰ۔ یا سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور یا پھر اللہ والوں کو بے طمع کا یار دیکھا۔ اللہ والوں کو فقط اللہ کا نام پیارا ہوتا ہے۔ حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کو مجھ سے بڑی محبت تھی۔ حالانکہ وہ سید اور میں اُمتی وہ سندھی اور میں پنجابی۔ میں نے کبھی ان کو ایک روپیہ بھی نذرانہ پیش نہیں کیا تھا۔ اس زمانہ میں ہوتا ہی نہ تھا۔ جب کبھی اللہ تعالیٰ کہیں سے -/25 روپیہ دلوا دیتے تو ان کی خدمت میں ایک رات کے لئے حاضر ہو جاتا تھا۔ اس زمانہ میں 8/8 روپے جانے کا اور 8/8 روپے آنے کا کرایہ ہوتا تھا۔ دو تین روپیہ راستہ کا خرچ اور باقی بیوی بچوں کو دے جاتا تھا۔ جب میں حاضر ہوتا تو پھولے نہ سماتے اور فرماتے میرا بیٹا آ گیا۔ وہ اس لئے مجھ پر اتنی شفقت فرماتے۔ وہ جانتے تھے۔ کہ یہ صرف اللہ کا نام پوچھنے آتا ہے اندر ہماری اماں کو کہلا بھیجتے کہ گندم کی روٹی اور مکھن بھیجو۔ لاہور سے احمد علی آیا ہے۔ میری واپسی پر ہماری اماں سے فرماتے کہ میرے بیٹے نے جانا ہے میٹھی روٹی پکا دو۔ حضرت رح کی اس شفقت کا مجھ پر بے حد اثر تھا۔ مجھے حضرت رح سے عشق تھا۔ عربی میں کسی نے کہا ہے۔ ع

افادتکم النعماء منی ثلثۃ
یدی و لسانی والضمیر المحجبا

ترجمہ۔ (تیری) نعمتوں نے (اے میرے محسن) میری تین چیزوں کو تیرا کر دیا ہے (میرا ہاتھ (تیرے شکر کے لئے اُٹھتا ہے) اور میری زبان (تیرا شکر کرتی ہے) اور میرے سینہ میں پوشیدہ دل (جو ہے۔ وہ بھی تیرا شکر کرتا ہے)

اسی طرح حضرت دین پوری رح بھی مجھ پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔ وہ میری بیعت کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے۔ وہ بہت کم بولتے تھے۔ ان کا تربیت کا اور طریقہ تھا۔

اللہ تعالےٰ کی راہ میں اگر ایک قدم بھی اُٹھ جائے تو وہ دنیا کے تمام زر و جواہرات سے زیادہ قیمتی ہے۔ ادھر جتنا بڑھیں گے اتنا ہی زیادہ سُکھ ہوگا۔ اب میں اس راستہ میں ترقی کے جو تین درجے ہیں وہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

پہلا درجہ عقیدت کا ہے۔

عقیدت کے معنی یہ ہیں کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سچا ہے۔ میرا خدا سچا ہے اور اس کا رسول صلعم سچا ہے۔ میرا قرآن سچا ہے۔ میرا اسلام سچا ہے یہ جذبہ دیہاتیوں کے اندر ہوتا ہے۔ مہاراجہ کشمیر کے خلاف جب احرار نے ایجی ٹیشن شروع کی تو ہر آدھ گھنٹہ کے بعد سیالکوٹ سے ۲۱ آدمیوں کا جتھہ جاتا تھا۔ یہ سب دیہات کے رضا کار تھے۔ دوسرے دن مہاراجہ نے ہاتھ جوڑ دیئے۔ دیہاتیوں کی یہ عقیدت بلا دلیل ہوتی ہے۔

دوسرا درجہ بصیرت بالدلائل کا ہے۔

یہ جیّد علماء کرام کو حاصل ہوتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں احکام شرعیہ کے مصالح بیان فرمائے ہیں۔ اس کے پڑھنے سے یہ درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اس بلند پایہ کتاب کو سمجھنے کے لئے تمام علوم ظاہری کا فارغ ہونا ضروری ہے۔ اس کو پڑھانے کے لئے علوم باطنی کی بھی ضرورت ہے۔

تیسرا درجہ بصیرت باطنی کا ہے

یہ چیز بھی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھی۔ آپ رح فرماتے ہیں کہ چند آدمی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں آپس میں شکر رنجی پیدا ہو گئی۔ میں نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ میں نے دیکھا کہ میری دعا آسمان پر گئی۔ اس نے بارگاہ الٰہی میں قبولیت پائی اور ایک نورانی نکتہ کی شکل میں واپس آئی۔ اور ہماری مجلس پر آ کر اس نے پھیلنا شروع کیا۔ جوں جوں وہ روشنی پھیلتی گئی۔ دلوں سے کدورت نکلتی گئی اور طبیعتیں صاف ہوتی گئیں۔ آگے فرماتے ہیں۔ وَکُلُّ ذٰلِکَ بِمَرَاٰیٍ مِّنِّیْ (ترجمہ اور یہ سب کچھ میرے مشاہدہ میں تھا) یہ شاہ صاحب رح کی بصیرت باطنی ہے۔

شیخ کامل ہو اور طالب صادق ہو تو بصیرت باطنی پیدا ہو جاتی ہے میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ طالب صادق کے لئے عقیدت ادب اور اطاعت ضروری ہے بصیرت باطنی پیدا ہو جائے تو اسلام کے ہر حکم میں نور اور خلاف اسلام تمام چیزوں میں ظلمت نظر آتی ہے۔ اللہ ہُو کے پاک نام کی برکت سے یہ درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔

افسوس صد افسوس۔ مسلمانوں میں سے تعلیم یافتہ طبقہ کی اکثریت کو اسلام سے عقیدت نہیں ان کے دل میں حاملین دین کی کوئی عزت نہیں۔ وہ ان کے لئے مُلّا کا توہین آمیز لفظ استعمال کرتے ہیں۔ مُلّا کیا کہتا ہے؟ وہ صرف کتاب و سُنت کا پیغام پہنچاتا ہے۔ اس قسم کے جو لوگ مر گئے ہیں۔ ان کی قبریں تو دکھایئے۔ کہیں جہنم کا گڑھا تو نہیں بنی ہوئیں۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو عقیدت بصیرت بالدلائل اور بصیرت باطنی عطا فرمائے آمین یا الٰہ العالمین۔ سندھ میں ایک ولی اللہ تھے۔ جن کا اسم گرامی مخدوم نوح رح تھا۔ وہ فرماتے تھے۔ میں ان آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہوں۔ اس علاقہ میں ایک عالم تھے۔ جن کا اسم گرامی مخدوم جعفر رح تھا۔ وہ ایک دفعہ مخدوم نوح رح کے پاس آئے۔ اور ان کی آنکھوں پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے اور دریافت کیا کہ اب بھی اللہ تعالیٰ نظر آتا ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ ہاں۔ مخدوم جعفر رح نے فرمایا بس معلوم ہو گیا کہ آپ ان آنکھوں سے نہیں۔ بلکہ دل کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھتے ہیں۔ اس کے بعد مخدوم نوح رح فرمایا کرتے تھے اگر نہ ہوتا جعفر تو نوح مرتا کافر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ (سورۃ بنی اسرائیل ع ۵ پ ۱۵) (کوئی ایسی چیز نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو۔) اگر اللہ تعالیٰ بصیرت باطنی عطا فرما دے تو پھر ہر چیز ذاکر نظر آتی ہے۔ حلال اور حرام میں تمیز پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض چیزیں بظاہر حلال اور حقیقت میں حرام ہوتی ہیں۔ مثلاً چوری کی بکری کا گوشت بظاہر حلال لیکن حقیقت میں حرام ہے۔ بصیرت باطنیہ سے اس کا بھی پتہ چل سکتا ہے۔ میں جب کسی کو کوئی خاص چیز پڑھنے کو بتلاتا ہوں۔ تو لاہور کا دودھ گوشت اور گھی چھڑوا دیا کرتا ہوں لاہور کی یہ تینوں چیزیں بعض اوقات مشتبہ ہوتی ہیں

درسِ قرآن

دنیا اور آخرت کی زندگیوں کی بھلائی

مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۶۵ء

فرمودہ حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی

مرتبہ محمد مقبول عالم بی۔ اے لاہور

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥ (۶۲ : ۱۰)

ترجمہ:۔ پس جب نماز ادا ہو چکے تو زمین میں چلو پھرو۔ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔

درجہ تفسیر

اللہ تعالیٰ نے پہلے بلایا کہ نماز کے لئے آؤ دوکانیں بند کر دو۔ پھر فرمایا کہ اب جاؤ نماز ہو چکی، اب دوکانیں کھول دو۔ حکم ہوتا ہے۔ زمین میں پھیل جاؤ۔ کوئی بازار میں جائے۔ کوئی دفتر میں۔ کوئی کارخانے میں اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ انسان محتاج ہے عاجز ہے۔ اُسے رزق چاہیئے۔ اس لئے حکم دیا کہ اب جاؤ اور رزق تلاش کرو

انسان کے عجز کا یہ حال ہے۔ کہ قدم قدم پہ عاجز ہے۔ کبھی نزلہ۔ کبھی زکام۔ کبھی سردرد۔ کسی وقت غم سے خالی نہیں۔ اس دنیا میں کوئی بے غم نہیں۔ اور اگر کوئی بے غم ہے۔ تو وہ انسان نہیں ہوگا ؎

دریں دُنیا کسے بے غم نباشد
وگر باشد بنی آدم نباشد

کوئی اولاد کو ترستا ہے۔ کسی کے ہاں لڑکے ہیں۔ لڑکی کوئی نہیں۔ کسی کے ہاں لڑکیاں ہیں لڑکا کوئی نہیں۔ اگر انسان عاجز نہ ہوتا تو کبھی بیمار نہ ہوتا۔ کبھی موت قبول نہ کرتا۔ لیکن بڑے بڑے بادشاہ جنہوں نے خدائی کے دعوے کئے سب مر گئے۔ کوئی بھی موت سے نہ بچ سکا۔ اس سے انسان کی حقیقت واضح ہوتی ہے کہ وہ بے حد عاجز ہے اور مقتدر کوئی اور ہے۔ وہی رب ہے۔ انسان اگر اپنی حقیقت پہچان لے تو وہ رب کو بھی پہچان سکتا ہے۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔

انسان کس بات پر اکڑتا ہے۔ جب انسان سرکش ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی قلعی کھولتا ہے۔ اے انسان تو ایک منی کا قطرہ تھا۔ اس قطرے سے تجھے کس نے بنایا۔ تیری ماں نے یا تیرے باپ نے نہیں ایک خدا نے جو رب ہے۔ پس جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا۔ اس نے رب کو پہچان لیا۔

انسان کی دو زندگیاں ہیں۔ ایک دنیا کی دوسرے آخرت کی۔ دنیا کے معنی ہیں نزدیک اور آخرت کے معنی ہیں بعد میں آنے والی تو نزدیک والی زندگی یعنی مرنے سے پہلے دنیا کی زندگی ہے اور مرنے کے بعد آخرت کی زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو دونوں زندگیوں کی اصلاح پیش نظر ہے اس لئے ایسی ہدایات دیتے ہیں۔ جس سے دونوں زندگیاں سنور جائیں۔ انسان بے سمجھ بچے کی طرح ہے۔ بچہ نہیں جانتا کہ طفولیت کے بعد شباب کی زندگی ہے اب تو دوسرے میرے کفیل ہیں۔ باپ کما کر لاتا ہے اور ماں پکا کر کھلاتی ہے۔ جوان ہونے کے بعد مجھے دوسروں کا کفیل بننا پڑے گا۔ میں کماؤں گا اور بوڑھے ماں باپ اور بیوی بچے کھانے والے ہوں گے۔ ماں باپ کے سامنے بچے کی دونوں زندگیاں ہوتی ہیں۔ اس لئے کسب کمال کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ سکول بھجواتے ہیں۔ کام سکھاتے ہیں۔ تاکہ جوانی میں کما کر کھا سکے اور دوسروں کو کھلا سکے۔ بچہ بھاگتا ہے۔ سکول نہیں جاتا۔ ماں باپ تشدد کرتے ہیں ان کا تشدد حقیقت میں رحمت ہوتا ہے۔ اُستاد بھی تشدد کرتا ہے۔ مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ کمال حاصل کر لے۔ استاد کا تشدد باپ کے لاڈ سے بہتر ہوتا ہے۔ ع

جورِ اُستاد بہ زمہرِ پدر

سندھ میں ایک بزرگ تھے۔ ان کا نام حضرت پیر رشید الدین تھا۔ عموماً حکمت کی باتیں کہا کرتے تھے۔ ایک کوئیں کی کھدائی ہو رہی تھی۔ کچھ مزدور مٹی ڈھو رہے تھے۔ اپنے مریدوں سے پوچھا بتاؤ یہ کون ہیں۔ وہ منتظر رہے۔ کہ حضرت کوئی حکمت کی بات کہیں گے۔ پھر فرمایا۔ یہ ماں باپ کے لاڈلے ہیں کوئی کمال حاصل نہ کیا۔ اب گدھوں کا کام کرتے ہیں اور مٹی ڈھوتے ہیں۔

انسان دادا نانا بھی ہو جائے۔ تو خدا کے مقابلے میں بے وقوف ہے احمق ہے۔ وہ دنیا اور آخرت کی زندگی کی بھلائیوں سے ناواقف ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کی ضرورتوں سے واقف ہے وہ انبیاء علیہم السلام کی معرفت علم دیتا ہے۔ کہ مرنے کے بعد کیا ہونے والا ہے اور دنیا میں زندگی کیسے گزارنی چاہیئے۔ نبی کے بعد اس کے تربیت یافتہ علمائے ربانی سمجھاتے ہیں کہ دنیا کی زندگی کیسے گزاری جائے۔ تاکہ آخرت کی زندگی سنور جائے۔ جو لوگ نبی کے دامن سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔ وہ کامیاب ہو جاتے ہیں اور جو وابستہ نہیں ہوتے۔ وہ برباد ہو جاتے ہیں جانشین انبیائے علیہم السلام کی دو قسمیں ہیں۔ علمائے کرام اور صوفیائے عظام علماء دین کا مطلب سمجھاتے ہیں۔ اور صوفیائے کرام دین کا رنگ چڑھاتے ہیں دونوں مربی ہیں۔ جیسے ماں باپ دونوں تربیت کرتے ہیں۔ باپ کما کر لاتا ہے۔ ماں پکا کر کھلاتی ہے۔ ماں باپ جسمانی مربی ہیں۔ علمائے کرام دین سمجھاتے ہیں اور صوفیائے کرام اس کا رنگ چڑھاتے ہیں۔ اصل میں رب العالمین ایک اللہ ہے اس نے اپنی ربوبیت کے مظاہر بنا رکھے ہیں۔ ماں باپ اور علمائے کرام اور صوفیائے عظام صفت ربوبیت الٰہیہ کے مظاہر ہیں۔ بعض بزرگوں میں جامعیت ہوتی ہے۔ اگر ایسے مل جائیں تو پھر دو شخصیتوں کے پاس جانے کی ضرورت نہیں رہتی۔

انسان کو چاہیئے کہ وہ دونوں زندگیوں کی بھلائی مانگے جو دنیا چاہتے ہیں اور دنیا کو مقصود بناتے ہیں انہیں دنیا مل جاتی ہے اور جو دنیا اور آخرت دونوں چاہتے ہیں۔ انہیں دونوں زندگیوں کی بھلائی مل جاتی ہے۔ قرآن حکیم میں ان دونوں حاجیوں کے متعلق بیان فرمائی۔ بعض حاجی

دنیا کی غرض لے کر جاتے ہیں کہ وہاں جا کر دعا کریں گے۔ اور دنیا کی غرض پوری ہو جائے گی۔ آخرت کی اصلاح پیش نظر نہیں ہوتی۔ یہ فقط دنیا کے طالب ہیں ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں

وما له فی الاخرة من خلاق

جب تک پیغمبر کے دامن سے وابستہ نہ ہوں [illegible] ہیں نہیں آتا کہ شریعت کی [illegible] کیوں کریں۔ شریعت کا مقصد یہی ہے کہ دونوں زندگیاں سنور جائیں۔ چونکہ اللہ تعالےٰ کے پیش نظر انسان کی دونوں زندگیاں ہیں۔ اس لئے یہ حکم دیا گیا کہ دوکانیں بند کر دو اور نماز کے لئے آؤ۔ جب نماز ہو چکی تو پھر حکم دیا اب دکانیں کھول دو۔ لیکن ساتھ یہ بھی کہا کہ دنیا کے کام کرنا۔ مگر غافل نہ ہو جانا۔ اللہ کی یاد کرتے رہنا۔ [illegible] دوستوں سے کہا کرتا ہوں دکان پر [illegible] جب گاہک نہ ہو تو تسبیح [illegible] کر اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ اور اگر تسبیح سے شرم آئے تو تسبیح کے بغیر زبانی ذکر کرتے رہو۔ غافل نہ بیٹھو

الاعتبار والتاویل

میرے اور آپ کے لئے سبق یہ ہے۔ کہ اللہ کے دروازے پر آئیں۔ نبوی تعلیم حاصل کریں۔ بڑے بڑے سیٹھ، زمیندار، عہدیدار، ایک ہی لائن پر چل رہے ہیں۔ آخرت کا پتہ ہی نہیں۔ سب احمق بلکہ پاگل ہیں۔ جو کرنا ہے وہ نہیں کرتے اور جو نہیں کرنا وہ ضرور کرتے ہیں۔ آئے تھے آخرت بنانے کے لئے اور بنا رہے ہیں دنیا

نہ خدا یاد ہے نہ مرنا یاد ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ جو اللہ کے دروازے پر آئے ہیں اکثریت بے وقوفوں اور پاگلوں کی ہے۔ دنیا کی عقل رکھتے ہیں۔ لیکن آخرت کی عقل نہیں رکھتے۔ وجہ یہی ہے کہ کسی عالم ربانی کے سامنے زانوئے ادب تہ نہیں کیا اگر کسی سے تعلق رکھا تو وہ بھی بہروپئے پیروں سے جو دین نہیں سکھاتے۔ مریدوں کو پتہ نہیں کہ پیر کیوں رکھا ہے اور پیر کو پتہ نہیں کہ مرید کیوں رکھے ہیں۔ سب راعی (حاکم) ہیں۔ عالم بھی اور پیر بھی سب سے اُن کے ماتحتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔ کہ تم نے ان کو کتنا ص۴۴

ص۴۴ دین سکھایا تھا۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو آخرت کی زندگی کا مقصود بنانے کی توفیق دے دنیا اگر تنگی سے گزر جائے تو مضائقہ نہیں۔ آخرت تو سنور جائے گی۔ اس کے لئے دروازہ الٰہی پر آنے کی ضرورت ہے اور علماء و صوفیائے عظام سے سیکھنے کی ضرورت ہے علماء علمی طور پر سمجھاتے ہیں اور صوفیا عملی طور پر سکھاتے ہیں۔ بعض مولوی ایسے ہوتے ہیں جنہیں کسی اللہ والے کی صحبت نصیب نہیں ہوئی اور باطن کی بیماریاں نہیں نکلیں۔ جیسے دنیاداروں کے اندر بیماریاں ہوتی ہیں۔ ویسے ہی مولویوں کے اندر ہوتی ہیں۔ جب تک کسی اللہ والے سے تربیت نہ کی جائے یہ بیماریاں نہیں نکلتیں ⁂

شدید عذر کے بغیر طلاق کا مطالبہ سخت گناہ ہے

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت اپنے شوہر سے کسی سخت تکلیف کے بغیر طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ مسند احمد

بلا وجہ طلاق دینا جائز نہیں ہے

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کو طلاق نہیں دینی چاہیے الا یہ کہ ان کا چال چلن مشتبہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ان مردوں اور عورتوں کو پسند نہیں کرتا جو ذائقہ چکھنے کے شوقین اور خوگر ہوں۔ مسند بزار

مجلس ذکر

منعقدہ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۷۷ھ : ۲۱ نومبر ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ امّابعد آج کی معروضات کا حاصل عرض کرتا ہوں۔

دو چیزوں میں سے ایک کو ہی مقصود بالذات بنانا پڑیگا اور جس کو مقصود بالذات بنایا گیا اس کے نتائج آخرت میں کیا ہونگے

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے :۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲ پ ۱۵) ۔ (ترجمہ :۔ جو کوئی دُنیا چاہتا ہے تو ہم اسے سر دست دُنیا میں سے بھی جس قدر جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں ۔ پھر ہم نے اس کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے ۔ جس میں وہ ذلیل و خوار ہو کر گرے گا ۔ اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کے لئے مناسب کوشش بھی کرتا ہے اور وہ مومن بھی ہے تو ایسے لوگوں کی کوشش مقبول ہوگی ۔)

اس آیت میں دونوں چیزوں کا ذکر ہے ۔ ہم اس وقت جس جہان میں رہتے ہیں اس کا نام دُنیا ہے ۔ اس کے بعد ایک اور جہان ہے ۔ جس کا نام آخرۃ ہے ۔ قبر اس جہان کی ڈیوڑھی ہے ۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ انسان جس چیز کو مقصود بالذات بناتا ہے ۔ اس پر غیر مقصود کو قربان کر دیتا ہے ۔ غیر مقصود پر مقصود کو قربان نہیں کرتا ۔ مثلاً ایک باغ میں آم سنگترے ۔ مالٹے وغیرہ کے علاوہ کیکر کے بھی درخت ہیں ۔ باغ کی حفاظت کے لئے اس کا مالک کیکر کے درختوں کو کاٹ کر باڑ دے گا ۔ آم ۔ سنگترہ اور مالٹا کے درختوں کو کاٹ کر باڑ نہ دے گا ۔

ان دونوں چیزوں میں سے ایک کو اصل اور ایک کو فرع بنانا پڑے گا ۔ تعارض کے وقت ہم جس کو ترجیح دیں گے وہی مقصود بالذات سمجھی جائے گی ۔ مثلاً ایک مسلمان کسی دفتر میں ملازم ہے ۔ اگر وہ ظہر کی نماز کی اذان سُن کر نماز کے لئے نہیں اُٹھتا اور دفتر کے کام میں لگا رہتا ہے تو یہی کہا جائے گا کہ اس کے ہاں آخرت کی بجائے دنیا مقصود بالذات ہے ۔ دوسرا ملازم دفتر کا کام چھوڑ کر نماز ادا کرتا ہے ۔ اس کے متعلق کہا جائے گا کہ اس کو آخرت مقصود ہے ۔ نماز کے متعلق کسی اللہ کے بندے نے کہا ہے ع

روز محشر کہ جاں گداز بود

اولیں پرسش نماز بود

امتحانات میں بعض مضامین لازمی ہوتے ہیں اور بعض غیر لازمی ۔ اگر ایک طالبعلم لازمی مضامین میں پاس ہو تو ممتحن غیر لازمی مضامین میں رعایت کر دیتے ہیں ۔ لیکن جو طالب علم لازمی مضامین میں سے کسی ایک مضمون میں فیل ہو تو اس کو کوئی رعایت نہیں دی جا سکتی ۔ مسلمان کے لئے نماز لازمی چیز ہے ۔ قیامت کے دن یہی نماز الٰہی سے نجات دلائے گی تم دوزخیوں

سے جب پوچھا جائے گا کہ تمہیں کس چیز نے دوزخ میں ڈالا تو وہ جواب میں کہیں گے۔ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ (سورۃ المدثر رکوع ۲۹ پ۲۹)۔ (ترجمہ:- وہ کہیں گے ہم نمازی نہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشینگوئی فرمائی۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا يَكُوْنُ كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَقَيْصَرُ لَيُهْلَكَنَّ ثُمَّ لَا يَكُوْنُ قَيْصَرٌ بَعْدَهٗ الحدیث۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہؐ نے فرمایا عنقریب کسریٰ ہلاک ہوگا اور اسکے بعد اور کوئی ...

یہ پیشینگوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پوری ہوئی۔ اس وقت روم اور ایران کی دونوں سلطنتیں فتح ہو کر مسلمانوں کے تابع ہو گئیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے گورنروں۔ کمشنروں اور دوسرے افسروں کے نام ایک فرمان شاہی میں نماز کی اہمیت پر زور دیا تھا۔ اِنَّ اَهَمَّ اُمُوْرِكُمْ عِنْدِیْ الصَّلٰوةُ فَمَنْ حَفِظَهَا فَهُوَ لِغَيْرِهَا اَحْفَظُ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْيَعُ (ترجمہ:- تمہاری ذمہ داریوں میں سب سے زیادہ میرے نزدیک نماز ہے۔ پس جس شخص نے اس کی حفاظت کی۔ پس وہ اور ذمہ داریوں کی زیادہ حفاظت کرتا ہوگا اور جس شخص نے نماز کو ضائع کیا۔ وہ نماز کے سوا اور ذمہ داریوں کو بہت زیادہ برباد کرتا ہوگا)۔ جس پر اللہ تعالیٰ اس کا رسولؐ اور قرآن زور دے۔ جو شخص اس کو ضائع کرے۔ اس کے متعلق یہی کہا جائے گا کہ اس کو دنیا ہی مقصود بالذات ہے۔ دنیا اور آخرت دونوں ایک نمبر پر نہیں چل سکتیں۔ ایک کو مقصود بالذات بنانا پڑے گا۔ اور جس کو مقصود بالذات بنائیں گے اس پر غیر مقصود کو قربان کرنا پڑے گا۔ میں آپ سب کے لئے دعا کرتا ہوں آپ میرے لئے دعا کریں۔ میں آپ کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔ میں اپنے آپ کو پاکباز نہیں سمجھتا۔ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ (سورۃ یوسف رکوع ۷ پ۱۳)۔

ترجمہ:- اور میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتا بے شک نفس تو برائی سکھاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو آخرت کو مقصود بالذات بنانے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین۔

دنیا کو مقصود بالذات بنانے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ (ترجمہ ہم اسے سردست دنیا میں سے بھی جس قدر جس کو چاہتے ہیں۔ دیتے ہیں)۔ دنیا چاہنے والوں کو جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں۔ وہی ملتا ہے۔ یہ نہیں کہ جو وہ چاہیں وہ سب کچھ مل جائے۔ ایک ہی پیشہ کے پیشہ وروں کو دیکھ لیجئے۔ ایک سے دولت سنبھالی نہیں جاتی اور ایک بسر اوقات بھی مشکل سے کرتا ہے۔ قسمت اچھی ہو تو مٹی میں ہاتھ ڈالا جائے تو وہ سونا بن جاتی ہے اور اگر قسمت کھوٹی ہو۔ تو سونے میں ہاتھ ڈالنے سے وہ مٹی بن جاتا ہے۔ مثلاً ایک ریلوے ملازم ریٹائر ہوا۔ بونس وغیرہ کل ستر ہزار روپیہ ملا۔ اس نے یہ روپیہ کاروبار میں لگا دیا۔ پہلے سال ستر ہزار کا چالیس ہزار رہ گیا۔ پھر دوسرا کاروبار شروع کیا تو چالیس ہزار سے پچیس ہزار رہ گیا۔

مسلمانوں کو امارت میں جو کھانے پینے کی عادتیں پڑ جاتی ہیں وہ غربت میں بھی نہیں چھوٹتیں۔ اس لئے اکثر مسلمان تباہ ہو جاتے ہیں۔ ہندو ایک گاؤں میں جا کر پکوڑے بیچنے شروع کرتا تھا۔ چند سال بعد وہ مسلمان زمینداروں کی زمینوں کا مالک بن جاتا تھا۔ میں کہا کرتا ہوں۔ کہ زمیندار بیٹیوں اور بہنوں کو حصہ نہیں دیتے اور سودی قرضہ لیتے ہیں۔ اس لئے ان کے گھروں پر الّا ماشاء اللہ خدا کی لعنت برستی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لعن رسول صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوا وموکلہ

اگر آخرت کے ساتھ دنیا بھی بن جائے فھو المراد۔ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ؀ (ترجمہ:- تو ایسے لوگوں کی کوشش مقبول ہوگی)۔

درد دل کا اظہار کرتا ہوں کہ اسی لاہور میں ایسے ائمہ مساجد بھی موجود ہیں۔ جو شرک کی تعلیم دیتے ہیں۔ وہ کتاب و سنت کی روشنی میں نہ خود زندگی بسر کرتے ہیں اور نہ اپنے متبعین کو ان دو نوروں کی روشنی میں چلاتے ہیں۔ میں ان کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو گمراہی سے نکال کر ہدایت کے راستہ کی طرف رہنمائی فرمائے وہ مجھ کو اپنا نہیں سمجھتے۔ لیکن میں ان کو اپنا سمجھتا ہوں۔ پرائمری اسکول میں ٹیچر کے لئے تو جے وی کی سند ضروری ہے۔ اسے مسلمان کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام کے لئے کسی سند کی ضرورت نہیں۔ جس کو قرآن مجید کی چند سورتیں یاد ہوں اس کو اپنا امام بنا لیتے ہو۔ اسی قسم کے آئمہ مساجد تمہارا ایمان خراب کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کو آخرت مقصود بالذات نہیں ہے اگر آخرت مقصود بالذات ہوتی تو کتاب و سنت کی تعلیم کو کبھی نظر انداز نہ کرتے۔

سورۃ الحاقۃ رکوع ۱ پ۲۹ میں آخرت کو مقصود بالذات بنانے والوں اور آخرت میں ان کے نتائج کا ذکر آتا ہے۔ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ؀ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ؀ فَهُوَ فِیْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ؀ فِیْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ؀

ترجمہ:- پس جس کو اس کا اعمالنامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ سو وہ کہے گا۔ لو میرا اعمالنامہ پڑھو۔ بے شک میں سمجھتا تھا کہ میں اپنا حساب دیکھوں گا سو وہ دل پسند عیش میں ہوگا۔ بلند بہشت میں جسکے میوے جھکے ہونگے۔ کھاؤ اور پیو۔ ان کاموں کے بدلے میں جو تم نے گزشتہ دنوں میں آگے بھیجے تھے۔ ظَنَنْتُ۔ ماضی کا صیغہ ہے۔ یعنی میں نے دنیا میں ہی حساب کتاب کا .... خیال رکھا تھا۔ آگے دنیا کو مقصود بالذات بنانے والوں کا ذکر فرماتے ہیں۔

وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ؀ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ؀ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ؀ مَآ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِيَهْ ؀ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِيَهْ ؀

ترجمہ:- اور جس کا اعمالنامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو کہے گا اے کاش میرا اعمالنامہ نہ ملتا۔ اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش وہ (موت) خاتمہ کرنے والی ہوتی)

ادھر تو خود افسوس کرے گا۔ ادھر حکم ہوگا۔ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ؀ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ؀ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ؀

(ترجمہ:- اسے پکڑو۔ پس اسے طوق پہنا دو۔ پھر اسے دوزخ میں ڈال دو۔ پھر ایک زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے اسے جکڑ دو)

دنیا کو مقصود بالذات بنانے کا یہ نتیجہ ہے اور آخرت کو مقصود بالذات بنانیکا وہ نتیجہ

آخری چیز ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں ع

بے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

انسان کی فطرت ہے کہ یہ صحبت کا رنگ لیتا ہے۔ دُنیا کو مقصود بالذات بنانے والوں کی صحبت میں آخرت مقصود بالذات نہ بنے گی۔ ع

این خیال است و محال است و جنوں

جب آخرت مقصود بالذات نہ ہو گی تو دل میں خوف خدا نہ ہوگا۔ خوف خدا نہ ہوگا تو دُنیا بھی ہاتھ نہ آئے گی۔ دُنیا کو کسی بزرگ نے دیکھا کہ اس کی دُم اور سر پر بال نہ تھے۔ انھوں نے پوچھا کہ تیرا یہ حال کس لیئے ہے۔ اس نے عرض کیا کہ جو مجھ کو مقصود بالذات بناتے ہیں۔ میں ان سے بھاگتی ہوں کبھی کسی کے ہاتھ میری دُم کا بال آ گیا تو وہ نوچ لیتا ہے۔ اس طرح میری دُم کے بال جاتے رہے۔ اللہ والوں کے پاس جاتی ہوں تو وہ مجھے جوتے مارتے ہیں۔ اس طرح میرا سر گنجا ہو گیا۔ حضرت امروٹیؒ کے حضور میں ایک زمیندار نے -/500 روپیہ کی تھیلی پیش کی اور عرض کی کہ حضرت آپ کا بڑا خرچ ہے۔ میں آپ کی مدد کے لیئے یہ تھیلی لایا ہوں۔ حضرتؒ جلالی مزاج تھے۔ بگڑ گئے اور فرمایا۔ مجھے تیری مدد کی ضرورت نہیں اللہ کی مدد کافی ہے۔ پھر اس نے بہت منت سماجت کی۔ مگر حضرتؒ نے ایک دھیلہ بھی قبول نہ فرمایا۔ اللہ والوں کے سامنے بات کہنے کا سلیقہ بھی ہر ایک کو نہیں آتا۔ آخرت کو مقصود بالذات بنانا ہے تو ان کی صحبت اختیار کرنی پڑے گی۔ جو آخرت کو مقصود بالذات بناتے ہیں

اے مسلمان! تو دُنیا کو مقصود بالذات بنائے ہوئے ہے۔ تجھ سے اللہ تعالےٰ ناراض ہے۔ اللہ تعالےٰ جس سے روٹھ جاتا ہے۔ اس سے دنیا کی عقل بھی چھین لیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسٰهُمْ أَنْفُسَهُمْ الآیہ (سورۃ الحشر رکوع ۲ پ ۲۸)

(ترجمہ۔ اور ان کی طرح نہ ہو۔ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے بھی ان کو (ایسا کر دیا) کہ وہ اپنے آپ ہی کو بھول گئے)۔ لاہور میں سرخ مرچ نہیں رکتی۔ مرچوں میں اینٹیں پیس کر ملائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو آخرت کو مقصود بالذات بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

فخریہ نہیں۔ تحدیث نعمت کے طور پر دو باتیں عرض کرتا ہوں۔ میرے گھر والوں کو تعلیم ہی یہ دی گئی ہے۔ کہ ہر چیز ہی اللہ تعالےٰ بھیجتا ہے۔ مولوی انور سے بڑے لڑکے کا نام بھی انور تھا اس کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ ایک دن ایک شخص چاولوں کی پلیٹ میرے گھر لایا۔ بچہ نے جا کر اپنی والدہ سے کہتا ہے۔ بے بے جی اللہ ہیٹھ کھلوتا ہے تے کہندا اے پلیٹ جلدی ویلی کر کے لیا۔ (امی جان! اللہ تعالیٰ نیچے کھڑا ہے۔ اور کہتا ہے کہ پلیٹ جلدی خالی کر کے لے آؤ۔) کچھ دن تک جب کوئی چیز نہ آئی۔ تو ایک دن یہی بچہ کہنے لگا۔ ہُن بچارا اللہ آپ کھاندا ہووے گا سانوں نہیں بھیج دا۔ (اب اللہ خود کھاتا ہوگا۔ ہم کو نہیں بھیجتا) اس سے چھوٹی ایک بچی کا واقعہ ہے کہ وہ بھی بچپن ہی میں فوت ہو گئی تھی۔ اس نے ایک دن ہمسایوں کے دروازہ پر ایک دھیلہ پڑا ہُوا دیکھا۔ ماں سے آ کر کہتی ہے۔ کہ شیطان تاں کہندا سی چک لے۔ میں آکھیا نہ اللہ مارے گا۔ (شیطان تو کہتا تھا۔ اُٹھا لو۔ میں نے کہا نہیں اللہ مارے گا)

بچوں کی دینی تربیت کے باعث ایسے ہی خیالات ان کے ذہن نشین ہوتے ہیں۔

میں تو اپنے لیئے یہ دُعا کرتا ہوں کہ صبح کا درس دینے کے بعد اور ظہر کی نماز سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ میانی صاحب (لاہور کا قبرستان) میں پہنچا دیں۔ تاکہ نہ درس کا ناغہ ہو اور نہ نماز قضا ہو۔ آپ درس مجلس ذکر اور جمعہ کے لیئے آ جاتے ہیں۔ اس میں میرا بھی بھلا ہے اور آپ کا بھی۔ آپ کے اعمال صالحہ سے شاید میری نجات بھی ہو جائے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ الدال علی الخیر کفاعلہ۔

مجلس ذکر

منعقدہ ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۸ نومبر ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

مقبولین بارگاہِ الٰہی کی صفات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

اما بعد فارسی میں کسی نے کہا ہے

در مسلخ عشق جز نکو را نکشند
لاغر صفتاں زشت خو را نکشند

ترجمہ:۔ (عشق کے مذبح میں حلال جانور ہی ذبح کرتے ہیں۔ کمزور اور بد خو کو ذبح نہیں کرتے) یعنی کمزور یا بیمار بکری کو ذبح نہیں کرتے۔ یہ لاغر صفت ہے۔ درندہ صفت جانور مثلاً کتا۔ بلی۔ شیر۔ چیتا۔ بھیڑیا وغیرہ یہ زشت خو ہیں۔ انسانوں میں بھی جو لاغر صفت اور زشت خو ہیں۔ وہ بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں ہیں۔ جس کے سینہ میں نور توحید نہیں۔ وہ نکو نہیں ہے۔ جیسے حرام جانور قربانی نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح مشرک کافر نفاق اعتقادی کے منافق رحمت الٰہی سے محروم رہتے ہیں۔ دربار الٰہی میں ان کی بھی کوئی وقعت نہیں ہے۔ ان کے لئے تو نہ شفاعت ہے اور نہ نجات قارون۔ ہامان۔ فرعون اور دجال کی طرح یہ بھی ابدالاباد جہنم میں رہیں گے۔ میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ مسلمانوں میں مشرک، کافر اور نفاق اعتقادی کے منافق موجود ہیں۔ شرابی۔ زانی۔ رشوت خور۔ دھوکہ باز۔ فریب کار۔ چور۔ ڈاکو یہ سب زشت خو ہیں۔ بد عادتوں کی تفصیل قرآن مجید بتلاتا ہے۔ ان سب کی بارگاہ الٰہی میں کوئی قیمت نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقۡبَلُ اِلَّا طَیِّبًا (الحدیث) (رواہ مسلم) ترجمہ:۔ (حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالےٰ پاک ہے۔ وہ (اللہ) نہیں قبول کرتا۔ مگر پاک چیز کو)

انسان افعال ناشائستہ اور مہلک روحانی امراض سے پاک ہو تو بارگاہ الٰہی میں قبولیت پاتا ہے۔ ورنہ مردود بارگاہ الٰہی قرار پاتا ہے۔ اگر کسی شخص کا باپ مر جائے۔ اور وہ حرام کی کمائی میں سے ایک لاکھ روپیہ بھی باپ کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ ایک دانہ بھی قبول نہ فرمائیں گے۔ اس کے مقابلہ میں اگر حلال کی کمائی کا ایک دھیلہ بھی خرچ کیا جائے تو اس کا ثواب میت کی روح کو پہنچتا ہے۔

جو شخص خود صاحب باطن نہیں وہ صحیح معنوں میں کتاب و سنت کی ترجمانی نہیں کر سکتا اور نہ دوسروں کی مکمل طور پر رہنمائی کر سکتا ہے۔ اس کی مثال اس بکری کی ہے جو دودھ تو دیتی ہے۔ مگر مینگنیاں ڈال کر۔ وہ ایسی باتیں کہے گا جو درست نہ ہونگی۔ صوفیاء کرام کی صحبت میں تزکیہ نفس ہو جائے تو اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے انسان کا قدم راہ راست سے نہیں ہٹتا۔ بہت سی چیزوں کا تعلق عالم ملکوت سے ہوتا ہے۔ اور ان کے متعلق صاحب باطن ہی وثوق سے کچھ کہہ سکتا ہے۔ میں نے گزشتہ جمعہ کے خطبہ میں عرض کیا تھا کہ اگر کوئی کمیونسٹ اسلام

پر اعتراض کرے تو اس کو صاحب باطن ہی منہ توڑ جواب دے سکتا ہے۔

یورپ میں ترکی کی مثال بتیس دانتوں میں زبان کی سی تھی۔ آجکل اگر آپ کو ترکی کی خارجہ پالیسی سے اختلاف ہو تو اور بات ہے۔ لیکن ترکوں نے اسلام کی جو خدمت کی ہے اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ پہلی عالمگیر جنگ ختم ہوئی۔ اس کے بعد غازی رؤف بے لاہور تشریف لائے تھے۔ انہوں نے اسلامیہ کالج لاہور کے حبیبیہ ہال میں تقریر کی تھی۔ میں بھی اس میں موجود تھا۔ . . . . . انہوں نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ جب اتحادی فوجیں قسطنطنیہ میں داخل ہو گئیں۔ خلیفۃ المسلمین قید ہو گئے اور ہمارے پاس تربیت یافتہ ترکی فوج بہت تھوڑی رہ گئی۔ جس کو ہم میدانی لڑائی کے لئے محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ تو ہم نے جہاد کا اعلان کر دیا۔ اس پر بے شمار مرد اور عورتیں اسلام کے نام پر جان دینے کے لئے آ گئے۔ ایک پہاڑی پر برفباری ہو رہی تھی۔ اس پر اگر توپ خانہ چڑھ جائے تو وہاں سے گولہ باری کرکے یونانی میگزین میں آگ لگ سکتی تھی۔ اگرچہ برفباری کی وجہ سے ان کے پاؤں شل ہو رہے تھے۔ لیکن عورتوں نے ہمت کرکے اس پہاڑی پر توپ خانہ چڑھا دیا۔ وہاں سے گولہ باری کی گئی۔ جس سے یونانی میگزین میں آگ لگی اور ان کو شکست ہو گئی۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم تو زندہ ہی اسلام کے نام سے ہیں۔ ریوٹر آپ کو ہمارے خلاف غلط خبریں دیتا ہے کہ ہم نے اسلام چھوڑ دیا ہے جن کو اسلام کی قدر ہے۔ وہ تو یہ کہتے ہیں۔ اے پاکستانی نوجوان مسلمان! تو نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے انگریز کو اپنا امام بنا رکھا ہے۔ حضورؐ کا تمدن تو یہ تھا۔ یَکْرَہُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا

ترجمہ:- آپؐ نماز عشاء سے پہلے سونے اور بعد میں باتیں کرنے کو ناپسند فرماتے تھے لیکن اب مسلمان دن کو کماتا ہے اور رات کو سینما میں گنواتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل حیات ہمارے لئے نمونہ ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ الآیۃ (سورۃ الاحزاب ع ۳ پ ۲۱) ۴۴

۴۴- ترجمہ:- البتہ تمہارے لئے رسول اللہؐ میں اچھا نمونہ ہے)۔ اس آیت میں رسول اللہؐ سے مراد حضورؐ کی ذات ہے۔ صرف آپؐ کے اقوال یا افعال مراد نہیں ہیں۔ انگریز بھی راضی رہے اور رسول اللہؐ بھی ؎

ہم خدا خواہی وہم دُنیائے دوں
ایں خیال است و محال است وجنوں

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو لاغر صفت اور زشت خو ہونے سے بچائے اور کتاب و سنت کے راستہ پر چلائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔
لاغر صفت اور زشت خو کے معنی پہلے بیان کر چکا ہوں۔

عورت کی ناپاکی کے ایام میں طلاق دینا جائز نہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی کو ناپاکی کے ایام میں طلاق دے دی تو ان کے والد حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بہت سخت ناراضی کا اظہار فرمایا اور حکم دیا کہ عبداللہ بن عمر کو چاہیے کہ وہ اس طلاق سے رجعت کر لے اور بیوی کو اپنے پاس اپنے نکاح میں رکھے یہاں تک کہ ناپاکی کے ایام ختم ہو کر پاکی کے ایام آجائیں اور پھر اس طہر کی مدت ختم ہو کر دوبارہ ناپاکی کے ایام آجائیں اور اس کے بعد وہ پھر طہر کی حالت میں آجائے تو اس حالت میں اگر وہ طلاق ہی دینا مناسب سمجھے تو اس طہر میں اس سے صحبت کئے بغیر اس کو طلاق دیدے۔ صحیح بخاری

درس قرآن

نماز تجارت اور کھیل سے بہتر ہے

مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

فرمودہ حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی
مرتبہ محمد مقبول عالم بی۔ اے لاہور

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَانِ انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ (۶۲ : ۱۱)

ترجمہ اور جب وہ لوگ تجارت یا تماشہ دیکھتے ہیں تو اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔ کہہ دو جو اللہ کے پاس ہے وہ تماشہ اور تجارت سے کہیں بہتر ہے۔ اور اللہ بہتر روزی دینے والا ہے۔ (سورہ جمعہ الجمعہ رکوع ۲ پ ۲۸)

مدنی زمانہ میں ایک واقعہ پیش آیا جمعہ کا دن تھا۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ کہ عین اس وقت طبل بجا۔ دحیہ کلبی کے قافلے کی آمد کا اعلان تھا۔ قاعدہ تھا کہ جب کوئی قافلہ مال لے کر آتا تو ڈھول بجا کر لوگوں کو اطلاع دی جاتی لوگ بھاگے آ جاتے تاکہ سب سے پہلے چیزیں خرید لیں۔ کیونکہ شروع میں چیزیں سستی بکتی تھیں۔ لیکن بعد میں مہنگی ہو جاتی تھیں۔ دحیہ کلبی بڑا سوداگر تھا اور ہر قسم کا مال لایا کرتا تھا۔ اس کے ڈھول کی آواز سُنی تو اکثر صحابہ کرام مسجد سے نکل کر چیزیں خریدنے کے لئے چلے گئے تاکہ بعد میں مہنگی نہ خریدنی پڑیں۔ نیز ان دنوں مدینہ میں قحط کی حالت تھی بہت تھوڑے لوگ رہ گئے۔ انہیں گنا گیا تو بارہ مرد اور ایک عورت تھی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی۔ آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی بھی نہ رہتا تو آگ کا عذاب آتا۔ دوسری روایت میں ہے کہ پتھر برستے۔ دونوں کو جمع کیا جائے تو مطلب یہ ہے۔ کہ دونوں عذاب آتے۔

اس واقعہ کو آیت مذکورہ کا شان نزول بیان کیا جاتا ہے۔ شان نزول کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا فیصلہ یہ ہے کہ جس واقعہ کو کسی آیت کا شان نزول بیان کیا جاتا ہے۔ اس کا ہمیشہ یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ واقعہ پہلے ہوا اور آیت بعد میں نازل ہوئی۔ بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس قسم کے واقعہ کا حکم اس آیت سے نکلتا ہے۔ خواہ وہ واقعہ پہلے ہوا ہو یا بعد میں۔ آیت کا حکم عام ہوتا ہے اور اس سے ایسے تمام واقعات کے بارے میں حکم لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ظاہر و باطن کے جامع ہیں۔ آپ نے فلسفہ شریعت پر حجۃ اللہ البالغہ کتاب لکھی ہے اگر کوئی اسے پڑھ لے اور اسے اجراء کی توفیق مل جائے تو وہ ہر شریعت کے ہر حکم عقل کے مطابق بیان کر کے دکھا سکتا ہے۔ کسی حکم میں شک نہیں رہے گا۔ یہ تو آپ کا ظاہری کمال ہے باطنی کمال اس واقعہ سے پتہ لگتا ہے کہ ایک دفعہ آپ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان میں شکر رنجی پیدا ہو گئی۔ آپ نے دُعا کی کہ ان کی شکر رنجی دور ہو جائے۔ آپ فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ میری دُعا گئی اور قبولیت نورانی نقطہ کی صورت میں آئی۔ وہ نقطہ مجلس پر آ کر پھیلنے لگا اور سب کو ڈھانپ لیا۔ ان کی شکر رنجی دور ہو گئی۔ اور سب شیر و شکر ہو کر اُٹھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ سب واقعہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ نظام خراب ہو چکا ہے۔ اصلاح کی صورت یہ ہے کہ انقلاب لایا جائے اور امن بحال کیا جائے۔ تاکہ انسان امن سے خدا یاد کر سکیں۔ یہاں حکومت قائم کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسلام ضمناً حکومت چاہتا ہے۔ اگرچہ مقصود بالذات نہیں۔

آخرت کی اصلاح کے لئے دنیا کے امن و چین کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت دونوں نظام درست کرنا چاہتے ہیں۔ دنیا کا نظام ٹھیک نہ ہو تو آخرت کا نظام ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ ہمارے خلفائے راشدین دنیا میں تاج و تخت کے مالک تھے اور آخرت میں جنت کے وارث ہیں۔ یہ جامعیت دنیا کے کسی مذہب کو حاصل نہیں۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ دنیا میں اس لئے آئے ہیں۔ کہ آخرت کے لئے سرمایہ جمع کر کے لے جائیں۔ آخرت کا سرمایہ مال و دولت نہیں بلکہ اذکار الہی ہیں اور سب سے بڑا سکہ قرآن حکیم ہے جو رئیس الاذکار ہے۔ قرآن کے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اس لئے فرمایا۔ کہ جب نماز کا وقت آئے تو دوکانیں بند کر دو اللہ کا ذکر سننے کے لئے آؤ اور اللہ کے ذکر سے مراد قرآن ہے۔ جب نماز ہو جائے تو دوکانیں کھول دو۔ اللہ تعالیٰ دونوں نظام چلانا چاہتے ہیں اور ہر مسلمان کی دنیا اور آخرت ٹھیک کرنا چاہتے ہیں۔ بالی تب لگے گی جب نالی ٹھیک ہو گی۔ اسی طرح آخرت تب سنورے گی جب دنیا سنورے گی اس کے لئے حکومت کی ضرورت ہے۔ اگرچہ اصل مقصود آخرت کی اصلاح ہے۔

الاعتبار والتاویل

میرے اور آپ کے لئے سبق یہ ہے کہ جب نماز کے لئے بلایا جائے تو دُکانیں بند کر کے آ جائیں۔ جمعہ کے وقت سب دُکانیں بند ہونی چاہئیں کوئی دُکان کھُلی نہ رہے۔ اللہ تعالےٰ حکومت پاکستان کو توفیق دے کہ وہ یہ کام کرے۔ انگریز کا مقدس دن اتوار تھا۔ وہ اتوار کو چھٹی کرتا تھا۔ اب جمعہ کے دن چھٹی ہونی چاہیئے۔ پھر حکم ہے کہ جمعہ کے دن جو سب سے پہلے آئے اسے زیادہ ثواب ملتا ہے اور جو بعد میں آئے اسے کم ثواب ملتا ہے۔ کئی اس شوق کے شائق ہیں کہ جمعہ کے دن جلدی جائیں۔ لیکن دفتروں میں چھٹی ۱۲ بجے ہوتی ہے اور خطبہ ½۱۲ بجے شروع ہوتا۔ تو بھاگے ہوئے آتے ہیں اگر حکومت جمعہ کو چھٹی نہیں کرتی تو کم از کم جمعہ کے دن دُکانیں بند رکھنی چاہئیں۔

خطیب ایسا ہونا چاہیئے جو کتاب و سنت کی روشنی میں خطبہ دے نہ کہ قصے کہانیاں سنائے۔

نماز کے بعد اللہ کو بھلا نہیں دینا چاہیئے بلکہ بکثرت ذکر جاری رکھیں۔ دین دنیا کے تصادم کے وقت دنیا پر دین کو ترجیح دیں۔ ٭

مجلسِ ذکر

منعقدہ ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا ومرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:-

انسان کا اپنے اعمال سے کیا تعلق ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد آج کا عنوان ہے۔ انسان کا اپنے اعمال سے کیا تعلق ہے،

انسان پر اس کے عمل کا اثر پڑتا ہے۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ عمل کیا اور وہ ضائع ہو گیا۔ وہ ساتھ رہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا قرآن مجید میں اعلان ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ج وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورۃ النحل رکوع ۱۳ پ ۱۴)۔ ترجمہ (جس نے نیک کام کیا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے۔ تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی بسر کرائیں گے۔ اور ان کا حق انہیں بدلے میں دیں گے۔ ان کے اچھے کاموں کے عوض میں جو وہ کرتے تھے)

نیک کام وہ ہے۔ جس میں فقط اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہو۔ جس کام میں اللہ تعالےٰ کے سوا غیر اللہ کی رضا بھی مطلوب ہو۔ وہ نیکی کے دائرہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور یہ شرک ہے۔ غیر اللہ کی رضا کی نفی ضروری ہے۔ یعنی اللہ کے لئے ہے اور غیر اللہ کے لئے نہیں ہے۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ قَالَ الرِّيَاءُ (رواہ احمد)

ترجمہ:- محمود بن لبید رضؓ کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس چیز سے میں تمہارے لئے بہت ڈرتا ہوں۔ وہ شرک اصغر ہے (چھوٹا شرک) صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ شرک اصغر کیا ہے۔ فرمایا ریا

نیکی کے کام ہندو، سکھ اور عیسائی بھی کرتے ہیں۔ بلکہ مسلمانوں سے زیادہ کرتے ہیں۔ سر گنگا رام ہندو تھا۔ مگر لاہور میں اس کا بنایا ہوا سر گنگا رام ہسپتال اب تک موجود ہے۔ گلاب دیوی ہسپتال۔ جانکی داس۔ جمعیت سنگھ ہسپتال۔ یہ سب بے ایمانوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ کیا عبداللہ جان یا فاطمہ بی بی نے بھی کوئی ہسپتال بنایا۔ لاہور میں اس معاملہ میں مسلمان ہندو سکھ کے مقابلہ میں منہ دکھانے کے قابل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تو انسان کی رگ رگ سے واقف ہے۔ اس کو پتہ تھا کہ ہندو سکھ بھی نیکی کے کام کریں گے۔ اس لئے اس نے وَهُوَ مُؤْمِنٌ (اور وہ ایماندار بھی ہو) کی شرط لگا دی۔ سر گنگارام۔ گلاب دیوی جانکی داس۔ جمعیت سنگھ کسی میں ایمان نہیں تھا۔ چونکہ اللہ تعالےٰ نے نیکی کے بدلے دنیا میں عزت اور آخرت میں نجات دینی تھی۔ اس لئے ایمان کی قید لگا دی۔ انسان نے اپنی طاقت کے مطابق نیکی کی اور اللہ تعالےٰ اپنی شان کے مطابق جزا دے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے عمل کا اثر اس کی زندگی پر پڑتا ہے۔ نتیجہ عمل پر مرتب ہوتا ہے۔ جو نیکیاں یہاں کر کے جائیں گے۔ ان کا نتیجہ آگے بھی برآمد ہوگا۔ عمل کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کیا اور گیا۔

اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھیئے۔ جن کو اللہ تعالےٰ کے احکام کی پرواہ نہیں۔ جو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ سے آزاد ہیں۔ جن کا دنیا ہی اوڑھنا،

اور دُنیا ہی بچھونا ہے۔ ان کے متعلق فرماتے ہیں۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی ٥ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰی وَقَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ٥ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰی ٥

(سورہ طٰہٰ رکوع ۷ پ ۱۶)

ترجمہ:- اور جو میرے ذکر سے مُنہ پھیرے گا۔ تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی اور اسے قیامت کے دن اندھا کرکے اُٹھائیں گے۔ کہے گا اے میرے رب تونے مجھے اندھا کرکے کیوں اُٹھایا۔ حالانکہ میں بینا تھا۔ فرمائے گا۔ اسی طرح تیرے پاس ہماری آئتیں پہنچی تھیں۔ پھر تونے انھیں بھلا دیا تھا۔ اور اسی طرح آج تو بھی بُھلایا گیا ہے۔

عربی دان حضرات ہی اس کلام کا زعد سمجھ سکتے ہیں۔ اِنَّ تاکید مضمون جملہ کے لئے آیا ہے۔ یعنی اس میں ذرہ شک نہیں کہ نافرمانوں کے اعمال کے یہی نتائج نکلیں گے۔

دوسری جگہ اس قسم کے لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں۔ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (سورہ الجاثیہ۔ رکوع ۳ پ ۲۵)

ترجمہ:- (بھلا آپ نے اس کو بھی دیکھا جو اپنی خواہش کا بندہ بن گیا)۔ یہ اُن لوگوں کا ذکر ہے جو رضائے مولا برہمہ اولیٰ۔ کے مطابق نہیں۔ بلکہ اپنی خواہش کے ماتحت زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کو دُنیا میں چین نصیب نہ ہوگا۔ اور قیامت کے دن ان کو اندھا کرکے اُٹھایا جائے گا۔ قیامت کے دن ان سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم نے دُنیا میں ہمارے احکام کو نظرانداز کر دیا تھا۔ آج ہم تمہیں اپنی رحمت سے دُور فرما دیں گے۔ غرضیکہ اعمال پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔

دُنیا میں بھی ایک منٹ سے پہلے جزا یا سزا ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے تو پتہ چلتا ہے۔ دادا یا نانا بن جانے سے پتہ نہیں چلتا۔ عُمر اور چیز ہے۔ سمجھ اور چیز۔ اعمال انسان کے ساتھ چمٹے رہتے ہیں۔ لہذا اعمال کو سوچ سمجھ کر کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ نے بھی ہمیں یہی حکم دیا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ٥

(سورۃ الحشر رکوع ۳ پ ۲۸) ترجمہ:- اے ایمان والو اللہ سے ڈرو۔ اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیئے کہ اس نے کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

ایمان داروں سے خطاب ہو رہا ہے کہ خدا سے ڈرو۔ دو دفعہ اِتَّقُوا اللّٰهَ فرمایا۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ تم اگر نہ بھی چاہوگے تو اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال کے نتائج مرتب کرکے رہیگا چور تو چاہتا ہے کہ میں چوری کروں۔ اور پکڑا نہ جاؤں۔ مگر پولیس تفتیش پا سے پتہ لگا کر گرفتار کر لیتی ہے۔ قاتل تو چاہتا ہے کہ میں قتل کرکے بھاگ جاؤں۔ مگر پولیس سراغ نکال ہی لیتی ہے۔ یہ مت سمجھیئے کہ ہم نے جو عمل کیا وہ گیا۔ نہیں بلکہ وہ کرنے والے سے چمٹ گیا۔ ہم نیکی یا بدی کرینگے تو اس کے نتائج دُنیا اور آخرت دونوں جگہ مرتب ہوں گے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا جامعیت میں کوئی ہم پلہ نہیں۔ علمائے کرام اور اولیائے عظام تو بڑے بڑے گذرے ہیں۔ مگر جامعیت میں جو ان کا رتبہ ہے وہ کسی کو حاصل نہیں۔ شاہ صاحب رح نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں احکام شرعیہ کے رموز و اسرار بیان فرمائے ہیں۔ اس کتاب کے ایک باب کا خلاصہ عرض کرتا ہوں۔

اس میں شاہ صاحب رح فرماتے ہیں۔ کہ انسان کے اعمال کا اس سے چار قسم کا تعلق ہے۔ (۱) پہلا درجہ یہ ہے کہ نفس ارادہ کرکے اُٹھتا ہے اور کام کرتا ہے اس کو وہ انبعاث النفس فرماتے ہیں۔ (۲) دوسرا درجہ ہے عود الی النفس۔ یہ وہی چیز ہے جس کو آپ REACTION کہتے ہیں یعنی عمل کا اثر لوٹ کر آتا ہے (۳) تشبث بذیل النفس۔ یعنی عمل کا اثر لوٹ کر نفس پر پڑتا ہے۔ (۴) احصاء النفس یعنی نفس اس کو محفوظ رکھتا ہے۔ مثال عرض کرتا ہوں۔ جس سے آپ سمجھ جائینگے ایک بچہ کتابت شروع کرتا ہے۔ پہلے وہ ٹیڑھا الف لکھتا ہے۔ چھ ماہ مشق کرنے کے بعد وہ قلم برداشتہ لکھنے لگتا ہے۔ اگر عمل کا اثر نہ ہوتا تو یہ بچہ سو سال بھی ٹیڑھا الف ہی لکھتا رہتا۔ ہاتھ نے عکس لیا تو چھ ماہ بعد اعلےٰ درجہ کا کاتب بن گیا۔ ہر کام میں یہی ہوتا ہے مدینہ منوّرہ میں مولوی حبیب اللہ نے ایک حافظ صاحب سے مجھے ملایا جو ایک رکعت میں سارا قرآن اور دوسری میں بیس پارے پڑھتے ہیں۔ اگر عکس نہ لیتے تو قرآن مجید کس طرح یاد ہوتا۔ ہر کام میں یہی چار درجے ہیں۔ جو شاہ صاحب رح نے بیان فرمائے ہیں۔

کسی اللہ والے نے کہا ہے ؎

از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جَو ز جَو

نیکی کروگے تو اس کا اثر پڑے گا۔ بدی کروگے تو اس کا اثر پڑے گا۔ دُنیا اور آخرت دونوں جگہ نیکی اور بدی کا اثر پڑے گا۔ البتہ ایک چیز ہے کہ اگر پہلے بدی کرتا رہا اور بعد میں توبہ نصیب ہو گئی۔ تو رُخ پھر جائیگا

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ٥ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓىِٕكَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ٥ (سورہ البقرہ رکوع ۱۹ پ ۲)

ترجمہ:- بے شک جو لوگ، ان کُھلی کُھلی باتوں اور ہدایت کو کہ جسے ہم نے نازل کر دیا ہے۔ اس کے بعد بھی چھپاتے ہیں کہ ہم نے ان کو لوگوں کے لئے کتاب میں بیان کر دیا۔ یہی لوگ ہیں کہ اللہ اُن پر لعنت کرتا ہے۔ اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور ظاہر کر دیا۔ بس یہی لوگ ہیں کہ میں ان کی توبہ قبول کرتا ہوں اور میں بڑا توبہ قبول کرنے والا۔ نہایت رحم والا ہوں۔

پہلے لعنت پڑی پھر توبہ کر لی تو مرحوم بن گئے۔ جاہل کو کاتم نہیں کہا جاتا کتاب و سُنّت کا عالم ہی کاتم ہو سکتا ہے۔ جو عالم ہو کر دوسروں کو نہ سکھائے اس پر لعنت پڑتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ عالم کے لئے پانی میں مچھلیاں اور چیونٹیاں اپنے بلوں میں دُعائے رحمت کرتی ہیں۔ جو چیزیں رحمت کی دُعا کرتی ہیں۔ جب لعنت پڑے گی۔ تو یہی چیزیں لعنت

کی دعا کریں گی۔ وہ تو اس کی مرضی کے تابع ہیں۔ جو اوپر موجود ہے۔ ان چیزوں کو دیدیا ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کی لعنت کو دیکھتی ہیں کہ ادھر سے لعنت آ رہی ہے۔ اب آگے دیکھئے جو کتمان سے توبہ کرکے اللہ تعالےٰ کے نازل کردہ قانون کی اشاعت کرنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان سے راضی ہو جاتے ہیں ان کو تو صرف ان کی رضا ہی مقصود ہوتی ہے۔ وہ راضی ہیں تو یہ خوش ہیں اور کوئی راضی رہے یا نہ رہے۔

محلہ ککے زئیاں میں حافظ رستم امام تھے وہ چھپ کر میرے درس میں آیا کرتے تھے۔ ایک دن مجھے کہنے لگے کہ محلہ والوں کو پتہ لگ گیا ہے اور رات انہوں نے مجھے کہہ دیا کہ حافظ جی رات کو ہی نکل جایئے۔ ہم نے صبح مسجد دھو کر نماز پڑھنی ہے۔ اگر عالم کتمان حق نہ کریں تو کیا یہ ہو سکتا ہے؟ انہوں نے رجوع کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے لعنت واپس لے لی۔

یاد رکھئے اگر آپ نیکی کریں گے تو اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا اور آخرت میں چین نصیب ہوگا۔ چین نہ دو لاکھ کی کوٹھی اور نہ بیس ہزار کی موٹر میں ہے اگر کوٹھی میں اللہ کا نام نہیں تو میں بن دیکھے اللہ کے فرمان کی بنا پر کہہ سکتا ہوں۔ کہ کوٹھی والوں کو چین نہ ہوگا چھلنی میں چھید کم ہونگے اور ان کے دل میں غموں کے چھید زیادہ ہوں گے۔ کہتے ہیں تو منہ کالا ہوتا ہے۔ چھپاتے ہیں تو دل جلتا ہے۔ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا (سورہ انعام۔ رکوع ۱۴ پ ۸) ترجمہ۔ تیرے رب کی باتیں سچائی اور انصاف کی انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہیں اے اللہ تو بھی سچا ہے اور تیرا کلام بھی سچا ہے۔ چین اللہ تعالےٰ کے فضل کے سوا کسی چیز میں نہیں ملتا۔

ایک غریب مسلمان عشاء کی نماز پڑھ کر روکھی روٹی کھا کر چین سے چٹائی پر سوتا ہے۔ ع

نے غمِ دزد نہ غمِ کالا ‎ ‎ لنگکے زیر لنگکے بالا

گناہ پر گرفت فرمالیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ بعض کی گرفت میں دیر فرما دیتے ہیں۔ یہ ان کی بدنصیبی ہے۔ مہلت دیدے تو اس کا غضب ہے۔

یہ بھی قانون کی ایک شق ہے۔ اس کو استدراج کہتے ہیں۔ اس کے متعلق فرماتے ہیں۔ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۝ (سورہ القلم رکوع ۱ پ ۲۹)

ترجمہ۔ ہم انہیں بتدریج (جہنم کی طرف) لے جائیں گے۔ اس طور پر کہ انہیں خبر بھی نہ ہوگی اور ہم ان کو ڈھیل دیتے ہیں۔ بے شک ہماری تدبیر بڑی زبردست ہے۔

مہلت دینے کا یہ مطلب ہے۔ کہ وسط جہنم میں ڈالا جائے گا۔ گرفت کر لیتے تو شاید بچ جاتے۔ نیکی کرنے سے دنیا میں راحت اور آخرت میں نجات نصیب ہوگی۔ بدی کرنے سے دنیا میں بے چینی اور آخرت میں عذاب الٰہی میں مبتلا فرمائیں گے۔ حقیقی عزت اللہ والوں کو نصیب ہوتی ہے۔ دنیا دار کی عزت تو اس کی شر سے بچنے کے لئے کی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ يُكْرَمُ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ (ترجمہ۔ بعض آدمیوں کو ان کی شر سے بچنے کے لئے عزت کی جاتی ہے۔) منافقین کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

أَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا ۝ (سورہ النسآ رکوع ۲۰ پ ۵)

ترجمہ:۔ کیا ان کے ہاں سے عزت چاہتے ہیں۔ سو ساری عزت اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔

امروٹ شریف میں میں نے خود دیکھا ہے کہ بعض اوقات اندر بھی فاقہ اور باہر بھی فاقہ ہوتا تھا۔ لیکن مجال ہے کہ حضرتؒ کی عزت میں فرق آئے۔ کہیں سے ایک خربوزہ آ گیا۔ تو حضرتؒ اندر باہر سب میں بانٹ دیتے۔ کہیں سے شہد کی بوتل آ گئی۔ تو سب میں تقسیم فرما دیتے۔

ختم نبوت کے سلسلہ میں انکوائری کمیٹی کے سامنے خواجہ ناظم الدین کو بھی شہادت کے لئے بلایا گیا تھا۔ وہ گورنر جنرل اور وزیر اعظم رہ چکے تھے۔ کہتے ہیں کہ جس دن وہ عدالت میں آئے۔ کسی کنسٹبل نے بھی ان کو سلام نہیں کیا۔ اللہ والوں کے ہاں فاقہ بھی رحمت ہوتا ہے۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے

نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں فنا ہوتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو عزت عطا فرماتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں تو نہ یہاں عزت ہوگی اور نہ آخرت میں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ایسے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جس سے وہ راضی رہے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

مجلس ذکر

منعقدہ ۱۹ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۲ دسمبر سنہ ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد۔ آج کی تقریر کا عنوان ہے۔

عبادت کی قبولیت کی رُوح اخلاص ہے

اخلاص کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ اخلاص کے معنی ہیں۔ کہ یہ کام اللہ کے لئے ہے۔ اور غیر اللہ کے لئے نہیں ہے۔ صرف یہ کہنا کہ اللہ واسطے ہے کافی نہیں۔ غیر اللہ کی نفی بھی ضروری ہے۔ عبادت میں ہر وہ کام آتا ہے جو معبود حقیقی کی رضا کے لئے کیا جائے۔ اب میں آج کے عنوان کے متعلق کتاب و سُنت سے شواہد پیش کرتا ہوں۔

جس کلمہ میں اخلاص نہیں وہ کلمہ بھی قبول نہیں۔ منافقین کے کلمہ میں اخلاص نہ تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کے کلمہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

إِذَا جَاءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (سورۃ المنافقون رکوع ۱ پ ۲۸) ترجمہ (جب آپؐ کے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک آپ اسکے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافق جھوٹے ہیں۔

جس نماز میں اخلاص نہ ہو وہ نماز قبول نہیں ہوتی۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاءُوْنَ (سورہ الماعون پ ۳۰) ترجمہ۔ پس ان نمازیوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں اور دکھاوے کے لئے نماز پڑھتے ہیں۔

دوسری جگہ منافقین کی نماز کے متعلق فرماتے ہیں۔ وَإِذَا قَامُوْا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَاءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا ۝ (سورۃ النساء رکوع ۲۱ پ ۵) ترجمہ۔ اور جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو سست بن کر کھڑے ہوتے ہیں۔ لوگوں کو دکھاتے ہیں۔ اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

ثابت یہ کر رہا ہوں کہ اگر اخلاص نہ ہو تو نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ جس نیکی کے کام میں غیر اللہ کی رضا شامل ہو۔ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹا شرک فرمایا ہے۔ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ قَالَ الرِّيَاءُ (رواہ احمد)

ترجمہ:۔ محمود بن لبیدؓ سے روایت

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس چیز سے میں تمہارے لئے بہت ڈرتا ہوں وہ شرک اصغر ہے۔ (چھوٹا شرک) صحابہؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا۔ ریا؟

اللہ کی راہ میں جس مال کے خرچ کرنے میں اخلاص نہ ہو وہ خرچ کرنا بھی قبول نہیں

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا (سورۃ النساء رکوع ۶ پ ۵) ترجمہ۔ (اور جو لوگ اپنے مالوں کو لوگوں کے دکھانے میں خرچ کرتے ہیں اور اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور جس کا شیطان ساتھی ہوا تو وہ بہت برا ساتھی ہے)

یہ خرچ کرنا وبال جان بن جائے گا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پوچھیں گے۔ کہ مال تو میں نے دیا تھا۔ اس کو غیر اللہ کے لئے کیوں خرچ کیا تھا۔

جس روزہ میں اخلاص نہیں وہ روزہ قبول نہیں۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔ (رواہ البخاری)۔ (ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے۔ پس اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے)

حج کے متعلق بھی آتا ہے۔ کہ حج کرنے والوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہیں جو فقط دنیا کے طالب ہیں۔ یعنی ان کے حج میں اخلاص نہیں۔ ان کے متعلق فرماتے ہیں۔

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ (سورہ البقرہ رکوع ۲۵ پ ۲)۔

ترجمہ۔ پس بعض تو یہ کہتے ہیں۔ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں دے اور اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے) دوسرے وہ ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں کے طالب ہیں۔ یعنی ان کے حج میں اخلاص ہے۔ ان کے متعلق فرماتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ (سورۃ البقرہ رکوع ۲۵ پ ۲)

ترجمہ:۔ (اور بعض یہ کہتے ہیں۔ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں نیکی اور آخرت میں بھی نیکی دے۔ اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جنہیں ان کی کمائی کا حصہ ملتا ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے)

پہلے حج کا ذکر آ رہا ہے اور اس کے بعد مندرجہ بالا آیات آتی ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان آیات میں حاجیوں کا ہی ذکر ہے۔

جس جہاد میں اخلاص نہیں۔ بلکہ دولت مقصود ہے۔ وہ جہاد مقبول نہیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝ (سورۃ التوبہ رکوع ۷ پ ۱۰)۔ ترجمہ۔ اور بعضے ان میں سے وہ ہیں۔ جو خیرات بانٹنے میں تجھے طعن دیتے ہیں۔ سو انہیں اگر اس میں سے مل جائے تو راضی ہوتے ہیں۔ اور اگر نہ ملے تو فوراً ناراض ہو جاتے ہیں۔

اعمال میں اخلاص نہ ہونے کے باعث شہید۔ عالم اور سخی دوزخ میں جائیں گے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ يُقْضٰى عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَجُلٌ اُسْتُشْهِدَ فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعْمَهٗ فَعَرَفَهَا فَقَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا قَالَ قَاتَلْتُ فِيْكَ حَتّٰى اسْتُشْهِدْتُ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ يُّقَالَ جَرِيْءٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ وَقَرَاَ الْقُرْاٰنَ فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهٗ وَقَرَاْتُ فِيْكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ اِنَّكَ عَالِمٌ وَقَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِئٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيْلٍ تُحِبُّ اَنْ يُّنْفَقَ فِيْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِيْهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ثُمَّ اُلْقِيَ فِي النَّارِ (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلا شخص جس پر قیامت کے دن حکم لگایا جائے گا۔ وہ شخص ہوگا۔ جو شہید کیا گیا ہوگا۔ پس اس کو میدان قیامت میں لایا جائے گا۔ اور اللہ اس کو اپنی نعمتیں یاد دلائے گا۔ اور وہ سب اس کو یاد آ جائیں گی۔ پھر اللہ فرمائیگا تو نے ان نعمتوں کے شکر میں کیا کام کیا۔ وہ کہے گا۔ میں تیری راہ میں لڑا یہاں تک کہ شہید کیا گیا۔ اللہ فرمائے گا تو جھوٹا ہے۔ تو تو اس لئے لڑا تھا کہ لوگ تجھ کو بہادر کہیں۔ چنانچہ تجھ کو بہادر کہا گیا۔ پھر حکم دیا جائے گا کہ اس کو منہ کے بل کھینچا جائے۔ اور آگ میں ڈال دیا جائے۔ پھر وہ شخص ہوگا۔ جس نے علم حاصل کیا اور سکھایا اور قرآن پڑھا۔ پس اس کو خدا کے حضور میں لایا جائے گا۔ اور وہ اس کو اپنی نعمتیں یاد دلائے گا۔ وہ ان کو یاد کرے گا۔ پھر خدا اس سے پوچھے گا۔ تو نے ان نعمتوں کا کیا شکر ادا کیا۔ وہ کہے گا۔ میں نے علم سیکھا دوسروں کو سکھایا اور تیرے ہی لئے قرآن پڑھا۔ خدا فرمائے گا تو جھوٹا ہے۔ تو نے تو علم اس لئے سیکھا تھا کہ لوگ تجھ کو عالم کہیں اور قرآن اس لئے پڑھا کہ لوگ تجھ کو قاری کہیں۔ چنانچہ تجھ کو عالم اور قاری کہا گیا۔ پھر حکم دیا جائے گا۔ کہ اس کو منہ کے بل کھینچا جائے اور آگ میں ڈال دیا جائے۔ پھر وہ شخص ہوگا۔ جس کو خدا نے وسعت دی اور اس کی روزی کو زیادہ کیا۔ اور طرح طرح کا مال عطا کیا اس کو خدا کے حضور میں لایا جائے گا۔ اور خدا اس کو اپنی نعمتیں یاد دلائے گا۔ اور وہ ان نعمتوں کو یاد کرے گا۔ پھر خدا اس سے پوچھیگا ان نعمتوں کے شکر میں تو نے کیا کیا وہ کہے گا۔ میں نے کوئی ایسا راستہ جس میں خرچ کرنا تجھ کو پسند ہے نہیں چھوڑا۔ اور تیری خوشنودی کے لئے اس میں خرچ کیا۔ خدا فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے تو اس لئے خرچ کیا تھا کہ تجھ کو سخی کہا جائے۔ چنانچہ تجھ کو سخی کہا گیا۔ پھر حکم دیا جائے گا۔ اس کو منہ کے بل کھینچا جائے۔ پھر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔)

جب تک کسی کامل کی صحبت میں مدت مدید تک رہ کر انسان اپنی تربیت نہ کرائے۔ ریا سے بچنا بہت مشکل ہے شیطان

باقی صفحہ ۱۳ پر

ایک ساتھ تین طلاقیں دینا

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ناراضگی کا سبب محمود ابن لبید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ایک شخص کے متعلق اطلاع ملی کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاق دے دی ہیں تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سخت غصے کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور ارشاد فرمایا کہ ابھی جبکہ میں تمھارے درمیان موجود ہوں کیا کتاب اللہ سے کھیلا جائے گا؟ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سخت غصے کی حالت میں یہ بات ارشاد فرمائی تو ایک صحابی کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اس آدمی کو قتل ہی نہ کر دوں جس نے یہ حرکت کی ہے۔ سنن نسائی

مجلس ذکر صفحہ ۸ سے آگے

ہر نیکی کے کام میں ریا ضرور لاتا ہے۔ جس طرح دودھ میں زہر ملانے سے دودھ انسان کے لئے پیغام ہلاکت بن جاتا ہے۔ اسی طرح نیکی کے کام میں اگر ریا آ گیا تو وہ نیکی کا کام برباد ہو جاتا ہے۔ اخلاص نہ ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ شہید، عالم اور سخی بھی دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ یہی علم اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پڑھتے تو نجات کا باعث بن جاتا۔ لیکن نام و نمود کے لئے پڑھا۔ اس لئے ہلاکت کا سبب بن گیا۔ اخلاص نہ ہونے کے باعث کافی وافی روپیہ اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اور سر کٹوا کر بھی جہنم میں گئے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض آدمیوں کو وہم کی بیماری ہو جاتی ہے۔ وہمی ان ہونی چیز کو ہونی سمجھتا ہے۔ ہم بھی جب تک وہمی کی طرح زندگی بسر نہ کریں گے۔ شیطان ہماری نیکیاں نہ بچنے دے گا۔ ہم گنہگار تو کس شمار میں ہیں۔ وہ بے ایمان تو انبیاء علیہم السلام پر بھی حملہ آور ہوتا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ نورِ نبوت کی برکت سے اس کے حملہ سے بچ جاتے تھے۔ وہ سید الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی حملہ آور ہونے سے نہیں چوکتا۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن شیطان نے میری تہجد کی نماز میں خلل ڈالنا چاہا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میں اس کو پکڑ کر باندھ دوں۔ تاکہ تم سب صبح کو اس کو دیکھو۔ لیکن مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آ گئی۔ رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي الآیہ (سورہ ص رکوع ۳ پ ۲۳)

ترجمہ:۔ مجھے ایسی حکومت فرما کہ کسی کو میرے بعد شایاں نہ ہو)

اس لئے میں نے اس کو باندھا نہیں اللہ تعالیٰ نے جن اور شیاطین کو سلیمانؑ کے تابع کر دیا تھا۔

ہر ایک کے دل میں ریاء کا خیال آتا ہے۔ اگر تربیت یافتہ ہوگا تو اس خیال کو ہٹا دے گا۔ اگر ریا کا خیال نہ ہٹایا تو اس سے نیکی برباد ہو جائے گی۔ میں آپ کو ریا سے ڈرا رہا ہوں۔ آپ کو اس کا احساس نہیں ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ بیعت کے وقت میں ہر ایک سے کہا کرتا ہوں کہ پہلے دل سے سب کو نکال دو۔ نہ انسان رہے اور نہ شیطان۔ نہ زمین رہے

بقیہ صفحہ ۱۴

صفحہ ۱۳ اور نہ آسمان رہے اللہ ھو کا ذکر کرو۔ ریا سے بچنے کا ایک یہ طریقہ ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے۔ کہ لا الٰہ الا اللہ کی تلوار سے سب کو کاٹ دو۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو استقامت عطا فرمائے۔ مجھے آپ کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق قرآن مجید اور حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سنانے اور آپ کو سن کر لوح دل پہ لکھ کر لے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

میں آپ سے جو کچھ کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا الہ العالمین